حقیر محمد عارف قادری اعظمی [illegible]

تاریخ مدینہ منورہ

پبلشرز

ملک سراج الدین اینڈ سنز۔ پبلشرز

کشمیری بازار، لاہور (پاکستان)

سلسلہ تالیفات قریشی بک ایجنسی لاہور نمبر ۴۵

تاریخ مدینہ منورہ مع فوٹو

مؤلفہ
حضرت مولانا غلام دستگیر صاحب نامی قریشی ہاشمی

ناشران
قریشی بک ایجنسی لاہور

ملنے کا پتہ
ملک سراج الدین اینڈ سنز کشمیری بازار لاہور

۸

بار چہارم　　　　تعداد ۱۰۰۰

قیمت : ۳ روپے

طابع : ملک سراج الدین
مطبوعہ : دین محمدی پریس لاہور
مقام اشاعت : ملک سراج الدین اینڈ سنز
پبلشرز۔ لاہور (۸)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عرض حال

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

خدا در انتظارِ حمد نیست — محمد چشم بر راہِ ثنا نیست
محمد حامدِ حمدِ خدا بس — خدا مدّاحِ شانِ مصطفےٰ بس

قریشی بک ایجنسی لاہور کے مالک مشفقی مولوی محمد حفیظ اللہ
صاحب قریشی نے بہت سی نادر اسلامی کتب تالیف کرا کر شائع
کی ہیں۔ جن میں سے چھ سات کے مؤلف ہونے کا مجھے بھی
شرف حاصل ہے۔ چند ماہ ہوئے مجھے انہوں نے تاریخ مدینہ
کے تالیف کرنے کی فرمایش کی جو عین میری مراد و مقصود تھی۔
اگرچہ انجمن دائرہ الاصلاح کے کاموں سے بہت کم فرصت ملتی
ہے۔ مگر ان کا مدینۂ منورہ کے متعلق ارشاد ایسا نہ تھا۔ کہ
اس کے لئے وقت نہ نکالا جاتا۔ لہذا میں تالیف کے کام
میں مشغول ہو گیا۔ چند اوراق لکھے تھے۔ کہ مجھے ایک ضروری

کام کے لئے لاہور سے رتہ پیراں میں جانا پڑا۔ جس کی وجہ سے کتاب کی تالیف میں دیر ہو گئی۔ واپس لاہور آکر باوجود عدیم الفرصت ہونے کے دوبارہ اس کام میں مشغول ہو گیا۔ جہاں جہاں اس مقدس شہر کے متعلق قابل اندراج حالات معلوم ہوئے میں نے درج کر دیئے۔ ممکن ہے کہ اور بھی اضافہ ہوتا۔ مگر اس خیال سے کہ کتاب کا حجم زیادہ نہ ہو جائے۔ اسی پر تمت بالخیر کہتا ہوں۔ اور دعا کرتا ہوں کہ خدا اس کتاب کو جو خلوص دل سے لکھی گئی ہے۔ مقبول عام بنائے اور مسلمانوں کو اس سے مستفیض کرے

اس کتاب کی تالیف میں علاوہ متعدد تاریخی کتب سے استفادہ کے میں نے انگریز سیّاح کپتان رچرڈ فریڈرک برٹن کے سفرنامہ الموسوم بہ "حج حرمین الشریفین" (۱۸۵۳ء) جسے کپتان موصوف نے افغانی لباس میں مسلمان بن کر تالیف کیا تھا کا بھی مطالعہ کیا اور پنجابی حاجی ڈاکٹر نور حسین صاحب کے "رفیق الحجاج" ۱۹۰۵ء) اور مدراسی حاجی خان بہادر محمد ابراہیم صاحب نقشبندی کے "سفر حرمین الشریفین" سے بھی مدد لی ہے۔ دہلی کے سیّاح خواجہ حسن نظامی کے سفر نامہ کا بھی مطالعہ کیا ہے مگر اس میں مدینہ منوّرہ کے متعلق کوئی مفید بات نہ ملی۔ خدا تعالیٰ مجھے بھی مدینہ منورہ کی زیارت نصیب کرے۔ تاکہ جو کچھ میں نے تحریر کیا ہے آنکھوں سے دیکھ کر نور و سرور حاصل کر دوں ۔ ٥

سعادت حج بیت اللہ کی نامی اگر پاؤں
تو سیدھا اس جگہ سے جانب یثرب چلا جاؤں
کھڑا ہو کر ادب سے سامنے اس سبز گنبد کے
لگاؤں میں ترنم یا نبی اللہ کے نعرے
ابوبکرؓ و عمرؓ پہچان کر کہہ دیں یہ حضرت سے
کہ یاران نبی کا خادم آ پہنچا ہے قسمت سے
شفیع المذنبیں! یہ مستحق ہے خاص رحمت کا
ہماری حب سے رکھتا ہے استحقاق جنت کا
نظر رحمت کی اس پر رحمۃ للعالمین کیجیے!
یہ جو کچھ منہ سے مانگے یا نبی اللہ دلا دیجے

غلام دستگیر نامی ہاشمی حاکی
روز یکشنبہ ۲۳ ستمبر ۱۹۲۳ء
مطابق ۱۱ صفر ۱۳۴۲ھ ہجری

دیباچہ طبع ثانی

الحمدُللہ کہ تاریخ مدینہ منوّرہ کے پہلے ایڈیشن کو سرکار مدینہ علیہ افضل التحیۃ کے عشاق نے قریشی بک ایجنسی کی الماریوں سے نکال کر اپنے کتب خانہ کی زینت بنا لیا۔ مشفقی مولوی محمدؐ حفیظ اللہ صاحب یہ کب گوارا کر سکتے تھے کہ ان کا کتب خانہ اس کتاب سے خالی ہو۔ جس میں حضور علیہ السّلام کے محبوب شہر اور اس کے مقدس مکینوں کا ذکر مبارک ہو۔ وُہ میرے پاس ایک نسخہ جو باقی تھا لے کر بے تابانہ آئے کہ اس میں جو ترمیم کرنی ہے کر دیجئے تاکہ پھر چھپوا کر اپنی الماریوں کو معمُور کر دوں۔

میں نے اسے لے کر پھر ایک نظر دیکھا اس کے پچانوے ۹۵ صفحے تو قرن اُولیٰ کے مبارک واقعات پر مشتمل ہیں۔ اس میں ترمیم کی گنجائش نہیں باقی میں اس مقدس شہر اور اس کی متبرک عمارات کا ذکر ہے جو مقدس ہستیوں کے قرب کی وجہ سے قابل احترام ہو گئی ہیں۔

کعب شاعر نے جب حضور علیہ السّلام کے سامنے ہو کر حضورؐ کی شان میں موزوں کیا ہوا قصیدہ بانت سعاد سنایا اور جب وُہ شعر پڑھا جس کا ترجمہ پیرزادہ محمد حسین صاحب عارفؔ نے یوں کیا ہے۔

خدا کا نور ہے وہ مطلع ہدایت ہے　　خدا کی تیغ ہے تیغ مہند مسلول

تو حضورؐ نے خوش ہو کر اپنی یمنی چادر اتار کر اس پر ڈالدی۔ یہ چادر محض ایک کپڑا تھی مگر حضور علیہ السلام کے جسم کے لگنے سے وہ متبرک ہو گئی تھی اور اسے تمام صحابہ نے متبرک جانا۔ کعب کو اس کے عوض بڑی بڑی قیمتیں ملتی رہیں۔ مگر اس نے اس کی مفارقت گوارہ نہ کی اور آخر حضرت معاویہؓ کی قسمت جاگی اور وارثان کعب بتیس ہزار درہم لے کر اسے ہدیہ کرنے پر رضامند ہو گئے۔ یہ چادر نبی امیہ اور نبی عباس کے خزانہ میں رہی اور پھر سلاطین روم کے توشہ خانہ میں محفوظ کی گئی۔ اب ترکی میں موجود ہے۔

الغرض جو شے کسی بزرگ سے متعلق ہو وہ متبرک ہو جاتی ہے مسجدیں کیوں قابل ادب ہیں۔ کیونکہ وہ اللہ تعالےٰ اکبرؔ منسوب ہیں۔

روضہ نبوی کی کیوں مسلمانوں کے دلوں میں عظمت ہے۔ اسلئے کہ حضور علیہ السلام اس میں آرام فرما ہیں۔ اسی طرح قبہ اہلبیت اور قبۂ بنات النبی کی حرمت قلوب مسلمین میں تھی۔ یہ قبے نہایت عقیدت واحترام سے سلاطین ترکی نے تعمیر کرائے تھے۔ نجدیوں نے سوا سو سال پیشتر انہیں منہدم کر دیا تو ترکوں نے پھر بنا دیا۔ ایسا کیوں کیا صرف اسی واسطے کہ ان بزرگوں کی یادگار قائم رہے۔ جنہوں نے اشاعت و خدمت دین میں اپنی زندگیاں وقف کر دیں۔ پس ان کے

مآثر و مقابر و مساجد کا احترام دین حقہ کا احترام ہے۔ اس سے اغیار کے قلوب پر بھی ان کی عظمت و وقار کا سکہ بیٹھتا ہے۔

جب میں نے یہ کتاب لکھی تھی اسوقت حجاز پر شریف حسین کی حکومت تھی۔ جو نجدی یلغار کا شکار ہو گیا۔ اور بدوؤں نے حاجیوں کو نہایت تنگ کیا۔ جس وقت میں اس کتاب کے پروف پڑھ رہا تھا۔ نجدی طائف اور حجاز پر قابض ہو گئے۔ گذشتہ سال سے وُہ مدینۃ منوّرہ کے مقدس شہر پر قابض ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جان نثار متعلقین کے سب آثار مٹا چکے ہیں۔ اور ترکوں نے جن چیزوں کو لاکھوں روپے صرف کر کے از سرِ نو قائم کیا تھا۔ ان کا نشان تک باقی نہیں رکھا۔

میں نے مساجد و مقابر کو ویسا ہی بیان کیا ہے جیسا کہ وُہ ترکوں اور شریف کے وقت میں موجود تھیں۔ تاکہ پڑھنے والوں کو معلوم ہو کہ اس مقدس شہر کی عظمت ان کے دلوں میں کیسی تھی اور بعد میں آنے والوں کے دل میں کسقدر بغض و حسد بھرا پڑا ہے ؎

نماند ستمگار بد روزگار بماند بر و لعنت پائدار

ہے

سامی

از درگاہ حضرت توختہ لاہور۔ روز جمعہ ۱۲ ذوالحجہ ۱۳۴۵ھ

مطابق ۱۳ جون ۱۹۲۷ء

دیباچہ طبع ثالث

(محترم الحاج محمد منیر قریشی مصنف داستان حرمین)

زیر نظر تصنیف مولانا غلام دستگیر نامی مرحوم و مغفور کی ایک اہم تاریخی اور مذہبی یادگار ہے۔ آپ نے اس کتاب میں ان احوال و کوائف کی نشاندہی کی ہے۔ جو ترکوں کی حکومت میں سادی و ساری تھے۔ نیز آلِ سعود کے اقتدار حاصل کرنے کی روداد بھی صفحہ قرطاس پر آگئی ہے۔ ان دونوں نظام ہائے حکومت کا موازنہ بھی کیا گیا ہے۔ لیکن حرمین شریفین پر اب سعودی حکمرانی کو ثلث صدی گزر چکی ہے اور سیاسی لحاظ سے یہ ملک کافی مضبوط بنیادوں پر قائم ہو چکا ہے۔ اور اس کے نظم و نسق میں بڑی حد تک اصلاح ہو چکی ہے۔ اگرچہ یہ صحیح ہے کہ ترک سلاطین اپنے آپ کو "خادم الحرمین" کہلاتے تھے۔ اور سعودی حکمران "ملک الحجاز" کے لقب کو پسند کرتے ہیں۔ لیکن اس سے قطع نظر یہ حقیقت مسلم ہے کہ حجاج کرام کو بہت طرح کی سہولتیں فراہم کی جا رہی ہیں۔ عصر حاضر کی جدید ترین ایجادات سے پوری طرح استفادہ کیا جا رہا ہے۔ حجاز میں کشادہ سڑکیں۔ پانی کی فراہمی۔ موٹروں کی آسائش اور ہوائی جہازوں کا استعمال بہت عام ہوتا دیکھ کر یہی معلوم ہوتا

ہے۔ کہ آپ کسی نہایت ترقی یافتہ ملک میں سفر کر رہے ہیں۔
زیر زمین پٹرول کے ذخائر اور سونے کی کانوں نے ملک میں مال
وزر کی افراط پیدا کردی ہے۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ شخصی حکومت میں
اس دولت کا زیادہ حصہ حکمران خاندان کی جیبوں میں چلا جاتا ہے
کبھی وُہ زمانہ تھا۔ کہ حجاج کرام سے الٹا ٹیکس وصول کیا جاتا تھا
جس سے حکومت ان کے انتظام و انصرام میں کوشش کرتی تھی۔
آج یہ ٹیکس بالکل منسوخ ہو چکا ہے۔ سفر حج ہر طرح کے خطرات سے
محفوظ و مامون ہے۔ ہوائی جہاز سے جانے والوں کو کم سے کم وقت
میں حج سے فراغت پاکر واپس آنے کی سہولت حاصل ہے۔ لیکن
اس مشینی دُور میں صرف بہ مجبوری ہوائی جہاز سے سفر حج کر لیا
جائے تو کوئی حرج نہیں۔ معمولاً بحری یا خشکی کے راستہ سے سفر
کرنے میں جو سُرور حاصل ہوتا ہے۔ وُہ ہوائی سفر میں حاصل نہیں
ہو سکتا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ پیدل حج سب
سے زیادہ ثواب کا باعث ہے۔ چنانچہ پھر جانور کی سواری پر۔
پھر موٹر لاریوں پر اور بحری جہازوں پر اور اس کے بعد ہوائی
جہاز کا درجہ ہے۔ غرضیکہ دیار محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے راستہ
میں جتنی تکالیف پیش آئیں گی اتنی ہی شوق کی ایزادی کا باعث
ہوں گی۔

مصنف کتاب ہذا مولانا غلام دستگیر نامی کی ذات کو خراج

تحسین ادا کرنا اس کم علم کی طاقت سے باہر ہے۔ آپ ایک درد
دل رکھنے والے درویش منش انسان تھے۔ آپ شجرہ نویسی میں
خاص شغف رکھتے تھے۔ اور تواریخ کہنے میں آپ کو پوری دسترس
حاصل تھی۔ خاص طور پر شیعہ سنّی اتحاد کے داعی تھے اور آپ نے
تواریخ سے ثبوت فراہم کئے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے
تمام اصحاب آپس میں شیر و شکر ہو کر رہتے تھے۔ وہ آپس میں
رشتہ داریاں کرتے اور اپنی اولاد کے نام ایک دوسرے کے نام
پر رکھتے تھے جو کہ محبت نامہ کی نشانی ہے۔ آپ نے قابل قدر
تاریخی لٹریچر شائع کیا ہے۔ اپنے خاندان کے حالات بنام "تاریخ جلیلہ"
شائع کئے۔ علاوہ ازیں تقریباً ایک سو کے قریب دوسری تصانیف
چھوڑی ہیں۔ ان میں سے مشہور یہ ہیں۔ شیر و شکر۔ قند مکرّر۔
اسلامی قانون وراثت۔ انیس الوارثین۔ کلید تقسیم وراثت۔ اصلاح
معاشرہ۔ اصلاح رسوم۔ حضرت معاویہؓ۔ دعوت صلح۔ تاریخ مدینہ
منورہ۔ تاریخ مکہ معظمہ۔ تعلیم الاخلاق۔ زوال پرویز۔ حیدر کرّار۔
سوانح غازی علم الدین شہید۔ حیات میاں میرؒ صاحب۔ حیات مجدّد الف
ثانی۔ حیات اشرف۔ حیات گنج شکر وغیرہ۔ آپ نے گلستان سعدی
و بوستان سعدی۔ نیز مثنوی مولانا روم۔ سفینۃ الاولیا۔ گنج اسرار اور
سیاحت کشمیر وغیرہ کو بھی اردو کا قالب دیا ہے۔ آپ ایک ماہ صاحب
فراش رہ کر قمری حساب سے اسّی برس عمر پا کر مورخہ ۱۶ ار دسمبر

۱۹۶۱ءکو داعیٔ اجل کو لبیک کہہ گئے۔

اس تصنیف کے آخر میں مدینۂ منوّرہ کے جدید حالات کے متعلق ایک مختصر مضمون عاصی راقم کی طرف سے تحریر کر کے شامل کیا گیا ہے۔ تاکہ یہ کتاب کسی لحاظ سے تشنہ نہ رہ جائے۔ زمانہ کی اقدار بدلتی جا رہی ہیں۔ آپ دیکھیں گے قدیم زمانہ کے حالات اور موجودہ حالات میں کتنا واضح فرق ہے۔ کئی باتیں جو کبھی عیب تھیں۔ آج رواج پا گئی ہیں ؎

تھا جو ناخوب بتدریج وہی خوب ہوا

اگر آج نامیؔ زندہ ہوتے تو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتے۔ کہ آلِ سعود بھی اب اس تہذیبی دور سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکی اور اپنی وضع کو چھوڑتے ہی بن پڑی ہے۔ ریاض کا نیا محل "النصیریہ" پانچ کروڑ ڈالر کی لاگت سے تیار ہوا ہے۔ اور بے انتہا برقی روشنی سے مزیّن رہتا ہے۔ سعودی حرم کی خواتین امریکہ میں بغیر پردہ کے شاپنگ کرتی ہیں۔ شہزادوں کی زندگی بڑی پُر تعیش گزرتی ہے۔ مختصر یہ کہ زندگی کے ہر پہلو میں انقلاب آ گیا ہے۔ ستمبر ۱۹۶۲ء۔

قرآن شریف میں ذکر یثرب

مدینہ منورہ کا نام رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وہاں متمکن ہونے سے پیشتر یثرب تھا۔ قرآن شریف میں صرف ایک دفعہ اہل یثرب سے خطاب ہوا ہے۔ اور وہ ۵ھ کے غزوہ احزاب کے موقعہ پر جب کہ تمام مشرکین عرب جتھے بنا کر چوبیس ہزار سے زیادہ لشکر کے ساتھ یثرب پر حملہ آور ہوئے تھے فوج اسلام بمقابلہ اعدا نہایت قلیل تھی۔ اور ان میں منافقین بھی شامل تھے۔ جو بظاہر مسلمانوں کے ساتھ تھے۔ لیکن موسم کی شدت رسد کی قلت متواتر فاقے۔ راتوں کی بیخوابی۔ بیشمار فوجوں کا ہجوم۔ منافق و ایماندار کے امتحان کے لئے کافی تھا۔ مومنین کا خدا اور رسولؐ کے وعدوں پر ایمان تھا۔ اور وہ فتح اسلام پر یقین کامل رکھے ہوئے تھے۔ برخلاف اس کے منافق جنکا مدار ظاہری اسباب پر تھا۔ غنیم کی کثرت دیکھ کر پریشان ہو رہے تھے اور کبھی باور نہیں کرتے تھے کہ اتنا بڑا بھاری لشکر کبھی شکست یاب ہو سکتا ہے پس وہ مل کر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ اور اجازت مانگی۔ کہ ہمارے گھر محفوظ نہیں ہیں۔ ہم کو مقام جنگ سے شہر یثرب میں واپس چلے جانے کی اجازت دیجائے۔ انہی

منافقوں کی نسبت اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے۔
وَاِذْ یَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اِلَّا غُرُوْرًا وَاِذْ قَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ یٰۤاَهْلَ یَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوْا وَیَسْتَاْذِنُ فَرِیْقٌ مِّنْهُمُ النَّبِیَّ یَقُوْلُوْنَ اِنَّ بُیُوْتَنَا عَوْرَةٌ وَمَا هِیَ بِعَوْرَةٍ ج اِنْ یُّرِیْدُوْنَ اِلَّا فِرَارًا
یعنے جب دشمن کی کثرت سے قلوب پر خوف وہراس مستولی ہوا تو منافقوں نے اور ان لوگوں نے جن کے دلوں میں مرض تھا کہا کہ ہمارے ساتھ خدا اور رسول کا وعدہ محض دھوکا تھا۔ انہیں منافقوں اور کھوٹے دل والوں میں سے ایک گروہ نے کہا کہ اے یثرب والو تمہارے لئے کوئی ٹھکانا نہیں تم اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ اور ایک فریق ان میں سے یہ کہہ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اذن مانگنے لگا کہ ہمارے گھر کھلے پڑے ہیں۔ حالانکہ وہ کھلے نہیں تھے اور فقط اُن کو بھاگنا مقصود تھا۔

خدا اور رسول صلعم کا وعدہ نصرت سچا تھا۔ آخر کار بتائید ایزدی دشمنوں کو شکست ہوئی۔ اور وہ سر پر پاؤں رکھ کر بھاگے چنانچہ خدائے تعالیٰ مسلمانوں کو اعدا کی اس شکست کی یاد دلاکر شکر کرنے کی بدیں الفاظ تلقین کرتا ہے کہ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ رِیْحًا وَّجُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا (احزاب) ترجمہ:۔ مسلمانو!

خدا کے اُس احسان کو یاد کرو۔ جبکہ تم پر فوجیں آپڑیں تو ہم نے ان پر آندھی بھیجی اور فوجیں بھیجیں جو تم کو دکھائی نہیں دیتی تھیں۔"

یہ "غزوہ خندق" کے نام سے بھی مشہور ہے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غنیم کے حملوں سے بچاؤ کے لئے یثرب کے شامی رُخ کی طرف جو کھلا ہوا تھا قریباً تین ہزار گز لمبی اور پانچ گز گہری خندق کھدوائی۔ جو تین ہزار صحابہ کے مبارک ہاتھوں سے بیس دن کے عرصہ میں تکمیل کو پہنچی۔ حضور علیہ السّلام تین دن کے فاقہ کے باوجود خود مٹی پھینکنے کا کام کرتے رہے۔ سردی کا موسم ہے۔ بھوک سے پیٹ پر پتھر بندھے ہیں۔ شکم مبارک پر گرد اَٹ رہی ہے۔ مگر حفاظت دین کا جوش ہے کہ سب مصائب پر غالب آرہا ہے نہ دشمنوں کی کثرت کا ڈر ہے نہ تکالیف کا اندیشہ۔

قرآن شریف میں مدینہ

مدینہ عربی زبان میں شہر کو کہتے ہیں قرآن شریف میں یہ لفظ جہاں جہاں استعمال ہؤا ہے۔ ہم بیان کئے دیتے ہیں۔

(۱) حضرت موسیٰ علی نبیّنا و علیہ السّلام کو جب حکم الٰہی ہوا کہ

وُہ جاکر فرعون کو تبلیغ دین کریں اور بنی اسرائیل کو اس کے پنجۂ ظلم سے مخلصی دلائیں تو فرعون نے پوچھا کہ تمہارے پاس کیا معجزہ ہے جس سے تمہارا نبی ہونا تسلیم کیا جا سکے آپ نے وہیں اپنا عصا پھینکا جو فوراً ثعبان (اژدہا) بن گیا۔ فرعون نے کہا کہ یہ بڑے علم والا جادوگر ہے۔ ہم بھی اس کے مقابل جادوگر لائیں گے چنانچہ جادوگروں نے آکر مسمریزم کے کچھ جوہر دکھلائے اور رسیوں کے مصنوعی سانپ بنا کر ڈالدیئے۔ حضرت موسیٰؑ نے بھی بحکم الٰہی اپنی لاٹھی زمین پر ڈالدی جو واقعی اژدہا بن کر ساحروں کے مصنوعات کو نگلنے لگ گئی۔ جادوگر سجدے میں گر پڑے اور ربّ موسیٰؑ پر ایمان لے آئے۔ فرعون نے کہا۔ اٰمَنْتُمْ بِہٖ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَکُمْ اِنَّ ھٰذَا لَمَکْرٌ مَّکَرْتُمُوْہُ فِی الْمَدِیْنَةِ لِتُخْرِجُوْا مِنْھَآ اَھْلَھَا ج فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ پ۹ ۔ ۴ یعنی کیا اس سے پہلے کہ میں تمہیں اجازت دوں۔ تم موسےٰؑ پر ایمان لے آئے۔ بیشک یہ ایک مکر ہے جو تم نے اس شہر میں کیا ہے تاکہ یہاں کے رہنے والوں کو یہاں سے نکال دو۔ پس تم عنقریب (اس شرارت کا نتیجہ) جان لوگے۔

(۲) پ۱۱ رکوع ۲۔ کے شروع میں اللہ تعالیٰ مہاجرین و انصار میں سے پہلے سبقت کرنے والوں اور نیکی میں ان کی پیروی کرنے والوں کو اپنی خوشنودی کی سند عطا کرنے انہیں باغات جنت

میں ہمیشہ رہنے کی خوشخبری سنا کر فرماتا ہے کہ وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ ؕ وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ؔ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ ؔ لَا تَعْلَمُهُمْ ؕ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ ؕ سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّوْنَ اِلٰى عَذَابٍ عَظِيْمٍ ج یعنی وہ دیہاتی جو (اے نبی کریم) تمہارے گرد ہیں ان میں سے بعض اور بعض مدینے والے منافق ہیں (اور) نفاق پر اڑ گئے ہیں۔ تم انہیں نہیں جانتے مگر ہم انہیں جانتے ہیں۔ عنقریب ہم انہیں (دنیا میں ہی) دوبار عذاب کریں گے [1] پھر وہ (آخرت میں) ایک بہت بڑے عذاب کی طرف واپس کئے جائیں گے۔"

یہاں مدینہ سے خاص مدینۃ الرسول مراد ہے۔

(۳) اسی پارہ کے چوتھے رکوع کے ابتداء میں پھر مدینہ منورہ کا ذکر بدیں الفاظ ہے مَا كَانَ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَمَنْ حَوْلَهُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ اَنْ يَّتَخَلَّفُوْا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ وَلَا يَرْغَبُوْا بِاَنْفُسِهِمْ عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ یعنی مدینہ والوں کو اور ان دیہاتیوں کو جو ان کے آس پاس رہتے ہیں۔ یہ سزاوار نہیں کہ (جہاد) میں رسول اللہ کے پیچھے رہ جائیں۔ اور نہ (یہ سزاوار ہے) کہ اپنی جانوں کو رسول کی جان (پر نثار کر دینے سے) بچائیں۔

[1] یہ وعدہ الٰہی خود حضور علیہ السلام کی موجودگی اور صحابہ کرام کی خلافت راشدہ میں پورا ہو گیا۔ اور منافقین نیست و نابود ہو گئے۔ اور مخلص مومنین کا عرب و عجم میں غلبہ ہو گیا۔

یہاں غزوہ تبوک جسے جیش عسرت بھی کہتے ہیں) میں پیچھے رہ جانے والے تین مسلمانوں[1] کی توبہ قبول کر کے اہل مدینہ اور بدوؤں کو خدا ہدایت فرماتا ہے کہ تم نبیؐ کا ساتھ نہ چھوڑا کرو۔ اور نہ ہی اپنی جانوں کو اس پر نثار کرنے سے دریغ کیا کرو۔ جو تکلیف تم فی سبیل اللہ برداشت کرو گے یا اپنے طریق سے کافروں کو غصہ میں لاؤ گے۔ اللہ اس کے عوض ایک نیک کام تمہارے نامہ اعمال میں لکھ دے گا۔ کیونکہ وُہ نیکی کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔

[1] مدینہ سے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تبوک کی طرف جہاد کرنے تشریف لے گئے تو منافقین اس خیال سے ساتھ نہ گئے۔ کہ مسلمان اس بے سروسامانی سے ایک بڑی سلطنت کے مقابلہ کو نکلتے ہیں وُہ یا تو مارے جائینگے یا قید ہو کر کسی جزیرے میں بھیج دیئے جائینگے اس لئے ہم کیوں مفت میں جانیں گنوائیں ان منافقین کے بہکانے میں آ کر تین خالص مومن بھی غافل ہو گئے اور ساتھ نہ گئے ان کے نام کعب بن مالک، ہلال بن امیہ۔ اور مرارہ بن ربیع تھے۔ مسلمانوں کا قیصر روم پر کچھ ایسا رعب چھایا کہ وُہ مقابلہ ہی کو نہ آیا مسلمان کامیاب و کامران مدینہ طیبہ کو واپس لوٹے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پیچھے رہنے والے اصحابؓ کو بڑی آزمائش میں ڈالا۔ مسلمانوں کو ان کے ساتھ کلام کرنے کی ممانعت کر دی۔ حتٰے کہ ان کی بیویوں نے بھی ان سے زن و شوئی تعلقات منقطع کر لئے زمین ان پر تنگ ہو گئی۔ عیسائیوں نے ان پر ڈورے ڈالے کہ ہمارے پاس آ جاؤ اور عزت پاؤ انہوں نے جواب دیا کہ تمہاری عنایت والتفات سے ہمیں اپنے آقا محمد رسول علیہ السلام کی بے التفاتی لاکھ درجے بہتر

(۴) سورہ یوسف پارہ ۱۲ رکوع ۱۴ کے شروع ہی میں لفظ مدینہ آیا ہے۔ وَقَالَ نِسْوَةٌ فِي الْمَدِينَةِ امْرَأَتُ الْعَزِيزِ تُرَاوِدُ فَتَاهَا عَنْ نَفْسِهِ ج قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا ط إِنَّا لَنَرَاهَا فِي ضَلَالٍ مُبِينٍ۔ اس میں مدینہ سے وُہ شہر مصر مراد ہے۔ جس میں حضرت یوسفؑ برادران یوسف کی مہربانی سے بک کر عزیز مصر کی اہلیہ کے محبوب بنے تھے۔ اور زنان مصر نے جب اسے غلام پر فریفتہ ہونے کا طعنہ دیا تھا تو اس نے ان کے ہاتھوں میں چھریاں دیکر یوسفؑ کو ان کے سامنے جلوہ گر کیا تھا اور انہوں نے بیخود ہو کر اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے اور کہا تھا۔ حَاشَ لِلَّهِ مَا هٰذَا بَشَرًا إِنْ هٰذَا إِلَّا مَلَكٌ كَرِيمٌ۔ حاشا اللہ یہہ بشر نہیں ہے یہ تو ایک بزرگ فرشتہ ہے۔

(۵) اسی طرح پارہ ۱۴ رکوع ۴ میں قوم لوط کے ذکر میں در آیۃ وَجَاءَ أَهْلُ الْمَدِينَةِ يَسْتَبْشِرُونَ وَقَالَ إِنَّ هٰؤُلَاءِ ضَيْفِي فَلَا تَفْضَحُونِ ۝ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُونِ ۝ یہاں اہل مدینہ سے قوم لوط کے شہری لوگ مراد ہے۔ جن کی جڑ کاٹنے کو فرشتے بشکل مہمانان حضرت لوط آئے تھے اور ان کی بستی کو اوندھا کر دیا تھا۔ اور کنکریلے پتھر برسا کر لوطیوں کی ہستی مٹا دی تھی +

(صفحہ ۱۸ سے آگے)۔ وخوشتر ہے پس وُہ مشغول استغفار رہے یہانتک کہ پچاس روز کے بعد ان کی دُعا قبول ہو گئی۔ الحمدللہ علے ذالک +

(۶) قرآن مجید میں پارہ ۱۵ میں بھی مدینہ اصحاب کہف کے قصے میں آیا ہے۔ جب انہوں نے لمبی نیند سے بیدار ہو کر دیبہ دیگر شہر سے قیمتاً کھانا لینے کے لئے اپنے میں سے ایک کو بھیجا تھا اور وہاں انہوں نے زمانہ ہی بدلا ہوا دیکھا تھا۔ الفاظ قرآن یہ ہیں۔ فَابْعَثُوْا اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖٓ اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَلْيَنْظُرْ اَيُّهَآ اَزْكٰى طَعَامًا فَلْيَاْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ وَلْيَتَلَطَّفْ وَلَا يُشْعِرَنَّ بِكُمْ اَحَدًا۔

(۷) وَاَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَيْنِ يَتِيْمَيْنِ فِي الْمَدِيْنَةِ وَكَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا وَكَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا ۚ۔ ا)
یہاں اس شہر کا ذکر ہے جس میں حضرت موسیٰؑ اور خضرؑ کو کسی نے کھانا نہیں دیا تھا۔ مگر حضرت خضرؑ نے ایک گرتی دیوار کو بغیر مزدوری درست کر دیا تھا۔ کیونکہ وہ صالح باپ کے دو یتیم بچوں کی ملک تھی۔ اور اس کے نیچے ان کا خزانہ تھا جو جوان ہو کر ان کے کام آنا تھا۔

(۸) انیسویں پارہ کے انیسویں رکوع میں جو وَكَانَ فِي الْمَدِيْنَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ يُّفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا يُصْلِحُوْنَ ۝ مذکور ہے اس میں حضرت صالح کی قوم ثمود کا ذکر ہے۔ جس کے شہر میں ۹ شریر لوگ بستے تھے۔ جنہوں نے اپنے پیغمبر اور اس کے مومنوں پر شبخون مارنے کی تجویز کی مگر خدا کا رسول اور

مومنین سلامت رہے اور مخالفین سب کے سب ہلاک ہو گئے۔
(۹) وَدَخَلَ الْمَدِيْنَةَ عَلٰى حِيْنِ غَفْلَةٍ مِّنْ اَهْلِهَا فَوَجَدَ فِيْهَا رَجُلَيْنِ يَقْتَتِلٰنِ الخ پارہ بیس ۲۰ یہاں حضرت موسےٰؑ کے شہر میں داخل ہونے اور وہاں دو آدمیوں کو لڑتے دیکھ کر اپنے کی حمائت کرتے ہوئے فرعونی آدمی کو گھونسا مار کر مار ڈالنے کا ذکر ہے پھر اسی رکوع میں دو بار اور بھی لفظ مدینہ اسی شہر مصر ہی کے لئے استعمال ہوا ہے۔
(۱۰) لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْمُرْجِفُوْنَ فِي الْمَدِيْنَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُوْنَكَ فِيْهَا اِلَّا قَلِيْلًا ۝ مَّلْعُوْنِيْنَ اَيْنَمَا ثُقِفُوْٓا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا ۝ پ ۲۲ ترجمہ:۔ اگر منافق اور وہ لوگ جن کے دلوں میں کفر کی بیماری ہے۔ اور وہ لوگ جو مدینہ میں بُری خبریں مشہور کیا کرتے (اپنی حرکات سے) باز نہ آئیں گے تو ہم بیشک ضرور تمہیں (اے نبیؐ) ان (کے لڑنے) پر مستعد کریں گے۔ پھر وہ مدینہ میں تمہارے قریب بہت ہی کم رہیں گے۔ انہیں لعنت کیجائے گی۔ جہاں وہ رہیں گے پکڑے جائیں گے اور خوب قتل کئے جائیں گے" یہاں مدینہ سے خاص مدینہ منورہ مراد ہے اللہ تعالےٰ اس آیۂ مبارکہ میں منافقوں کو متنبہ فرماتا ہے کہ اگر وہ شرارتوں سے باز نہ آئے تو وہ مدینہ سے نکال دیئے جائینگے

ذلیل و خوار ہو کر رہیں گے۔

اس آیت کو پڑھ کر ان لوگوں کو ان صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معاذ اللہ منافق کہنے سے توبہ کرنی چاہیئے جو نہ صرف حضورؐ کی زندگی میں رفیق رہے بلکہ حیات ظاہری کے بعد بھی وہ حضورؐ ہی کے پاس آرام فرما ہیں۔ اگر وہ معاذ اللہ منافق ہوتے تو حسب وعدہ قرآنی مدینہ میں نہ رہ سکتے۔ اور جہاں جاتے پکڑے جاتے اور قتل کئے جاتے مگر برخلاف اس کے ہم دیکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ مقرب صحابہؓ مدینہ میں نہایت عزت واحتشام سے رہے اور مدینہ ہی کی پاک سرزمین میں رسول اللہ کے قرب میں قیامت تک رہیں گے۔ ذَالِكَ فَضْلُ اللهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَاءُ وَاللهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ۔

(۱۱) وَجَاءَ مِنْ اَقْصَى الْمَدِيْنَةِ رَجُلٌ يَّسْعٰى قَالَ يٰقَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِيْنَ اتَّبِعُوْا مَنْ لَّا يَسْـَٔلُكُمْ اَجْرًا وَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ○

سورہ یٰسین ع ۲- یہاں مدینہ سے شہر انطاکیہ مراد ہے۔ جہاں پہلے حضرت مسیح کے دو حواری آئے اہل شہر نے انہیں جھٹلایا پھر ایک تیسرے سے انکو تقویت دی گئی اس کی بھی انہوں نے تکذیب کی پھر ایک اور شخص شہر کے اس سرے سے دوڑتا ہوا آیا اور آ کر اہل انطاکیہ سے کہنے لگا کہ اے میری قوم کے لوگو پیغمبروں کی پیروی کرو اور اس شخص کی پیروی کرو جو تم سے اجر نہیں مانگتا

اور وہ سب لوگ ہدایت یافتہ ہیں اس جو تھے شخص کی بھی شہر والوں
نے نہ سُنی بلکہ اسے مار ڈالا اس کے انتقام میں اللہ تعالےٰ نے ایک
سخت آواز سے اہل انطاکیہ کو ہلاک کر ڈالا جیسا کہ اسی سورہ میں
مذکور ہے۔

(۱۲) یَقُوْلُوْنَ لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِیْنَةِ لَیُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ
مِنْهَا الْاَذَلَّ ط وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ
وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ ۵ پ۲۸ ۱۳ ترجمہ:۔ منافق
کہتے ہیں کہ اگر (اب کی مرتبہ) ہم مدینہ کی طرف لوٹ گئے۔ تو لقیناً
(جو ہم میں) زیادہ زور آور (ہو گا وُہ) کمزور کو وہاں سے نکالدیگا
حالانکہ بزرگی اللہ ہی کو ہے اور اس کے رسول اور مسلمانوں کو
ولیکن منافق نہیں جانتے"۔ اس جگہ اللہ تعالیٰ منافقوں کی شرارتوں
کا راز طشت از بام کرتا ہے کہ وُہ کس طرح مسلمانوں کو خارج از مدینہ
کرنے کے خیالی پلاؤ پکانے ہیں۔ حالانکہ مسلمان ذلیل و خوار نہیں
ہو سکتے یہ قرآن کی پیشن گوئی بھی حرف بحرف پوری ہوئی مسلمان
مدینہ میں بعہد نبی و خلفائے راشدین نہایت تزک و احتشام
سے رہے اور منافقوں کے تمام منصوبے خاک میں مل گئے۔

بھائیو! آپ قرآن شریف میں جہاں بھی مدینہ منورہ کا نام
دیکھیں گے۔ آپ کو معلوم ہو گا۔ کہ اس شہر میں منافقوں کا بسیرا
نہیں ہو سکتا۔ اور یہ مقدس شہر مومنین صالحین کے لئے خاص

ہے۔ یہی وہ شہر ہے جہاں اسلام کے آفتاب نے نصف النہار پر پہنچ کر تمام عالم کو منور کر دیا اور نفاق و کفر کا نام و نشان مٹا دیا۔

احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم در فضیلت مدینہ

مدینہ وہ مبارک شہر ہے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ اکرام علیہم الرضوان نے اپنا مامن و مسکن قرار دیا جو اسلام کے عروج و اقبال کا سرچشمہ بنا۔ حضور علیہ السلام سے اس کی تعریف میں بہت سے ارشادات منقول ہیں ان میں سے چند ذیل میں درج کئے جاتے ہیں:۔

(۱) المدینۃ خیر لھم لو کانوا یعلمون۔ لا یدعھا رغبۃ الا ابدل اللہ فیھا من ھو خیر منہ و لا یثبت احد علی لاوائھا و جھدھا الا کنت شفیعا لہ یوم القیامۃ۔ یعنی مدینہ لوگوں کے لئے بہتر ہے۔ کاشکے وہ اس کی بندگی کو جانیں (جو کوئی ازرہ اعراض) مدینہ منورہ کی اقامت کو چھوڑ دے گا۔ تو اللہ تعالیٰ اس سے بہتر کو اس کی جگہ وہاں لے آئیگا اور جو کوئی اس میں رہ کر شدت و تکلیف کو برداشت کریگا تو میں قیامت کے دن اسکا شفیع ہوں گا۔

(۲) اِنَّ ابراھیم حرم مکہ فجعلھا حرامًا وَاَنَا حرمت المدینۃ مابین مابَینَھَا ان لا یھراق فیھا دم وَلا یحمل فیھا سلاحًا لِقتال ولا یخبط فیھا شجرۃ الا لعلف۔ یعنی تحقیق حضرت ابراہیم نے مکہ کو حرم قرار دیا اور میں مدینہ کو اس کی دو طرف کے درمیان حرمت کا مقام قرار دیتا ہوں۔ اس میں خونریزی نہ کیجائے اور نہ اس میں جنگ کے لئے ہتھیار اٹھائے جائیں اور نہ اس میں درختوں کو گرایا جائے مگر چارہ کے لئے۔

(۳) اُمِرتُ بقریۃ تاکل القریٰ یقولون یثرب وھی المدینۃ تنفی الناس کما ینفی الکیر خبث الحدید۔ یعنی مجھے بستیوں پر غالب آنے والے مدینہ جسے لوگ یثرب کہتے ہیں کی طرف حکم (ہجرت) ہوا ہے۔ وہ ان لوگوں کو جو برے ہیں۔ اسطرح دور کردے گا جس طرح کہ بھٹی لوہے کی زنگ کو۔

(۴) لا تقوم الساعۃ حتے تنفی المدینہ شرارھا کما ینفی الکیر خبث الحدید۔ یعنی قیامت قائم نہ ہوگی جب تک کہ مدینہ برے لوگوں کو اپنے میں سے اس طرح نکال پھینکے جس طرح کہ بھٹی لوہے کی میل کو دور کردیتی ہے۔

(۵) لا یکید اھل المدینۃ احد الا انماع کما ینماع الملح فی الماء۔ یعنی جو کوئی اہل مدینہ کو فریب دے گا وہ اسطرح نابود ہوجائے گا جس طرح کہ نمک پانی میں گھل جاتا ہے۔

(۶) من استطاع ان یموت فی المدینة فلیمت بھا فانی اشفع لمن یموت بھا۔ یعنی جس کسی سے ہو سکے وُہ مدینہ میں مرے کیونکہ جو شخص اس میں جان دے گا۔ میں اسکی شفاعت کرونگا۔

(۷) ان الایمان لیارز الی المدینة کما تارز الحیة الی حجرھا۔ متفق علیہ۔ یعنی تحقیق ایمان مدینہ کی طرف اس طرح متمکن ہو گا۔ جس طرح سانپ اپنے سوراخ میں۔

(۸) قال عمر الخطاب رضی اللہ سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو بالوادالعقیق یقول اتانی اللیلة اٰت من ربی فقال صل فی ھذ الوادی المبارک۔ یعنی حضرت عمرؓ سے روایت ہے۔ کہ حضور علیہ السّلام نے وادی عقیق میں فرمایا۔ کہ آج رات فرشتے نے خدا کی طرف سے آکر مجھے کہا کہ اس مبارک وادی میں نماز پڑھو۔

مدینہ منوّرہ کی خصوصیات

مدینہ منورہ وُہ شہر ہے۔ جہاں صحابہ کرام قلیل تعداد میں بمعیت حضور علیہ السّلام ہجرت کر کے رونق افروز ہوئے مشرکین کے حملوں کو بمدد انصار روکا۔ اُن پر غالب آئے۔ اسلام کے پھیلانے کے لئے آگے بڑھے اور تمام دنیا میں حق کا ڈنکا بجادیا۔ یہ مبارک

شہر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے اپنے اندر چند خصوصیتیں رکھتا ہے جو اس کے لیئے خاص ہیں۔ حضرت سید جماعت علی شاہ صاحب علی پوری مرحوم مغفور نے ان کو گنا دیا ہے۔ ہم یہاں ناظرین کتاب کے اضافہ معلومات کے لیئے ان کو درج کرتے ہیں۔ وہ خصوصیات یہ ہیں :-

(۱) مدینہ میں ہر روز ستر ہزار فرشتے صبح و شام نازل ہوکر درود شریف پڑھتے ہیں۔

(۲) مدینہ میں ایک نماز ایکہزار رکعت اور بروائت دیگر پچاس ہزار کا ثواب رکھتی ہے۔ اور ایک نیکی پچاس ہزار نیکی کے برابر ہے

(۳) مدینہ کی مٹی میں حضور علیہ السلام کے قدموں کی برکت سے خاک شفا ہے۔

(۴) مدینہ میں سو میں سے نوّے رحمتیں نازل ہوتی ہیں اور باقی ۱۰ ساری دنیا میں۔

(۵) مدینہ کے باشندے روز محشر سب سے پہلے محشور ہوں گے۔ اور سب سے اوّل ان کی شفاعت ہو گی۔

(۶) مدینہ میں حاضر ہونے سے سارے گناہ بخشے جاتے ہیں۔

(۷) مدینہ میں مکہ معظمہ سے دوگنی برکت کے لئے حضور علیہ السلام نے دُعا مانگی تھی۔

---

[۱] صلوٰۃ فی مسجدی ھذا افضل من الف صلوٰۃ فی ما سواھا الا المسجد الحرام (الحدیث)

(۸) مدینہ میں حاضر ہونے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت واجب ہو جاتی ہے۔

(۹) مدینہ میں رحمۃ اللعالمین کا دربار فیض آثار ہے ائمہ اہلبیت اور صحابہ اکرام کے مکانات و مزارات ہیں۔

(۱۰) مدینہ میں حضور کے روضہ اور منبر کے درمیان بہشت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔

(۱۱) مدینہ منورہ میں حاضر ہونے سے حدیث لاتشد الرحال الاالی ثلثۃ للمساجد کی تعمیل ہوتی ہے۔

(۱۲) مدینہ میں حاضر ہو کر سلام عرض کرنے سے حضورؐ بذات خود جواب دیتے ہیں۔

(۱۳) مدینہ میں حاضر ہونے سے تمام افکار و غموم رفع ہو کر دل کو تسکین و اطمینان حاصل ہوتا ہے۔

(۱۴) مدینہ میں ستون حنانہ موجود ہے۔ جو حضور علیہ السّلام کے فراق میں چیخیں مار کر رویا تھا۔

(۱۵) مدینہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا منبر۔ محراب اور مسجد موجود ہے۔

(۱۶) مدینہ منورہ میں جو برکت ہے وُہ روئے زمین پر اور کہیں نہیں۔

(۱۷) مدینہ منورہ کے باشندے ساری دنیا سے خوش خُلق ہیں

(۱۸) مدینہ منورہ میں تقریباً کل روئے زمین کے مسلمان موجود ہیں۔

(۱۹) مدینہ میں حاضر ہونے سے اسلامی شان وشوکت معلوم ہوتی ہے۔

(۲۰) مدینہ میں بادشاہ و مساکین سب دربار نبیؐ میں برابر کھڑے رہتے ہیں۔

(۲۱) مدینہ میں نہ شراب ملتی ہے نہ قمار بازی ہوتی ہے۔

(۲۲) مدینہ میں کوئی بازاری عورت زانیہ نہیں ہے۔

(۲۳) مدینہ میں ہر قسم کی ترکاریاں موجود ہیں۔ اور ہر چیز باوجود اژدہام سستی ہے۔

(۲۴) مدینہ منورہ میں ایک جگہ ہے جو بیت اللہ بلکہ عرش اعلےٰ سے بھی افضل ہے۔ (روضۂ نبی محمدؐ مصطفےٰ صلعم)

(۲۵) مدینہ میں قطع نظر اور خوبیوں کے ایک ایسا متبرک مکان ہے۔ جو دنیا میں اپنی نظیر نہیں رکھتا۔

(۲۶) مدینہ میں سنگدل سے سنگدل مسلمان بھی چلا جائے تو اس کا دل بھی واپس جانے کو نہیں چاہتا۔

(۲۷) مدینہ میں سوائے مسلمانوں کے اور کسی قوم کا گذر نہیں۔

(۲۸) مدینہ میں ہزارہا عاشقانِ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم تعلقات دنیاوی چھوڑ کر اسی در کے ہو رہے ہیں۔ اور یہ شعر

وردِ لب ہے ؎

یا محمدؐ تیرا در چھوڑ کہاں جائیں غریب ‡ بادشاہی سے تو بہتر ہے گدائی تیری

(۲۹) مدینہ میں قیامت تک ایماندار لوگ رہیں گے۔

(۳۰) مدینہ سے اسلام نکلا اور تمام دنیا سے پھر پھرا کر اسی جگہ واپس آجائے گا۔

(۳۱) مدینہ میں قیامت تک عالم موجود رہیں گے۔

(۳۲) مدینہ میں دجال۔ طاعون اور دابۃ الارض وغیرہ قیامت تک داخل نہ ہونے پائیں گے۔ کیونکہ وہاں دروازوں پر فرشتے محافظت کے لئے کھڑے ہونگے۔

(۳۳) مدینہ میں ایک قبرستان ہے۔ جہاں کے مدفونوں کے واسطے بہشت کی بشارت آچکی ہے۔ (جنت البقیع)

(۳۴) مدینہ میں مسجد نبوی کے اندر ایک چھوٹا سا کنواں ہے جو کوثر کے نام سے موسوم ہے۔ جس کا پانی پینے سے ظاہری و باطنی بیماریوں سے شفا ہو جاتی ہے۔

(۳۵) مدینہ میں حاضر ہو کر انسان قسم کھالے کہ میں بہشت میں ہوں تو وہ اپنی قسم میں سچا ہوتا ہے۔

(۳۶) مدینہ میں ایک ایسا نورانی گنبد ہے جس کی زیارت کرنے کے وقت عاشقانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک روحیں وفورِ شوق سے پرواز کر جاتی ہیں۔ جیسے حضرت شہیدی

ہندی رح وغیرہ جیسی صدہا مثالیں موجود ہیں۔

(۳۷) مدینہ کی خدمت گذاری اور جاروب کشی کو بڑے بڑے بادشاہ مثل سلطان روم وغیرہ اپنے لئے فخر ومباہات کا موجب سمجھتے رہے ہیں۔

(۳۸) مدینہ میں حاضر ہونے سے اُس خدائی حکم کی تعمیل ہوتی ہے۔ جو قرآن شریف میں وَلَوْ اَنَّھُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ جَآءُوْکَ الخ سے ظاہر ہوتا ہے۔

(۳۹) مدینہ کی کھجوریں ساری دنیا سے لذیذ اور شیریں تر ہیں۔

(۴۰) مدینہ میں وُہ رحمۃ للعالمین موجود ہیں۔ جن پر ایک مرتبہ درود شریف پڑھنے سے دس مرتبہ رحمت نازل ہوتی ہے۔

(۴۱) مدینہ میں حاضر ہونے سے اس فرمان نبوی کی تعمیل ہوتی ہے جس میں ارشاد ہے کہ جس نے میری وفات کے بعد میری زیارت کی اس نے گویا میری حیات میں زیارت کی۔

(۴۲) مدینہ میں بوجہ ادب حضور علیہ السلام کوئی کسی کو بلند آواز سے نہیں پکارتا۔

(۴۳) مدینہ میں لڑائی جھگڑے کے وقت متخاصمین درود شریف پڑھنے سے فوراً لڑائی بند کر دیتے ہیں۔

(۴۴) مدینہ میں ایک ایسی مسجد قبا ہے جو سب سے پہلے بنائی گئی

(۴۵) مدینہ کے سوا اور کسی جگہ کے مولود کو چالیس یوم بعد ولادت دربار نبوی میں احضار کا فخر حاصل نہیں۔ جو بدیں غرض پیش کیا جاتا ہے کہ "یا حضرت آپ کا اُمتی حاضر ہے"۔

(۴۶) مدینہ میں مرنے کے بعد ہر مُردہ درگاہ نبوی میں پیش کیا جاتا ہے کہ یا حضرتؐ آپکا غلام حاضر ہے۔

(۴۷) مدینہ میں فوت ہونے سے ہر مسلمان شفاعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مستحق ہو جاتا ہے۔

(۴۸) مدینہ کے درخت اور شکار امن میں ہوں۔

(۴۹) مدینہ کے رہنے والوں کو تکلیف دینے والے کے لئے عذاب الٰہی مقرر ہے۔

(۵۰) مدینہ کی مسجد کی شان میں اُسِسَ عَلَی التَّقْوٰی نازل ہوا تھا۔

(۵۱) مدینہ میں وُہ مسجد ہے۔ جس کی زیارت رسول اللہ علیہ وسلم ہر ہفتہ میں ایک بار ضرور کیا کرتے تھے۔

(۵۲) مدینہ کی کھجوریں تریاق کا کام دیتی اور جادو سے محفوظ رکھتی ہیں۔

(۵۳) مدینہ میں تقریباً ہر گھر میں کنواں موجود ہے۔

(۵۴) مدینہ میں ہر ایک ملک کے لاکھوں اُمتی دست بستہ کھڑے ہو کر ہر نماز پنجگانہ کے بعد اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ

پڑھتے ہیں۔

(۵۵) مدینہ میں شہر کے اندر باہر متعدد نہریں جاری ہیں۔

(۵۶) مدینہ میں سات کنوئیں ہیں جن کے پانی میں شفا ہے حجّاج تبرّکاً ان کا پانی اپنے ہمراہ لے جاتے ہیں۔

(۵۷) مدینہ میں نائب السلطان یعنی شیخ الحرم اپنے ہاتھ سے نمازِ عصر کے بعد حجرہ مبارک میں شمع جلا کر حق نیابت سلطانی ادا کرتا ہے۔ (خدا اس کو پھر یہ شرف نصیب کرے)

(۵۸) مدینہ میں خطیب بروز جمعہ منبر اشرف پر چڑھ کر خطبہ میں جب اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی ھٰذَا النَّبِیُّ پڑھ کر روضہ مبارک کی جانب انگلی سے اشارہ کرتے ہیں تو لاکھوں عاشقانِ رسولؐ کے دلوں پر خنجر پھر جاتا ہے اور وہ حالت بیخودی میں اپنے رسولؐ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام پڑھنے لگ جاتے ہیں۔

(۵۹) مدینہ میں ہر قسم کی کھجوریں ہیں۔ ان میں سے ایک ایسی قسم کی ہے جن کو کافر جلا کر لائے تھے کہ یا حضرت یہ بار آور ہو گی تو ایمان لائیں گے۔ اور ایک ایسی ہی بغیر گٹھلی کے ہے۔

(۶۰) مدینہ میں دو نہریں ہیں ایک شیریں ایک تلخ۔ جو ایک کنوئیں میں اکٹھی ہو کر پھر الگ ہو جاتی ہیں۔

مکہ افضل ہے یا مدینہ؟

بعض علماء کے اختلاف کے بعد علماء اکرام (حضرت عمرؓ اور ان کے صاحبزادے حضرت عبداللہ اور بہت سے دیگر صحابہؓ امام مالک اور اکثر علماء مدینہ) کا اس امر پر اتفاق ہے کہ مدینہ مکہ سے (باستثنائے کعبہ شریف) افضل ہے۔ مگر مرقد حضرت محبوب خدا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ اور عرش سے بھی افضل احادیث صحیحہ میں وارد ہے کہ پیدائش ہر آدمی کی اس مٹی سے ہوتی ہے۔ جہاں وہ دفن ہوا لہذا مدینہ کی خاک پاک کو جس سے حضور علیہ السلام کا جسم مطہر خلق ہوا۔ روئے زمین پر شرف حاصل ہے علاوہ ازیں مدینہ کی افضلیت مسلمانوں کے نزدیک مسلم ہونے کے مندرجہ ذیل دلائل ہیں:۔

(۱) حضور علیہ السلام نے مدینہ کے لئے ایسی ہی دعا مانگی جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کے لئے مانگی۔ وہ دعا مسلم شریف میں یوں مرقوم ہے کہ جب درختوں میں پہلا پھل لگتا۔ تو لوگ سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لا کر پیش کرتے۔ حضورؐ اسے ہاتھ میں لے کر یوں دعا فرماتے کہ "اے خدا ہمارے پھلوں میں برکت دے۔ ہمارے صاع (پیمانوں) میں

برکت دے۔ ہمارے مد (پیمانہ) میں برکت دے۔ ابراہیم تیرا بندہ خلیل اور تیرا نبیؑ تھا۔ میں بھی تیرا بندہ اور تیرا نبیؑ ہوں۔ انہوں نے مکہ کے لئے دعا کی میں مدینہ کے لئے دعا مانگتا ہوں کہ مکہ سے دوچند برکت مدینہ میں عطا کر"۔

(۲) حضور علیہ السلام نے اس کو سارے بلاد سے زیادہ پسند فرمایا اور اسی کو اپنا مدینہ اور اقامت گاہ قرار دیا۔

(۳) حضور علیہ السلام کو جن فتوحات کی امید تھی وہ مدینہ ہی میں حاصل ہوئیں۔

(۴) حضور علیہ السلام سے جتنے کمالات کا وعدہ کیا گیا تھا۔ ان کا مدینہ ہی میں حصول ہوا۔

(۵) مدینہ ہی میں دین کی ترویج اور قوت اسلام حاصل ہوئی

(۶) اوّل و آخر کی سب نیکیاں مدینہ ہی سے نکلیں۔ اور کمالات ظاہر و باطن وہیں سے ظاہر ہوئے۔

(۷) حدیث محولہ بالا کی رو سے اسی زمین سے افضل البشر بعد الانبیاء یا لتحقیق ابوبکر صدیق اور خلیفہ سرفراز د کامیاب امیر المومنین عمر ابن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور دیگر صحابہ کرام و آل و اولاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم کی پیدائش ٹھہری۔

لہذا ثابت ہوا کہ جو بزرگی مدینہ منورہ کو حاصل ہے وہ کسی

مقام کو نہیں کیا ہی خوب کہا ہے مولانا حالی نے ؎

جس شہر نے پائی تیری ہجرت سے سعادت
کعبہ سے کشش اسکی ہر اک دل میں سوا ہے

یہ اسی خاک پاک کی بطفیل شاہ لولاک کشش ہے کہ ہر مسلمان اس سرزمین میں مرنا اپنے لئے بہت بڑی سعادت کا موجب جانتا ہے خدا اس سعادت سے ہر ایک مسلمان کو بہرہ اندوز کرے۔ آمین!

مدینۂ منوّرہ کی قدیم تاریخ

مدینۂ منورہ کے قدیم تاریخی حالات مفصل معلوم نہیں ہو سکے جو کچھ معلوم ہوا ہے حسب ذیل ہے۔

طوفانِ نوحؑ کے بعد اسیؑ اہل کشتی جب پھر خشکی پر بسلامت اترے تو وہ بڑھتے بڑھتے اطراف بابل میں منتشر ہو گئے۔ انہی میں سے ایک جماعت مدینہ کی طرف آئی جن کا سردار یثرب نامی ایک شخص تھا۔ اسی نے یثرب آباد کیا۔ اور اسی کے نام پر یہ شہر نامزد ہوا۔ یہ آباد کار عمالقہ یا عمالیق کے نام سے پکارے جاتے تھے۔ کیوں کہ ان کا نسب عملاق بن ارفخشد بن سام بن نوح سے ملتا تھا۔

جابرہ بن شام اور فراعنۂ مصر بھی انہی آباد کاران مدینہ کی

اولاد میں شمار ہوتے ہیں۔ جو یثرب سے اُٹھ اُٹھ کر شام و مصر میں جا آباد ہوئے۔ ان لوگوں کی عمریں لمبی ہوتی تھیں۔ یہاں تک کہ چار چار سو برس تک پہنچتی تھیں۔ حضرت موسےٰ جب اِدھر برائے حج تشریف لائے تو اُنکے ہمراہی یہود میں سے ایک گروہ یہیں رہ گیا۔ اس نے بڑی ترقی کی اور مدینہ میں مدارس علمیہ قائم کر کے توریت کی تعلیم دینے لگے۔

تاریخ طبری میں لکھا ہے کہ بخت النصر نے بیت المقدس خراب اور ویران کرنے کے بعد مصر پر حملہ کر کے بادشاہ مصر کو اس لئے قتل کر ڈالا کہ اس نے نبی اسرائیل کے کچھ لوگوں کو اپنے پاس پناہ دی تھی۔ اس کے بعد بنی اسرائیل بھاگ کر حجاز میں پناہ گزین ہو گئے اور یثرب کے پاس آباد ہو کر انہوں نے اپنی کئی بستیاں۔ خیبر۔ فدک۔ وادی السیورع۔ وادی القرٰی۔ قریظہ وغیرہ آباد کیں۔ انکے بزرگوں کی وصیت تھی کہ جب خاتم النبیین مبعوث ہوں تو ان کی اطاعت سے منہ نہ پھیرنا۔ مگر جب آفتاب رسالت نے طلوع کیا تو انہوں نے بزرگوں کے وصایا پر عمل نہ کیا۔ اور کمال سرکشی دکھائی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جزیرۃ العرب سے جو ان کا مامن و مسکن تھا۔ ان کا نشان مٹ گیا اور اب بھی سوائے جدہ و ینبوع کے جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کبھی تشریف ہی نہیں لے گئے۔ عرب کے کسی شہر میں ایک بھی یہود آباد نہیں۔

عرب جو اس وقت بت پرست اور ستارہ پرست تھے ان کی ایک جماعت نے یہود کا مذہب اختیار کر لیا۔ اور آپس میں مل جل کر رہنے لگے۔ چنانچہ جب حضور علیہ السلام وارد مدینہ منوّرہ ہوئے تو یہاں یہود آباد تھے۔ ایک اور قبیلہ قحطان کے خاندان سے یہاں سکونت پذیر تھا۔ جو دراصل یمن کا رہنے والا تھا۔ اور یہاں اس نے اپنے علاقہ میں سیلاب آنے کی وجہ سے سکونت اختیار کی تھی۔ اوس اور خزرج اس خاندان کے دو قبیلے تھے جن میں خانہ جنگی نمودار ہوئی۔ ان کے سردار قریش کو اپنا ہمدرد بنانے کے لئے مکّہ معظمہ میں آنے جانے لگے تھے۔ کہ حضور علیہ السلام مبعوث برسالت ہوئے۔ آپؐ نے انہیں وعظ و پند سے مستفیض فرمایا۔ جس سے ان کے دل نورِ اسلام سے منور ہو گئے۔ اور حضورؐ علیہ وسلم کے ایسے شیدا ہوئے کہ حضورؐ کو اپنے ہاں ہی لے آئے۔ اور حضورؐ کے قدم میمنت لزوم سے یثرب کو مدینۃ النبی کہلانے کا شرف حاصل ہوا۔

یثرب میں آفتابِ رسالت کا نور کس طرح پہنچا

جب مکّے میں سعید روحیں رکھنے والے حضرات (ابوبکر
صدیق رضؓ حضرت عمر فاروق اعظم رضؓ حضرت عثمان رضؓ حضرت علی رضؓ
حضرت حمزہ رضؓ حضرت جعفر رضؓ وغیرہم) مشرف باسلام ہو چکے اور
باقی اہل مکّہ کی فی الفور سعادت اندوزی کی کوئی صورت نظر
نہیں آئی۔ تو حضور علیہ السّلام نے مکّہ سے باہر تشریف لے
جاکر مسافروں اور قافلہ والوں میں سلسلہ تبلیغ شروع کر
دیا۔ اسی سلسلہ میں یثرب کے ایک شخص سوید بن صامت
نامی سے ملاقات ہوئی۔ جو اپنی قوم میں بلقب کامل مشہور
تھا۔ سلک نظم میں حکمت کے موتی پرویا کرتا۔ حضورؐ کے
سامنے اس نے اپنے اشعار پڑھے۔ آپؐ نے فرمایا۔ یہ اچھا
کلام ہے۔ لیکن جو کلام اللہ ہمیں یاد ہے وہ اس سے افضل
تر اور سراپا ہدایت و نور ہے۔ چنانچہ جب اس نے قرآن
مجید کو سنا تو وہ فوراً مشرف باسلام ہو گیا۔ مگر جب وہ
یثرب پہنچا تو قوم خزرج نے اسے شہید کر دیا۔

اسی طرح قریش کی طرف بنی خزرج نے معاہدہ کرنے
کے لئے ایک سفارت بھیجی۔ جس میں ایک نوجوان ایاسؔ بن

معاذ نامی تھا۔ حضورؐ نے اس کے سامنے اسلام کے فضائل بیان فرمائے۔ اور قرآن حمید کی تلاوت سے اس کے دل میں نور ایمان بھر دیا۔ مگر یہ نوجوان بھی یثرب واپس جاکر چند روز بعد فوت ہو گیا۔ وقت رحلت اس کے لب پر ذکرِ الٰہی جاری تھا۔

ابوذر غفاریؓ نے حضرتؐ کی بعثت کی خبر سن کر اپنے بھائی اُنیس کو تصدیق کے لئے روانہ کیا۔ جس نے جاکر بتایا کہ بھائی محمدؐ واقعی خدا کے رسول ہیں۔ انکا کام امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے۔ یہ سُن کر ابوذرؓ پا پیادہ مکہ پہنچے۔ حاضر خدمت نبوی ہوئے۔ نور اسلام سے اپنے سینہ کو منور کیا اور علانیہ کعبہ میں گئے۔ جہاں کفّار قریش کا مجمع تھا اور ان کو سنا کر بلند آواز سے کہا۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔ یہ سن کر مشرکین حضرت غفاری رضؓ کے اسی طرح گلے کا ہار ہوگئے۔ جس طرح وہ اس سے پہلے حضرت صدیق اکبرؓ کے ہوئے تھے۔ اور مار مار کر آپ کو نڈھال کر دیا۔ اتنے میں عباسؓ آگئے اور قریش کو یہ کہہ کر ہٹایا کہ یہ قبیلہ غفار کا آدمی ہے۔ جس کے پاس تم کھجوروں کی تجارت کرنے جایا کرتے ہو۔ یہ سن کر لوگ ان کو چھوڑ کر ہٹ گئے۔ دوسرے دن پھر حضرت ابوذرؓ کی

طبیعت نے جوش مارا۔ اور آپ نے بار دوم رو بروئے مشرکین
با آواز بلند کلمہ شہادت پڑھا۔ قریش پھر آپے سے باہر ہو گئے۔
اور مثل سابق زدوکوب شروع کر دی اس دفعہ بھی عباس رضہ
نے آکر چھڑایا اور آپ اپنے وطن یثرب کو مراجعت فرما گئے
اس طرح یثرب میں نور اسلام کی جھلک مدینہ کے چند سینوں
کو منور کر چکی تھی۔ کہ ۱۱ سنہ نبوت یعنی ہجرت کے دو سال
پہلے مکہ سے چند میل پر سے بایام حج بمقام عقبہ حضور علیہ السلام
نے چند آدمیوں کو گفتگو کرتے سنا جو یہ چھ آدمی تھے (۱) ابو امامیہ
اسعد بن زرارہ (۲) عوف بن الحارث (۳) رافع بن مالک۔
(۴) قطبہ بن عامر بن حدیدہ (۵) عقبہ بن عامر بن نابی (۶)
جابر بن عبداللہ۔ حضورؐ کی تبلیغ نے ان سعادتمندوں پر فوراً
اثر کیا۔ اور یہ ہر شش خوش نصیب انسان مشرف باسلام ہو
گئے اور یثرب میں پہنچ کر دین حقہ کے سچے منّاد نظر آئے ان
کے ذریعے حضور علیہ السلام کا گھر گھر ذکر خیر ہونے لگا۔ اور
آئندہ سال یعنی نبوت کے بارہویں برس یثرب کے بارہ
باشندے بخدمت نبوی مکہ معظمہ میں حاضر ہوئے اور ان شرائط
پر بیعت کی :۔

(۱) ہم خدائے واحد کی عبادت کیا کریں گے اور کسی کو اس
کا شریک نہیں بنائیں گے۔ ۲۔ چوری اور زنا نہیں کرینگے

(۳) اپنی لڑکیوں کو قتل نہیں کریں گے۔ (۴) کسی پر جھوٹی تہمت نہیں لگائیں گے۔ اور نہ کسی کی چغلی کیا کریں گے۔ (۵) نبی کی اطاعت ہر اچھی بات میں کیا کریں گے۔

جب یہ بارہ نیک بخت لوگ وطن کو واپس جانے لگے تو حضور نے اُن کے ساتھ حضرت مصعب بن عمیرؓ کو روانہ فرمایا۔

انہوں نے یثرب میں تبلیغ کا کام شروع کر دیا۔ بنی عبدالاشہل اور بنی ظفر کے سردار سعد بن معاذ اور اُسید بن حضیر یہ دیکھ کر چونکے اور مخالفت میں ہتھیار سنبھال کر نکلے۔ مگر حضرت مصعب کی زبان سے کلام الٰہی کی عظمت کا ان کے دلوں پر ایسا سکہ بیٹھا کہ مسلمان ہو کر اسعد بن زرارہ کے گھر سے نکلے اور موخرالذکر کے ساتھ ایک ہی دن میں اسکے قبیلہ بنی عبدالاشہل کے تمام زن و مرد بھی مسلمان ہو گئے اور اسکا متعدی اثر بمساعی مصعبؓ انصار کے تمام قبیلوں میں ساری ہو گیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ اگلے سال ۱۳ سنہ نبوت کو جو سعید روحیں حاضر خدمت نبوی ہوئیں۔ اُن کی تعداد ۷۵ تھی (۷۳ مرد اور دو عورتیں) ان کے حاضر ہونے کا مقصد علاوہ حصول دیدار فیض آثار جناب رسالت پناہیؐ کے یہ بھی تھا۔ کہ حضورؐ کو اپنے شہر یثرب میں آنے کی دعوت دیں اور منظوری

لے کر واپس لوٹیں۔

حضورؑ علیہ السّلام کو یثرب تشریف لے چلنے کی دعوت

یثرب کے ۷۵ مشتاقانِ دیدار کا مجمع حضور علیہ السّلام سے اسی مقام عقبہ پر ملاقی ہوا۔ جہاں کہ دو سال پہلے ان کے چھ افراد دیدار سرکار مصطفوی سے بہرہ یاب ہوئے تھے۔ انہوں نے پہلے عرض کیا۔ کہ ہمیں اپنی زبان مبارک سے کلام الٰہی سنا کر مستفیض فرمائیں۔ چنانچہ حضور سے کلام اللہ سن کر اُن کے قلوب ایمان دایقان کے نور سے لبریز ہو گئے۔ اس کے بعد انہوں نے عرض کیا۔ کہ ہماری تمنا ہے کہ حضورؐ ہمارے شہر تشریف لے چلیں۔ اور وہیں سکونت پذیر ہوں۔ حضورؐ کے استفسار پر انہوں نے عہد کیا کہ وہ دینِ حقہ کی اشاعت میں حضور کی پوری پوری مدد کریں گے۔ اور آپ کے ساتھیوں کی حمایت اپنے اہل دعیال کی طرح کریں گے۔ اس کے عوض میں وہ بہشت کی بشارت سن کر بہت مسرور ہوئے اور جب ان کو یہ تسلی دی گئی کہ حضورؐ ان کی رفاقت کبھی نہ چھوڑیں گے۔ اور حضور کا مرنا جینا ان کے ساتھ ہوگا۔ تو ان کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔ وہ عاشقانِ صداقتِ نشان

بیتنا بانہ اُٹھے اور بڑے سرور و نشاط کے ساتھ حضورؐ کے ساتھ جان نثاری کی بیعتِ اسلام کی۔ حضور علیہ السّلام نے اشاعت دین کے لئے اُن میں سے بارہ نقیب مقرر فرمائے اسی طرح جس طرح کہ حضرت عیسٰے علیٰ نبینا و علیہ السّلام نے فرمائے تھے۔ ان میں سے ۹ اشخاص تو قبیلہ خزرج کے تھے۔ اور تین قبیلہ اوس کے۔

ہجرت یثرب میں قریش کی مزاحمت

قریش دین اسلام کے سخت دشمن بنے ہوئے تھے۔ جب ان کو معلوم ہوا کہ یثرب سے ۷۵ آدمی حضور علیہ السّلام کی زیارت کر کے دولتِ ایمانی سے مالا مال ہو کر واپس چلے ہیں۔ تو انہوں نے مزاحم ہونا چاہا۔ مگر وُہ پہلے ہی نکل چکے تھے۔ بارہ نقیبوں میں سے ایک سعد بن عبادہ پر انہوں نے قابو پا لیا۔ اور مکہ لا کر انہیں سخت اذیتیں دیں۔ اخیر جبیر بن مطعم اور حارث بن امیہ نے تجارتی تعلقات کی وجہ سے آکر انہیں مخلصی دلائی۔ اور یہ یثرب پہنچے۔ جو مسلمان مکّہ کے باشندے تھے وُہ پوری آزادی سے عبادت الٰہی نہیں کر سکتے تھے۔ اس لئے انہوں نے اجازتِ ہجرت مانگی۔

مشرکین نہیں چاہتے تھے کہ یہ توحید پرست ان کے قابو سے نکل جائیں۔ اس لئے وُہ سخت مزاحم ہوئے۔ حضرت صہیب رومی کو مجبور کیا کہ وُہ ہزاروں روپیہ کو خیرباد کہیں تو مکّہ سے باہر قدم نکالیں۔ چنانچہ انہوں نے مذہبی آزادیوں پر سب مال و متاع کو قربان کر دیا۔ جب حضور کو صہیب رضؓ کے اس کام کی اطلاع ہوئی۔ تو آپ نے فرمایا کہ صہیب نے اس سودہ میں نفع کمایا ہے۔

حضرت ام سلمہ رضؓ اپنے شوہر ابوسلمہ اور بچے سلمہ کو ساتھ لے کر مکّہ سے رخصت ہوئیں۔ مشرکین نے اطلاع پاکر انہیں جبراً واپس کر دیا۔ بنو مغیرہ نے جو ام سلمہ کے خاندان کے لوگ تھے۔ ان کو اور بنو عبد الاسد سلمہ کو اپنے ہاں لے گئے۔ مگر ابوسلمہ رضؓ نے دین کی محبت میں نہ بیوی کی مفارقت کی پروا کی نہ بیٹے کے چھن جانے کا غم کیا۔ اور تنہا یثرب کو چل دیئے۔ ام سلمہ رضؓ برابر سال بھر اُس جگہ جاتیں جہاں وُہ شوہر اور فرزند سے جدا کر دی گئی تھیں اور دل کی بھڑاس نکال کر آجاتیں۔ آخر ان کے چچیرے بھائی نے ترس کھا ہر دو قبائل کو اس بات پر راضی کر لیا کہ وہ بچہ کو لے کر اپنے شوہر کے پاس یثرب چلی جائیں چنانچہ وہ تنہا ایک اونٹ پر سوار ہو کر منزل مقصود

پر پہنچ گئیں ۔

ایک حضرت عمرؓ تھے۔ جنہوں نے کفار کو للکار کر ہجرت کی ۔ اور ہشام صحابی کے ساتھ یثرب پہنچ گئے ۔ ابو جہل اور حرث جو ہشام کے اخیافی بھائی تھے ۔ تعاقب میں پہنچے ۔ اور مفارقت میں والدہ کے حال زبون کا قصہ سنا کر واپس چلنے پر آمادہ کر لیا۔ حضرت عمرؓ نے سمجھایا بھی کہ یہ فریب معلوم ہوتا ہے ۔ ان سے بچتے رہنا ۔ مگر وُہ ماں کا برا حال سن کر روانہ ہو پڑے ۔ راہ میں دونوں ان کو دھوکے سے قید کر کے مکّہ واپس لے آئے ۔ آخر حضور علیہ السلام نے خود مدینہ پہنچ کر ولید بن مغیرہ کو مکّے بھیجا اور وُہ ہشام کو نکال کر لے گئے ۔

صاحبان ! آپ نے دیکھ لیا کہ مشرکین مکّہ کو مسلمانوں سے کس قدر دشمنی تھی ۔ وُہ نہیں پسند کرتے تھے . کہ یہ اُن کی آنکھوں سے اوجھل ہو کر بھی خدائے واحد کی پرستش کریں ۔ مگر انجام کار حق ہی کی فتح ہوئی ۔ اور ابو جہل اور اس کے ساتھ تمام مخالفین اسلام تھوڑے ہی عرصہ میں نیست و نابود ہو گئے ۔ اور مسلمانوں نے انتم الاعلون ان کنتم مومنین کی قرآنی پیشنگوئی کو اپنی آنکھوں سے پورا ہوتے دیکھ لیا ۔

الحمد للہ علےٰ ذالک ۔

حضور علیہ السّلام کی ہجرت یثرب کو

حضور علیہ السلام کے اکثر صحابہ رض جب مکہ سے ہجرت کر کے جلشہ و یثرب پہنچ گئے اور مدینہ میں مشہور صحابہ رض میں سے صرف حضرت ابو بکر صدیق رض اور حضرت علی رض وغیرہ ہی رہ گئے تو کفار قریش نے حضور ص کی قلتِ اعوان کو غنیمت سمجھا۔ اور اپنے دار الندوہ میں مشورہ کرنے کے بعد یہ قرار دیا کہ سب قبیلوں سے جوان منتخب کئے جائیں۔ جو صبح کی نماز کے لئے اٹھتے ہی حضور ص کا تلواروں کے واروں سے کام تمام کر دیں۔ تاکہ اس متفقہ فیصلہ کے سامنے نہ نبی ہاشم کو زہرۂ چون و چرا ہو سکے اور نہ صحابہ رض میں سے کوئی ہاتھ ہلا سکے۔ حضور کو ان کی شرارتوں کا پہلے ہی بذریعہ وحی علم ہو چکا تھا۔ اور آپ ص اپنے صاحبِ راز دار حضرت ابو بکر صدیق رض سے ذکر کر کے سامان سفر کر چکے تھے۔ اس لئے آپ ص اسی رات جس کی صبح کو آپ ص کے شہید کرنے کی سازش کی گئی تھی۔ سورۂ یٰسٓ پڑھتے ہوئے کفار کے پہرے میں سے نکل کر حضرت صدیق رض کے ہاں تشریف لائے۔ حضرت علی رض کو امانتوں وغیرہ کی واپسی کے لئے پیچھے چھوڑ دیا۔ اور ابو بکر رض کے گھر سے ۲۷ صفر ۱۳ نبوت

کو بروز پنجشنبہ مطابق ۱۲ ستمبر ۶۲۲ء مکہ کو خیر باد کہہ کر اپنے یارِ غار کے ہمراہ چار پانچ میل سفر کر کے کوہ ثور کی غار میں پہنچے۔ حضرت ابو بکرؓ کا بیٹا عبداللہ رات کی تاریکی میں آتا اور اہلِ مکہ کی سازشوں سے مطلع کر جاتا۔ عبدالرحمن بن ابوبکرؓ (برادرِ ام المومنین عائشہ صدیقہؓ) کا غلام عامر بن فہیرہ ادھر ریوڑ چرانے آتا۔ دودھ دوہ کر دے جاتا۔ اور واپسی پر حاضرِ خدمت نبوی ہونے والوں کے نقشِ پا مٹا جاتا۔ تاکہ کفار کھوج لگا کر کہیں نبیؐ و صدیقؓ کو تکلیف نہ پہنچائیں۔ اسی طرح تین دن رات ہوتا رہا۔ چوتھی رات کو حضرت صدیق اکبرؓ کے گھر سے دو اونٹنیاں پہنچ گئیں۔ جن کو اسی خدمت کے لئے تیار کیا گیا تھا۔ ایک پر حضور بمعہ یارِ غار خود سوار ہوئے اور دوسری پر عامر بن فہیرہ اور عبداللہ بن ارلقطہ (جسے راہ بتانے کے لئے ملازم رکھا تھا) بیٹھ کر یکم ربیع الاوّل کو پیر کے دن یثرب کی طرف روانہ ہو گئے۔

یثرب کی راہ میں مشہور واقعات

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب چوتھی شب غار سے روانہ ہوئے تو پہلے ہی دن آپ کو راستہ میں ایک خیمہ ملا۔ جس

میں ایک عورت قوم خزاعہ سے بیٹھی تھی۔ اس کا نام ام معبد تھا۔ عرب مہمان نوازی میں تو یوں بھی مشہور ہیں۔ مگر یہ نیک بخت عورت خاص طور پر اپنے قومی جوہر میں ممتاز تھی۔ مسافروں کی خبر گیری اور خاطر تواضع کرنا اس کا شعار تھا۔ ٹھنڈا پانی پلا کر تشنہ لبوں کی پیاس بجھایا کرتی تھی۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہاں پہنچے۔ اس کے خیمہ میں صرف ایک کمزور بکری تھی۔ جس کے تھنوں میں دودھ کا قطرہ بھی نہ تھا۔ حضورؐ اجازت لے کر اسے دوہنے لگے۔ برتن دودھ سے فوراً بھر گیا۔ حضورؐ نے وہ اپنے ساتھیوں کو پلایا دوسری دفعہ بھر اسے لبالب کیا۔ خود پیا اور ہمراہیوں کو دیا تیسری مرتبہ پھر برتن بھرپور کر کے ام معبد کے حوالے کیا اور خود آگے کو روانہ ہوئے۔ آپ کے روانہ ہو جانے کے بعد ام معبد کا شوہر آیا۔ خیمہ میں دودھ سے برتن کو پُر دیکھ کر حیران ہوا۔ زوجہ سے پوچھا۔ اس نے بتایا کہ ایک متبرک شخص نے ایک گھڑی یہاں بسیرا کیا تھا اور یہ اسی کے ہاتھ کی برکت ہے۔ اس کو عرصہ سے نبی آخر الزمان کا انتظار تھا۔ حضورؐ کا حلیہ دریافت کر کے اسے یقین ہو گیا کہ جس گوہر مراد کی تلاش تھی وہ کان سے نکل آیا۔ اب دنیا کی کایا پلٹ جائے گی۔ اور لوگ نکبت وادبار کے گڑھے سے نکل کر

اوجِ کمال پر پہنچ جائیں گے۔

یثرب کی راہ میں بریدۂ اسلمیؓ جو اپنی قوم کا سردار تھا۔ آپ سے دوچار ہوا۔ یہ آپ کے گرفتار کرنے کو نکلا تھا۔ تاکہ قریش سے سو اونٹ کا معہودہ انعام حاصل کرے۔ مگر یہاں حضور کی نظر کیمیا اثر پڑتے ہی کندن ہو گیا۔ اور ستر آدمیوں سمیت حلقہ بگوش اسلام بن گیا۔ نیزہ پر اپنی پگڑی باندھ کر اسے علم بنایا۔ سفید پھریرا ہوا میں لہرا رہا۔ اور بریدہ منادی کر رہا تھا۔ کہ امن کا بادشاہ۔ صلح کا حامی۔ دنیا کو عدل و انصاف سے بھرپور کرنے والا محبوب خدا تشریف لا رہا ہے۔

اس سے اور آگے بڑھے کہ زبیر بن العوام حضور علیہ السّلام کے پھوپھی زاد بھائی اور ہمزلف شام سے اسلامی تاجروں کے ساتھ واپس آتے ہوئے ملاقی ہوئے اور حضور علیہ السّلام اور

لہ گرفتار کرنے کو نکلنے والے کا نام اکثر روائتوں میں سُراقہ لکھا ہے۔ جسے دیکھ کر آپنے فرمایا۔ اَللّٰھُمَّ اَکْفِنَاشَرَّہٗ بِمَاشِئْتَ۔ اس کا گھوڑا گھٹنوں تک زمین میں دھنس گیا۔ اور یہ معجزہ دیکھ کر وہ طالب معافی ہوا۔ اور آخر کار مسلمان ہو گیا۔ یہی وہ سراقہ ہے جس سے حضور علیہ السّلام نے فرمایا کہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ تم کسریٰ کے کنگن پہنے ہو۔ چنانچہ حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں فاروق اعظمؓ ہاتھوں یہ پیشنگوئی پوری ہوئی۔

اپنے خسر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لئے سفید پانچ جات ہدیتاً پیش گئے ؛

قبا میں حضور علیہ السّلام کا وُرود مسعود

مدینہ منوّرہ سے تین میل کے فاصلہ پر جو بالائی آبادی ہے اس کو عالیہ اور قبا کہتے ہیں جسوقت حضور علیہ السّلام یہاں ۸ ربیع الاوّل (مطابق ۲۰ر ستمبر ۶۲۲ء کو نبوت کے تیرھویں سال تشریف لائے تو جمعرات یا پیر کا دن تھا۔ قبا میں انصار کے بہت سے خاندان آباد تھے۔ جن میں سے عمرو بن عوف کا خاندان خاص طور پر ممتاز تھا۔ خاندان کے سردار کلثوم بن الہدم تھے جب حضورؐ قبا میں داخل ہوئے تو تمام خاندان نے وفورانبساط میں نعرہ اللہ اکبر بلند کیا۔ اسی خاندان کو حضورؐ علیہ السلام کی مہمانی کا فخر حاصل ہوا۔ انصار نے جوش عقیدت سے جوق جوق آکر سلام عرض کرنا شروع کیا۔ جن لوگوں کی آنکھیں ابھی حضورؐ کے دیدار فیض آثار سے منور نہیں ہوئیں تھیں۔ ان کو نبیؐ و صدیق کی شناخت میں اشتباہ ہو جاتا تھا۔ حضرت صدیق اکبرؓ یار غار محمدؐ سرور صلی اللہ علیہ وسلم اس ضرورت کو تاڑ گئے اور سر مبارک پر سایہ کر کے کھڑے ہو گئے۔ اکثر صحابہ اکرام

جو حضورؐ سے پہلے ہجرت کر کے آئے تھے۔ اسی جگہ اترے ہوئے تھے۔ حضرت علیؓ بھی جو حضورؐ کی ہجرت از مکہ سے تین دن بعد آپ کی امانتیں واپس کر کے روانہ ہوئے تھے۔ یہیں آکر ملاقی ہوئے۔ حضورؐ نے یہاں حسب روایت صحیح بخاری چودہ روز قیام فرمایا اور پہلا کام جو کیا وہ ایک مسجد کی تعمیر تھا۔ حضورؐ نے اپنے دست مبارک سے اس کی بنیاد ڈالی۔ اور خود مزدوروں کے ساتھ پتھر اٹھا اٹھا کر دیتے تھے۔ اس مسجد کی تعریف قرآن شریف میں بدیں الفاظ موجود ہے۔

لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ؕ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ (توبہ)

یعنی وہ مسجد جس کی بنیاد پہلے ہی دن پرہیزگاری پر رکھی گئی ہے۔ وہ اسبات کی زیادہ مستحق ہے کہ تم اس میں کھڑے ہو۔ اس میں ایسے لوگ ہیں جن کو صفائی بہت پسند ہے۔ اور خدا صاف رہنے والوں کو دوست رکھتا ہے"۔

اس متبرک ہاتھوں سے بنا کردہ مسجد کا جسقدر احترام و تقدس ہو تھوڑا ہے۔ یہاں جو شخص دو رکعت نماز تحیت المسجد پڑھے اسے عمرہ کے برابر ثواب ملتا ہے۔

مسجد قبا جسے قدیم مدینہ یا قوت الاسلام بھی کہتے ہیں

مدینہ منورہ سے تین میل کے فاصلہ پر ہے۔ ٹمٹم اور گدھے کی سواری جاتی ہے۔ راستہ میں تھوڑی دور جا کر ترکوں کا تیار کردہ قلعہ ملتا ہے۔ ہر طرف کھجوروں کے باغات ہیں۔ دائیں بائیں تھوڑی آبادیاں چلی گئی ہیں۔ پندرہ بیس منٹ میں مدینہ سے قبا پہنچ جاتے ہیں۔

حضورؐ کے قدوم میمنت لزوم سے یثربؔ کا مدینۃ النبیؐ بننا

چودہ[۱۴] دن کے بعد قبا سے آپ مدینہ کی طرف روانہ ہوئے جمعہ کا روز تھا۔ نماز کا وقت بنی سالم کے محلہ میں آگیا چنانچہ

لہ۔ اسلام سے پیشتر اسے یثرب کہتے تھے اس کی وجہ تسمیہ میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ حضرت نوحؑ کے ایک بیٹے کے نام پر اس کا نام یثرب ہوا کسی کا قول ہے کہ جبل احد کی جانب مغرب ایک ناحیہ کو بوجہ اسکے کھجوروں کے درختوں اور چشموں کی کثرت کے یثرب کہتے ہیں بعض اسکے لفظ میں تباہی کے معنی بتا کر نام یثرب کو مکروہ بتاتے ہیں۔ اور ایک حدیث بیان کر کے کہتے ہیں کہ جو مسلمان ایک بار یثرب منہ سے نکالے اسے اپنا منہ پاک کرنا چاہیئے اور بطور تلافی دس مرتبہ مدینہ مدینہ کہنا چاہیے۔ واللہ اعلم بالصواب

یہیں آپؐ نے خطبہ پڑھا اور نماز جمعہ پڑھائی۔ اور یہ پہلی نماز جمعہ اور اسکا خطبہ تھا۔ لوگوں کو جب حضورؐ پرنور کی تشریف آوری کا مژدہ گوش زد ہوا تو وہ اس شمع ہدایت کے دیدار کو پروانہ وار دوڑے۔ مشتاقان جمال محمدی قبا سے مدینہ تک دو رویہ صف بستہ کھڑے تھے۔ حضورؐ کے دادا عبدالمطلب کے ننہال بنو نجار بھی مدینہ کے رہنے والے تھے۔ ان کو اس رشتہ کی وجہ سے حضورؐ کی تشریف فرمائی کی اور بھی مسرت تھی وہ اسلحہ سے آراستہ ہو کر حاضر ہوئے۔ جب حضور پاس سے گذرے تو انصار کا ہر قبیلہ خدمت نبوی میں عرض کرتا کہ "حضورؐ ہمارا گھر آپ کے لئے وقف ہے۔ ہمارا مال آپ کی دولت ہے۔ اور ہماری جانیں آپ پر نثار ہونے کو حاضر ہیں"۔ آپ شکریہ ادا کرتے اور دعائے خیر دیتے۔ جب شہر قریب آیا۔ تو شہر کی خاتونیں جوش کے عالم میں چھتوں پر آکر ان الفاظ میں اظہار مسرت کرنے لگیں۔

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَیْنَا — مِنْ ثَنِیَّاتِ الْوَدَاع
چاند نکل آیا — کوہ وداع کی گھاٹیوں سے
وَجَبَ الشُّکْرُ عَلَیْنَا — مَا دَعٰی لِلّٰہِ دَاع
ہم پر خدا کا شکر واجب ہے — جبتک دعا مانگنے والے دعا مانگیں

آپؐ کے جد بزرگوار عبدالمطلب کے خاندان کی معصوم لڑکیاں

دف دف بجا بجا کر یوں اپنی دلی شادمانی کا اظہار کر رہی تھیں ؎

نَحْنُ جَوَارٍ مِنْ بَنِیْ نَجَّارٍ — یَا حَبَّذَا مُحَمَّدٌ مِنْ جَارٍ
ہم بنی نجار کی لڑکیاں ہیں — محمد (صلعم) کیا ہی اچھے ہمسائے ہیں

آپؐ نے ان لڑکیوں کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا "کیا تم مجھے چاہتی ہو"؟ بولیں "ہاں" فرمایا "میں بھی تم کو چاہتا ہوں"۔ انصار میں سے ہر ایک کی یہ آرزو تھی کہ حضورؐ اسی کے ہاں تشریف فرما ہوں۔ آپ نے فرمایا "میرے ناقہ کو چھوڑ دو۔ یہ خدا کی طرف سے مامور ہے"۔ چنانچہ وہ ناقہ حضرت ابو ایوب انصاری کے گھر[1] کے سامنے جا کر بیٹھ گیا۔ اور محبوب الٰہی کی اقامت کا شرف انہی کے حصہ میں آیا اور یہ بنو نجار میں سے تھے۔ جن کی حضورؐ سے رشتہ داری پیشتر ازیں مذکور ہو چکی ہے۔ جبتک مسجد نبوی اور اس کے آس پاس حجرے تعمیر نہ

[1] کہتے ہیں کہ یہ گھر تبع اصغر بادشاہ یمن نے حضور علیہ السلام کی بعثت کی پیشنگوئی سن کر بنوا کر اس کا متولی ایک عالم کو مقرر کیا تھا اور ایک خط اپنے حضورؐ کے ایمان لانے اور تصدیق نبوت کرنے کے حال پر لکھ کر اور اس پر اپنی مُہر کر کے اس متولی کے حوالہ کیا تھا اور وصیت کی تھی کہ اگر تم حضورؐ کا زمانہ پاؤ تو یہ خط پہنچا دینا۔ ورنہ اپنی اولاد میں منتقل کرتے جانا تاکہ یہ خط بارگاہ مصطفوی میں پہنچ جائے۔ حضرت ابو ایوب انصاری اسی متولی کی اولاد میں سے تھے۔ چنانچہ آپنے وہ خط حضور نبوی میں پہنچا دیا۔

ہو لئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ابو ایوب ہی کے ہاں سات ماہ اقامت گزین رہے۔ حضورؐ نے زائرین کی سہولت کے لئے مکان کی منزلِ زیریں پسند فرمائی۔ اوپر حضرت ابوایوبؓ رہتے تھے۔ اور دو وقت کھانا حضورؐ کے لئے بھیج دیتے۔ جو بچ رہتا اسے بڑی خوشی سے تبرک سمجھ کر نوش جان کرتے۔

حضور علیہ السلام کے قیام مدینہ میں مشہور واقعات

ان واقعات کی تفصیل کے لئے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دورانِ قیام میں مدینہ منورہ میں ظہور پذیر ہوئے۔ ایک علیحدہ جلد درکار ہے۔ اور نہ ہماری یہ کتاب ان مضامین کی متحمل ہے۔ لہذا سال وار مشہور واقعات پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

سنہ ۱ھ

اذان[1] کی ابتدا نماز کو باجماعت ادا کرنے کے لئے ذریعہ

---

[1] حضرت ابو ایوب کے اخلاص کا ثمرہ ان کو یہ ملا کہ آپ کے مزار کو قسطنطنیہ میں ترکی سلاطین کی زیارتگاہ بنایا۔ وہاں آپ کا حضرت معاویہ کے حملۂ قسطنطنیہ کے وقت سے مزار ہے۔ جو نیا سلطان تخت نشین ہوتا ہے وہ پہلے آپ کی درگاہ پر حاضر ہو کر تلوار زیب تن کرتا ہے۔

اجتماع کی تلاش ہوئی۔ کسی نے علم کھڑا کرنے کی اصلاح دی۔ کسی نے بوق و ناقوس بجانے کی۔ حضرت عمرؓ نے اذان کی تجویز پیش کی۔ جو حضور علیہ السلام کو پسند آئی۔ پس آپ نے حضرت بلالؓ کو بلا کر اذان کا حکم دیا۔

(۲) انصار و مہاجرین میں مواخات

اگرچہ مہاجرین کے لئے (جو تعداد میں اس وقت تک پنتالیس ۴۵ تھے) انصار کا گھر مہمانخانہ عام تھا۔ تاہم ایک مستقل انتظام کی ضرورت تھی۔ حضور علیہ السّلام نے حضرت انس بن مالک کے گھر مہاجرین و انصار کو جمع فرما کر انصار کو خطاب فرمایا کہ یہ (مہاجرین) اور تم (انصار) بھائی بھائی ہو اور اب وُہ درحقیقت بھائی بھائی تھے۔ انصار نے مہاجرین کو ساتھ لے جا کر گھر کی ایک ایک چیز کا جائزہ دے دیا۔ کہ آدھا آپ کا اور آدھا ہمارا ہے۔ سعد بن الربیع (جو عبدالرحمٰن بن عوف کے بھائی قرار پائے) کی دُو بیویاں تھیں۔ انہوں نے عبدالرحمٰن سے کہا کہ ایک کو میں طلاق دے دیتا ہوں۔ آپ اس سے نکاح کر لیجئے۔ لیکن آپ نے تشکریہ سے انکار کر دیا۔ مہاجرین اپنے بھائیوں کے لئے بار نہیں ہونا چاہتے تھے۔ اس لئے وُہ تجارت میں مشغول ہو گئے۔ اور صورت معاش پیدا کر لی۔ تاہم

انصار نے جس ایثار سے کام لیا۔ اس کی مثال دنیا کی تاریخ پیش نہیں کر سکتی۔

(۳) ولادتِ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ

حضور علیہ السلام کے پھوپھیرے بھائی اور ہمزلف (داماد حضرت صدیق اکبرؓ) حضرت زبیرؓ بن العوم کے گھر عبداللہ (از بطنِ اسماء) پیدا ہوئے۔ اب تک مہاجرین میں سے کسی کے اولاد نہیں ہوئی تھی۔ اس لئے یہ مشہور ہو گیا تھا۔ کہ یہود نے جادو کر دیا ہے۔ اس لئے ان کی ولادت پر مسلمانوں نے خوشی کا نعرہ بلند کیا۔ یہی وہ عبداللہ بن زبیرؓ ہیں۔ جنہوں نے امام حسینؓ کے واقعہ کے بعد حجاز میں اپنی خلافت قائم کر لی تھی اور حجاج بن یوسف کے قبائل سے بڑی بہادری سے لڑ کر اپنی بوڑھی والدہ کے سامنے جان دی تھی۔

(۴) **چار رکعت نماز**۔ اب تک نمازوں میں صرف دو دو رکعتیں تھیں۔ اب ظہر و عصر و عشا میں چار چار ہو گئیں۔ لیکن سفر کے لئے پھر بھی دو ہی رہیں۔

سنہ ۲ھ

(۱) **تحویلِ قبلہ** مسلمانوں نے سولہ مہینے بیت المقدس کی

طرف منہ کر کے نماز پڑھی تھی۔ کہ فوراً بفرمانِ الٰہی اُن کو کعبہ کی طرف رُخ کر کے ادائے صلوٰۃ کا حکم ہوا۔ ایسا کیوں کیا گیا؟ اس کا جواب خود قرآن شریف میں بالفاظ لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ يَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ موجود ہے۔ کہ یہ معلوم ہو جائے کہ پیغمبرؐ کا پیرو کون ہے۔ اور پیچھے پھر جانے والا کون ہے۔

(۲) **غزوۂ بدر** رمضان میں بمقام بدر جو مدینہ سے شام کی راہ پر اسیؔ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ مشرکین قریش کے حملہ کو روکنے کے لئے حضور علیہ السّلام تین سو تیرہ جان نثار صحابہ کو لے کر پہنچے۔ خدا نے ان کو ایک ہزار مخالفین پر فتح عنایت کی۔ اس احسان کی یاد خود اللہ تعالےٰ دلاتا ہے۔ کہ وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ج فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ۔ (اور تحقیق بدر میں اللہ نے تم کو مدد دی اور تم کمزور تھے۔ پس اللہ سے ڈرو تاکہ تم شکر گذار بن جاؤ۔)

اس جنگ میں بڑے بڑے مشرکین۔ ابوجہل۔ عتبہ بن ربیعہ اور اس کا بھائی شیبہ۔ عاص بن الہشام۔ امیہ بن خلف وغیرہ فی النار ہوئے اور حضرت عباس۔ عقیل (حضرت علیؓ کے بھائی)، نوفل وغیرہ گرفتار ہوئے۔ جو حضرت عمرؓ کی رائے کے

خلاف فدیہ دینے پر رہا کئے گئے۔ جس پر خدا کی طرف سے وعید نازل ہوئی۔ ملاحظہ ہو۔ سورہ انفال کی یہ آیہ مَا کَانَ لِنَبِیٍّ اَنْ یَّکُوْنَ لَہٗٓ اَسْرٰی حَتّٰی یُثْخِنَ فِی الْاَرْضِ الخ (پیغمبرؐ کے لئے یہ مناسب نہ تھا کہ اس کے پاس قیدی ہوں تاآنکہ خوب زمین میں لڑ نہ لے)

(۳) **غزوۂ سویق** ابوسفیان رئیس قریش نے قسم کھائی تھی کہ جب تک وہ مقتولان بدر کا بدلہ نہ لے گا۔ نہ غسل جنابت کرے گا۔ نہ سر میں تیل ڈالے گا۔ پس وہ دو سو شتر سوار لے کر مدینہ کی طرف بڑھا اور عریض پر حملہ آور ہوا۔ جو مدینہ سے تین میل کے فاصلہ پر ہے۔ ایک انصاری سعد بن عمرو کو قتل کر کے اور چند مکانات اور گھاس کے انبار جلا کے اپنی قسم کو پورا کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب خبر ہوئی تو اس کا تعاقب کیا۔ ابوسفیان کے پاس سامان سفر سویق (ستو) تھا۔ جو وہ گھبراہٹ میں پھینکتا گیا۔ اس لئے اس غزوہ کو جو ذوالحجہ ۲ھ میں واقعہ ہوا۔ غزوۂ سویق کہتے ہیں۔

(۴) **نکاح فاطمہؓ** حضورؐ کی سب سے چھوٹی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ کی عمر اب اٹھارہ سال کی ہو چکی تھی۔ اور شادی کے پیغام آنے لگے تھے۔ لہٰذا آپ نے ان کا نکاح اپنے پرورش

کردہ چچا کے بیٹے حضرت علی المرتضےٰ رضہ سے ذوالحجہ میں کر دیا۔ جناب امیر رضہ کے پاس سوائے ایک زرہ۔ ایک بھیڑ کی کھال اور ایک بوسیدہ یمنی چادر کے اور کچھ نہ تھا۔ یہی چیزیں بصورت مہر وغیرہ بیوی کو دی گئیں۔ حضور علیہ السلام نے جہیز میں ایک بان کی چارپائی۔ کھجور کے پتوں سے بھرا ہوا چمڑے کا گدا۔ ایک چھاگل۔ ایک مشک۔ دو چکیاں۔ اور دو مٹی کے گھڑے دیئے۔ حارثہ بن نعمان انصاری سے ایک مکان سکونت کے لئے دلایا۔ اور اپنی عزیز بیٹی کو رخصت کیا۔

۵۔ اسی سال ماہ رمضان کے روزے فرض ہوئے۔

۶۔ اسی سال صدقۂ فطر ادا کرنے کا حکم جاری ہوا۔

۷۔ اسی سال عید الفطر کی نماز باجماعت عیدگاہ میں پڑھی گئی۔

سنہ ۳ھ

(۱) غزوہ اُحد۔ اُحد مدینہ منورہ سے شمالی جانب قریباً دو میل کے فاصلہ پر ایک پہاڑ ہے۔ اسی جگہ اہل اسلام اور مشرکین مکہ میں لڑائی ہوئی۔ جس میں بہت سے جلیل القدر صحابہ کرام شہید ہوئے۔ مثلاً۔ حضرت حمزہ رضہ۔ حضرت مصعب عمیر رضہ۔ حضرت عبداللہ بن جبیر رضہ۔ حضرت حذیفہ کے والد یمان رضہ۔ حضرت انس

کے چچا ابن النضر۔ زیاد بن سکن وغیرہ اس جنگ میں کفّار مقتولین بدر کا انتقام لینے کے لئے بڑے ساز و سامان سے آئے تھے اور ان کے ساتھ بڑے بڑے گھرانوں کی عورتیں بھی تھیں۔ جو انہیں یہ رجز پڑھ پڑھ کر اُبھار رہی تھیں۔

نحن بنات طارق نمشی علے النمارق

ان تقبلوا نعانق۔ او تدبروا نفارق

یعنی ہم ایسے سرداروں کی بیٹیاں ہیں جو آسمان اقبال کے چمکتے تارے تھے۔ ہم قالینوں پر چلنے والی ہیں۔ اب دیکھو ہم تمہارے ساتھ میدان کارزار میں آگئی ہیں۔ پس اگر تم دشمن کے مقابلے میں کامیاب واپس آؤ۔ تو ہم تم سے گلے ملیں گے۔ اور اگر تم قدم پیچھے ہٹاؤ گے تو ہم تم سے الگ ہو جائیں گی۔

یہ رجز خوان رئیس زادیاں یہ تھیں۔ (۱) ہند عتبہ کی بیٹی (۲) ام حکیم ابو جہل کی بہو۔ (۳) فاطمہ۔ حضرت خالد کی بہن (۴) برزہ رئیس طائف کی بیٹی (۵) ریطہ۔ عمر ابن العاص کی زوجہ (۶) حناس۔ حضرت مصعب بن عمیر شہید اُحد کی ماں۔

ان کے مقابل مسلمانوں کی مستورات بھی شریک جہاد تھیں۔

(۱) حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ (۲) ام سلیم رضؓ والدہ حضرت انس رضؓ (۳) حضرت فاطمہ رضؓ (۴) ام سلیم حضرت ابو سعید خدری کی ماں (۵)

ام عمارہؓ جنہوں نے حضورؐ پر سے ابن قمیہ کے وار کو اپنے کندے پر روکا۔ (۶) حضرت صفیہ رضؓ حضورؐ کی پھوپھی (۷) ایک عورت جس کے باپ بھائی شوہر سب اس معرکہ میں شہید ہوئے تھے۔ اور جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بسلامت دیکھ کر کہا تھا ؎

میں بھی اور باپ۔ شوہر بھی برادر بھی فدا
اے شہِ دین تیرے ہوتے ہوئے کیا چیز ہیں ہم

اس جنگ میں مسلمانوں کو ستر جانوں کا نقصان پہنچا جس کی وجہ تیر اندازوں کا دشمن کو شکست خوردہ دیکھ کر اپنا مورچہ چھوڑ دینا تھی باایں ہمہ فتح حق ہی کی رہی۔ اور دشمن بے نیل مرام رخصت ہوا۔

(۲) حضرت امام حسن ۱۵ رمضان کو پیدا ہوئے۔

(۳) حضرت حفصہ رضؓ بنت فاروق اعظم رضؓ سے حضور علیہ السلام نے نکاح کیا۔ جو غزوہ بدر کے زمانہ میں بیوہ ہو گئیں تھیں۔

(۴) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد وفات سیدہ رقیہ رضؓ اپنی دوسری صاحبزادی سیدہ ام کلثوم رضؓ کا حضرت عثمان رضؓ سے نکاح کر دیا۔ جس سے وہ ذوالنورین کہلائے۔

(۵) وراثت کا قانون نازل ہوا۔ اور ذوالارحام کے معنوں کی بھی تفصیل کی گئی۔

(۱۴) مشرکہ عورت سے نکاح حرام قرار دیا گیا۔

۴ھ

اس سال مختلف سرایہ وقوع پذیر ہوئے۔ ۱۔ سریہ ابی سلمہ جس میں دشمن جو مدینہ پر حملہ کرنے والا تھا شکست یاب ہوا۔ ۲۔ سریہ ابن انیس جس میں سفیان بن خالد کے قتل پر دشمن کو ناکامی حاصل ہوئی۔ ۳۔ واقعہ بیر معونہ۔ اس میں ستر مقدس مبلغین اسلام کو جو زیادہ تر اصحاب صفہؓ میں سے تھے عامر بن طفیل نے باستثنائے عمرو آمیہ شہید کر ڈالا۔ یہ مبلغین نبی کلاب کے رئیس کی درخواست پر دعوت اسلام کے لئے بھیجے گئے تھے۔ (۴) واقعہ رجیع۔ اس میں عضل اور قارۃ کے قبائل نے احکام وعقائد اسلام سیکھنے کے لئے دس معلمین حضورؐ سے طلب کئے مگر بمقام رجیع آٹھ کو بد عہدی سے قتل کر ڈالا۔ اور دو کو حضرت خبیب وزید کو مکہ میں جا کر بیچ ڈالا۔ جہاں انہیں بڑے عذابوں سے شہید کیا گیا۔

(۲) شعبان میں امام حسینؓ کی ولادت ہوئی۔

(۳) حضرت ام المومنین حضرت زینبؓ بنت خزیمہ جو اسی سال حضورؐ کے حبالہ نکاح میں آئی تھیں۔ انتقال کر گئیں۔ اور حضرت ام سلمہؓ ام مومنین بنیں۔

(۴) حضرت زید بن ثابت نے عبرانی زبان سیکھی۔

(۵) حضورؐ نے ایک یہودی زانی کو حسب الحکم توریت سنگسار کرایا۔

(٦) بعض مورخین کے نزدیک شراب کی حرمت کا حکم بھی اسی سال نازل ہوا۔

۵ھ

غزوۂ مریسیع یا بنی مصطلق خزاعہ کا ایک خاندان بنو مصطلق کہلاتا تھا۔ وہ بمقام مریسیع جو مدینہ منوّرہ سے ۹ میل ہے۔ آباد تھا اس کے رئیس حارث بن ابی ضرار نے قریش کے اشارے سے یا خود مدینہ پر حملہ کی تیاریاں شروع کیں۔ آنحضرتؐ نے موقعہ پر پہنچ کر دشمن کو شکست دی۔ دس مقتول اور چھ سو گرفتار ہوئے۔ علاوہ ازیں دو ہزار اونٹ اور پانچہزار بکریاں مسلمانوں کو دستیاب ہوئیں۔ اسیروں میں حارث کی بیٹی جویریہ بھی تھی جس نے حضورؐ کی زوجیت کا فخر حاصل کیا اور وہ ام المومنین بنیں۔ اس تعلق کو ملحوظ رکھکر مسلمانوں نے اسیران جنگ کو رہا کر دیا کہ ام المومنین کے خاندان کے افراد اسیر نہیں بن سکتے۔

(۲) **واقعہ افک** اسی سال منافقین نے حضرت صدیقہؓ پر اتہام لگایا۔ لیکن اللہ تعالےٰ نے ان کی برأت میں خاص آیات نازل فرمائیں۔ اور افتراء پرداز وں کو سزا دی گئی یہ بہتان غزوۂ بنی مصطلق سے واپسی پر باندھا گیا تھا۔

(۳) غزوۂ احزاب | ماہ ذوالقعد میں تمام عرب نے متفق ہو کر مدینہ منوّرہ پر چڑھائی کر دی۔ حضور علیہ السّلام نے مدینہ کے غیر محفوظ حصّے کے سامنے خندق کھدوائی۔ اس لئے یہ جنگ خندق بھی کہلاتی ہے۔ دشمنوں کو اب بھی بتائید ایزدی ناکامی ہوئی اور وُہ نوک دُم بھاگ گئے۔

(۴) بنو قریظہ کا خاتمہ | حضورؐ نے یہود کے ساتھ معاہدہ کیا تھا اور ان کو جان و مال و مذہب ہر چیز میں امن و آزادی بخشی تھی۔ لیکن وہ قریش کے ساتھ مل کر آمادہ بغاوت ہو گئے اور احزاب میں انہوں نے علانیہ شرکت کی۔ غزوۂ احزاب سے فارغ ہو کر مسلمان قریظہ کی طرف بڑھے اور ان کو اطاعت کرنیکا پیغام دیا۔ مگر انہوں نے قلعہ نشین ہو کر حضورؐ کو (نعوذ باللہ) گالیاں دیں اور سرکشی کی۔ الغرض ایک ماہ تک ان کا محاصرہ رہا۔ آخر انہوں نے اپنے حلیف حضرت سعد بن معاذ کو اپنا حکم بنایا اور ان کے فیصلے کے سامنے سر تسلیم خم کرنے کا عہد کیا۔ حضرت سعد نے بموجب حکم توریت ان کے باغی مردوں کے حق میں قتل کا اور بچوں۔ عورتوں۔ جانوروں اور دیگر موجودہ اشیاء کو غنیمت میں لینے کا فتویٰ دیا۔ چنانچہ چارسو باغی اپنے کیفر کردار کو پہنچے اور ریحانہ حرم نبوی میں داخل ہوئیں۔

(۵) حضرت زینبؓ سے نکاح | حضرت زینبؓ آپ کی پھوپھی

کی بیٹی تھیں۔ پہلے آپؐ نے ان کا نکاح اپنے آزاد کردہ غلام زیدؓ بن حارثہ سے کر دیا تھا۔ مگر ان کی نہ بنی اور انہوں نے طلاق دے دی۔ زیدؓ آپؐ کے منہ بولے بیٹے تھے۔ جن کی مطلقات سے نکاح عرب میں ناجائز تھا۔ متبنیٰ کی رسم کو توڑنے کے لئے حکم الٰہی نافذ ہوا۔ کہ حضور زینبؓ سے نکاح کریں۔ چنانچہ آپؐ نے بہ تعمیل ارشاد باری تعالیٰ انہیں ام المومنین بنا لیا۔ اور مسلمانوں سے متبنیٰ بنانے کی رسم ہمیشہ کے لئے نابود ہو گئی اور اصلی حق دار (بیٹیاں۔ بہنیں۔ پوتیاں وغیرہ) وارث قرار پائے۔

(۶) **عورتوں کے متعلق اصلاحی احکام** نازل ہوئے۔

(۱) شریف عورتیں گھر سے نکلیں تو چادر اوڑھ کر گھونگھٹ سے منہ چھپا کر نکلیں۔

(۲) سینہ پر آنچل ڈال کر چلیں۔

(۳) پاؤں جھٹک کر نہ چلیں۔

(۴) گھر میں پردہ کی اوٹ سے بولیں۔

(۵) تصنع اور بناؤ کی بولی نہ بولیں۔

(۶) ازواج مطہرات غیر مردوں کے سامنے قطعاً نہ آئیں۔

(۷) متبنیٰ کی بیوی سے نکاح کی بندش دور ہوئی۔

(۸) کنوارا پن میں زنا کی سزا سو کوڑے ہوئی۔

(۹) عفیفہ عورتوں پر اتہام زنا لگانے والوں کے لئے

حد قذف جاری کی گئی۔ یعنے اسّی کوڑے۔

(۱۰) مرد کے بیوی پر زنا کا الزام قائم کرنے اور گواہ نہ پیش کر سکنے کی صورت میں لعان کا طریق جاری کیا گیا جس کی رو سے زن و شوہر میں اس طرح جدائی ہو جاتی ہے کہ ایک اپنی سچائی اور دوسرے کی دروغگوئی کا بحلف اظہار کرے۔

(۱۱) طلاق ظہار غیر موثر قرار دی گئی۔ اور اس کیلئے کفارہ مقرر کیا گیا۔

(۱۲) پانی نہ ملنے کی صورت میں تیمم جائز قرار دیا گیا۔

(۱۳) نماز خوف کا حکم نازل ہوا۔

سنہ ۶ھ

(۱) صلح حدیبیہ و بیعت رضوان

حدیبیہ مکہ سے ایک منزل کے فاصلہ پر ایک موضع ہے۔ جہاں اہل اسلام و مشرکین مکہ کے درمیان بیعت رضوان کے بعد صلح ہوئی۔ مختصر الفاظ میں یہ واقعہ یوں ہوا۔ کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم چودہ سو جان نثار صحابہ کے ہمراہ حج کرنے کے لئے مدینہ سے مکہ کو روانہ ہوئے اور از مقام حدیبیہ حضرت عثمانؓ کو اپنا سفیر منتخب کر کے مشرکین کے پاس بھیجا کہ ہم صرف عمرہ کرنا چاہتے ہیں۔ لڑائی مقصود نہیں ہم نہتے آئیں گے اور عمرہ

کر کے چلے جائیں گے۔ قریش نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغامبر سے کہا کہ آپ عمرہ کر سکتے ہیں۔ مگر ہم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اجازت نہیں دے سکتے۔ آپ نے کہا کہ یہ نہیں ہو سکتا۔ کہ اپنے ہادی کے بغیر اس فریضہ کو بجا لاؤں۔ اس پر مشرکین نے تمام حقوق قرابت نظر انداز کر کے آپ کو قید کر دیا۔ مگر مشہور یہ ہو گیا۔ کہ ذوالنورین شہید کر ڈالے گئے۔ حضور کو یہ سُن کر سخت رنج ہوا۔ بناء علیہ ایک درخت کے نیچے خون عثمانؓ کا بدلہ لینے کے لئے صحابہؓ سے جان نثاری کی بیعت لی۔ جس سے خدا بہت ہی خوش ہوا اور اس نے لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ الخ کی سند خوشنودی مسلمانوں کو عطا فرمائی۔ جس کا ذریعہ حضرت عثمان ذوالنورینؓ ہوئے۔ جب قریش کو مسلمانوں کی اس ثابت قدمی اور عزم و استقلال کا علم ہوا۔ تو انہوں نے سہیل بن عمرو کو شرائط صلح طے کرنے کے لئے بطور سفیر روانہ کیا۔ اور چھ شرائط پر صلح ہوئی۔ جن کی رد سے مسلمانوں کو اگلے سال صرف تین دن کے لئے بغیر اسلحہ آنے اور حج کرنے کی اجازت ملی اور قرار پایا۔ کہ کفار سے جو شخص مدینہ جائے وہ واپس کر دیا جائے اور جو مسلمان مکہ میں مکین ہو اسے مدینہ جانے کی اجازت نہ ہو گی۔ اور قبائل عرب کو اختیار دیا گیا کہ جس کے

ساتھ چاہیں شریک معاہدہ ہوں۔ ان شرائط کی تحریر کے وقت حضرت علیؓ و حضرت عمرؓ کو اعتراض ہوا۔ مگر چونکہ اس میں خدا کے علم میں مسلمانوں کے لئے مصلحت تھی۔ اس لئے وہ نبی کے ارشاد پر طبیعت پر جبر کر کے خاموش ہو رہے۔

اس صلح نامہ کی تکمیل کے بعد راستہ میں سورہ فتح نازل ہوئی۔ اور مسلمانوں کو یقین کامل ہو گیا۔ کہ یہ صلح فی الحقیقت فتح ہی ہے۔ اس عہد نامہ کی رو سے فریقین کو آزادانہ آمد و رفت و سکونت کی آزادی حاصل ہو گئی۔ چونکہ مسلمان سراپا خیر تھے اس لئے ان کا اثر مخالفین کے دلوں پر ہوئے بغیر نہ رہا۔ اور اس کثرت سے لوگ مشرف باسلام ہوئے کہ اس سے پیشتر کبھی نہوئے تھے۔ چنانچہ حضرت خالدؓ (فاتح شام) جنکو سیف اللہ کا لقب بارگاہ نبوی سے عطا ہوا۔ اور حضرت عمرو بن عاص (فاتح مصر) کا اسلام اسی زمانہ کی یادگار ہے۔

مشرکین نے اس شرط کو کفر کی بیخ برکن پا کر اس سے دست برداری دے دی۔ جس سے مسلمانوں کو آزادی حاصل ہو گئی۔ کہ وہ جہاں چاہیں رہیں۔ چنانچہ وہ مسلمان جنکو مشرکین نے قید کر رکھا تھا۔ آزاد ہو کر مدینہ منورہ میں حاضر خدمت نبوی ہو گئے۔ الحمد للہ علی ذالک۔

بادشاہوں کو دعوت اسلام

صلح حدیبیہ سے کسی قدر

اطمینان حاصل ہوا۔ تو حضورؐ نے بڑے بڑے جلیل القدر بادشاہوں
کے نام دعوت نامے ارسال فرمائے۔ جن میں انہیں مشرف باسلام
ہونے کی دعوت دی گئی۔ اور بصورت انکار ان کے ملک اور رعایا
کے نقصان کا ذمہ دار ان کو ٹھہرایا گیا۔ قیصر روم۔ عزیز مصر، بادشاہ
حبش رؤساء یمامہ نے حضورؐ کے گرامی ناموں کا احترام کیا۔ بلکہ
عزیز مصر نے ایک سفید خچر مشہور بدلدل اور دو معزز لڑکیاں
(ماریہ قبطیہ اور سیرین جو حضورؐ اور حسان رضؓ کے حرم میں داخل
ہوئیں۔) ہدیۃً بھیجیں۔ مگر خسرو والد شیرویہ تے جو ایران کا
مغرور بادشاہ تھا۔ نامہ مبارک کو چاک کر ڈالا۔ جس کی بے ادبی
کی سزا اسے یہ ملی کہ خود اپنے بیٹے کے ہاتھوں مقتول ہوا۔ اور
عہد خلافت حضرت فاروق اعظم رضؓ میں حسب بشارت رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی سلطنت کے پرزے پرزے اڑ
گئے اور اس کا ملک اہل اسلام کے قبضہ میں آ گیا۔ اور یہی حال
حارث غسانی رئیس شام کا ہوا۔ سیف اللہ نے اسکی سلطنت
کا تختہ الٹ دیا۔

(۳) اسلام خالد و عمرو بن العاص

اسی سال میں جیسا کہ پیشتر ازیں مذکور
ہوا۔ قریش کے دو بڑے ماہر فنون حرب
رئیس مشرف باالسلام ہوئے۔ جن کے نام نامی خالد رضؓ بن ولید
اور عمرو بن عاص رضؓ تھے۔ ان کے جوہر جو پہلے اسلام کی مخالفت

ہیں صرف ہوتے تھے۔ اب حمایت دین اللہ کے کام آنے لگے۔
فتح مکہ میں حضرت خالدؓ جب ایک مسلمان دستہ کے
افسر بنکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سے گذرے تو
پوچھا کون ہے؟ لوگوں نے عرض کیا۔ خالد ہیں۔ آپؐ نے
فرمایا۔ "خدا کی تلوار ہے"۔ غزوہ موتہ میں جب حضرت جعفرؓ
زید بن حارث۔ اور عبداللہ بن رواحہ کے بعد حضرت خالدؓ
نے علم ہاتھ میں لیا۔ تو مسلمان خطرہ سے باہر تھے۔ عہد خلافت
حضرت عمرؓ میں حضرت خالدؓ نے شام کا ملک قیصر سے چھین
لیا۔ اور حضرت عمروؓ بن عاص فاتح مصر ہوئے۔

۷ھ

(۱) **فتح خیبر** خیبر مدینہ منورہ سے آٹھ منزل پر ہے۔ یہاں یہود
نے بہت قلعے بنا رکھے تھے۔ جو ان کی قوت کا مرکز تھے۔ مدینہ
سے جب رؤسا، بنو نضیر جلا وطن ہو کر خیبر میں آباد ہوئے۔
تو انہوں نے تمام عرب کو اسلام کی مخالفت پر برانگیختہ کر دیا۔
جس کا پہلا مظہر احزاب کا معرکہ تھا۔ اب انہوں نے ایک عظیم
الشان فوج لے کر مدینہ پر حملہ کی تیاریاں کیں۔ جب حضورؐ
کو اس کا علم ہوا۔ تو آپ مدینہ منورہ سے بارہ سو پیادہ اور دو
سو سوار لیکر روانہ ہوئے۔ قلعہ نشین غنیم کے پاس بیس ۲۰ ہزار

فوج تھی۔ لڑائی شروع ہوئی۔ آخر قلعہ پر قلعہ فتح ہونا شروع ہوا بالآخر مرحب رئیس یہود حضرت علیؓ کے ہاتھ سے مارا گیا۔ بعض روائتوں میں اسکا محمد بن مسلمہؓ کے ہاتھ سے قتل ہونا لکھا ہے آخر قلعہ قموس بیس دن کے محاصرہ کے بعد فتح ہوا۔ ان معرکوں میں ۹۳ یہود مارے گئے اور ۵ اصحابہؓ نے شہادت پائی۔ فتح کے بعد خیبر کی زمین یہود کو نصف حصہ پیداوار پہ واپس دی اور مسلمان مظفر و منصور مدینہ شریف کو واپس ہوئے۔

(۲) **حضرت صفیہ سے نکاح**۔ حضرت صفیہ جو رئیس خیبر کی بیٹی اور قبیلہ نضیر کے رئیس کی بیوی تھیں۔ باپ اور شوہر کے مارے جانے کے بعد آزادی پاکر حرم نبوی میں داخل ہوئیں۔

(۳) پنجہ دار پرند حرام ہو گئے۔

(۴) درندہ جانور حرام کر دیئے گئے۔

(۵) گدھا اور خچر حرام قرار دیا گیا۔

(۶) لونڈیوں سے فوراً تمتع ناجائز قرار پایا گیا۔ اور استبرا کی قید لگائی گئی۔ یعنی صورت حاملہ ہونے کے تا وضع حمل اور بصورت دیگر تا سہ ماہ اُن سے ہم بستر ہونا ناجائز قرار دیا گیا۔

(۷) چاندی سونے کا بہ تفاضل خرید نا حرام ہوا۔

(۸) بعض روائتوں میں ہے کہ متعہ بھی غزوہ خیبر ہی میں حرام ہوا۔

سنہ ۸ھ

فتح مکہ قریش نے سنہ ۶ھ کے صلح حدیبیہ میں معاہدہ کیا تھا۔ کہ دس سال تک جنگ موقوف رہے گی۔ اور جو قومیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب ملنا چاہیں وہ ادھر اور جو قریش کی طرف ملنا چاہیں وہ اُدھر مل جائیں۔ اس کے موافق بنو خزاعہ نبی صلعم کی طرف اور بنو بکر قریش کی طرف مل گئے تھے۔ اس معاہدہ کے دو سال کے اندر ہی بنو بکر نے بنو خزاعہ پر حملہ کر دیا۔ اور اس حملہ میں مشرکین قریش بھی ان کیساتھ تھے۔ بنو خزاعہ نے بھاگ کر خانہ کعبہ میں پناہ لی اور خدا کا واسطہ دے دے کر ظالموں سے امان مانگی۔ مگر انھوں نے جواب دیا کہ لَا اِلٰـهَ اَلْیَوْمَ (آج خدا کوئی نہیں)، ان میں سے چند لوگ کسی طرح سے جان بچا کر حاضر خدمت نبوی ہوئے۔ اور اپنی مظلومی و بربادی کی داستان گوش گذار کی۔ حضور علیہ السّلام اور صحابہ رضؓ کرام کو قریش کی عہد شکنی کا حال معلوم کر کے بڑا رنج ہوا۔ اور سب نے ظالموں کو سزا دینے کا تہیہ کر لیا۔ چنانچہ دس ہزار کی جمعیت سے رمضان میں مکہ معظمہ کا رخ کرنا پڑا۔

قریش اس سے پیشتر کئی دفعہ مسلمانوں کے مقابلہ میں کثرت

فوج و فراوانئ ساز و سامان کے باوجود منہ کی کھا کر اسلام کا لوہا مان چکے تھے۔ اب دس ہزار قدوسیوں کا لشکر دیکھ کر کب ان میں جرأت ہو سکتی تھی۔ کہ مسلمانوں کے منہ آئیں۔ پس انہوں نے اپنے آپ کو رحمتہ للعالمین کے رحم پر چھوڑ دیا۔ حضورؐ نے اہل اسلام کو فرمایا کہ مندرجہ ذیل اشخاص کو قتل نہ کیا جائے۔ (۱) جو خانہ کعبہ میں پناہ لیں (۲) جو اپنے گھر بیٹھ رہیں (۳) جو ابوسفیان بن حرب یا حکیم بن حزام کے گھر امان لیں (۴) جو ہتھیار پھینکدیں (۵) جو بھاگ جائیں۔ (۶) جو زخمی یا اسیر ہوں۔

شہر میں داخل ہونے والے دستوں میں سے صرف ایک دستہ کا جو حضرت خالد بن ولید کے ماتحت تھا۔ اہل مکہ سے مقابلہ ہوا۔ جس میں مخالفین کو ۲۸ کشتے چھوڑ کر بھاگنا پڑا۔ مسلمان صرف دو شہید ہوئے۔

حضور علیہ السّلام پشت شتر پر اپنے آزاد کردہ غلام زیدرضؓ کے فرزند اُسامہؓ کو ساتھ سوار کیے ہوئے داخل شہر ہوئے۔ حرم میں پہنچ کر اس مقدس مقام کو بتوں کی آلائش سے پاک کیا۔ کمان کے گوشے (یا چھڑی کی نوک سے) ہر ایک بت کو گراتے جاتے اور زبان مبارک سے فرماتے۔

جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا۔ اور

جَاءَ الْحَقُّ وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيدُ۔ ان آیات میں
بت پرستی کو باطل بنا کر فرمایا گیا ہے۔ کہ اب اس خانہ خدا میں
بت نہ رکھے جائیں گے۔ کلام الٰہیؔ ورسول اللہ کی صداقت بفضلہ
سوا تیرہ سو سال سے عیاں ہے کہ یہ مقدس گھر تا حال توحید کا
سرچشمہ ہے اور انشاء اللہ تا قیامت رہے گا۔ اور مخالفین
اسلام کی بڑی کوششیں باطل پرستی کو اس جگہ ہرگز رواج
نہیں دے سکیں گی۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِكَ۔
الغرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مکہؔ کے مشرف
باسلام ہونے پر سب کی تقصیرات پر خطِ عفو کھینچ دیا۔ اور زمانہ
پر ثابت کر دیا۔ کہ آپ کا مقصد صرف اشاعت اسلام ہے اور
ذاتی رنجشوں کی بنا پر انتقام لینا مقصود نہیں۔ حضورؐ نے
رئیس قریش ابوسفیان جنہیں اب ہم حضرت ابوسفیان رضی اللہ
تعالیٰ کہتے ہیں کو اسلام لانے پر نہ صرف معاف ہی کر دیا۔ بلکہ
ان کی اسطرح عزت افزائی کی کہ جو شخص ان کے ہاں پناہ لے
گا۔ اسے بھی امن ہے۔ ان کی بیوی ہند جگر خوار حضرت حمزہؓ
کو بھی جس نے وحشی سے حضورؐ کے پیارے چچا کو قتل کرایا
تھا۔ معاف فرما دیا۔ اور ہبار سے بھی انتقام نہ لیا۔ جس نے آپؐ
کی صاحبزادی سیدہ زینبؓ کے نیزہ مار کر ہودج سے گرا دیا
تھا۔ جس کے صدمے سے اسقاط حمل سے وہ فوت ہو گئیں تھیں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ فتح نہیں کیا تھا۔ بلکہ اپنے خلق عظیم اور عفوو رحم سے اہل مکہ کے دلوں کو فتح کر لیا تھا۔ مال غنیمت لوٹنے کا تو کیا ذکر آپ نے مہاجرین کو وہ جائدادیں بھی واپس لینے کی اجازت نہ دی۔ جو انہوں نے راہ خدا میں چھوڑیں تھیں۔

قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کر کے اقرار کیا کہ وہ :-

(۱) خدا کے ساتھ کسی کو بھی اس کی ذات میں صفات میں اور استحقاق عبادت واستعانت میں شریک نہیں کرینگے۔
(۲) چوری نہیں کریں گے۔ زنا کے مرتکب نہیں ہوں گے۔ کسی کا ناحق خون نہیں گرائیں گے۔ لڑکیوں کو جان سے نہیں ماریں گے۔ اور کسی پر بہتان نہیں لگائیں گے۔
(۳) امورِ حق میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت بقدر استطاعت کریں گے۔

عورتوں سے وقت بیعت یہ مزید اقرار لیا جاتا تھا۔ کہ وہ کسی کے سوگ میں :-

(۱) منہ نہیں نوچیں گی (۲) طمانچوں سے چہرہ نہیں پیٹیں گی۔ (۳) سر سے بال نہیں گھسوٹیں گی۔ (۴) گریباں چاک نہیں کریں گی۔ (۵) سیاہ کپڑے نہیں پہنیں گی (۶) قبروں

پر سوگواری میں نہیں بیٹھیں گی۔

فتح مکہ کا قبائل عرب پر خوشگوار اثر پڑا۔ اور وہ فوج در فوج داخل دین اللہ ہونے لگے۔ان کی قومی روایات اس امر کی شاہد تھیں (اور ان میں ابھی ایسے لوگ موجود تھے جنہوں نے چالیس ہزار کی جمعیت لے کر مکہ پر حملہ آور ہونے والے اصحاب فیل کو کعصفٍ مأکول دیکھا تھا) کہ کوئی شخص جو اللہ کی نصرت سے منصور نہ ہو مکہ کو فتح نہیں کر سکتا۔ پس عرب کی سردار قوم کے سپر انداز ہو جاتے خلق محمدؐ اور صداقت اسلام سے متاثر ہو کر قبائل عرب نے نجات اسی میں دیکھی کہ وہ طوعاً و کرہاً مشرف باسلام ہو جائیں؛

اسلامی صداقت کا زور دیکھو کہ اللہ کے مقبول بندے جن کو کثیر تعداد دشمنوں نے ترک وطن پر مجبور کیا تھا۔ آج اس شان سے داخل مکہؐ ہوئے ہیں۔ کہ بڑے بڑے گردن کشوں کے سر نیاز خم ہیں۔ اور مظلوموں کو قوت حق حاصل ہے کہ ایک آن میں پر غرور سروں کو تن سے جدا کر دیں۔ مگر نہیں وہ ایسا نہیں کرتے۔ ان کو اسلام پھیلانا ہے۔ انتقام لینا مقصود نہیں۔

ابو جہل۔ ابولہب۔ عتبہ و شیبہ جیسی مغرور ہستیاں فنا ہو چکیں اب وہی لوگ مثل ابوسفیان۔ عکرمہ بن ابی جہل

موجود ہیں۔ جن کی قسمت میں خدا نے دولت ایمان مقرر کی ہوئی تھی۔ چنانچہ وُہ حاضر خدمت نبویؐ ہوئے تو حضورؐ بڑے تپاک سے اٹھ کر ملے اور فرمایا۔ کہ جو لوگ جاہلیت میں اچھے تھے وہ اسلام میں بھی اچھے ہیں۔ ان غیور النسانوں نے مشرف باسلام ہو کر اعلائے کلمۃ الحق کے لئے اپنی زندگیاں وقف کر دیں۔ اور جو حضرات ثلاثہ رضو کے عہد میں اسلام چار دانگ عالم میں پھیلا۔ اس میں ان لوگوں کی مساعی کو بھی بڑا دخل تھا۔ جزاہم اللہ خیرا لجزاء۔

یہ نکتہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ حضور علیہ السلام مبعوث من اللہ تھے۔ آپ کا کام نشر و اشاعت دین تھا۔ اپنے یا اپنے اقرباء کے دنیاوی حقوق قائم کرنا مدّعا نہ تھا۔ اس کا ثبوت آپ کے اپنے قریبیوں پر زکوٰۃ و صدقہ حرام قرار دینے سے ملتا ہے۔ اس فتح مکہ کے موقع پر ایک اور واقعہ سے بھی ہمارے بیان کی تصدیق ہوتی ہے۔

عثمان بن ابی طلحہ کے خاندان میں مدت سے خانہ کعبہ کی کلید برداری چلی آتی تھی۔ حضورؐ نے ابتدائے ایام نبوت میں ایک دفعہ اس سے کہا تھا۔ کہ ذرا بیت اللہ کھول دو اور اس نے انکار کیا تھا۔ حضورؐ نے فرمایا تھا کہ اچھا دیکھ لینا کہ ایک دن یہ کنجی میرے ہاتھ میں ہوگی۔ میں جسے چاہونگا

دونگا۔ عثمان مذکور نے جواب دیا تھا۔ کہ کیا اس روز قریش سب کے سب ہی ذلیل وتباہ ہو جائیں گے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ کہ نہیں ان کا عزواقبال اور بھی بلند ہو گا۔
آج فتح مکہ کے دن وہ کنجی حضورؐ کے دست مبارک میں ہے حضرت عباسؓ عرض کرتے ہیں کہ یہ کلید بیت اللہ نبی ہاشم کو عطا فرمائی جائے۔ مگر حضور علیہ السلام فرماتے ہیں۔ الیوم یوم البسر والوفا (آج کا دن تو سلوک کرنے اور پورے عطیات دینے کا ہے) چنانچہ وہ کنجی پھر عثمان ہی کو عطا کر کے ارشاد ہوتا ہے کہ جو کوئی تم سے یہ کلید چھینے گا۔ وہ ظالم ہو گا ؎

کام رسالت تھا جو اُن کا اجر رسالت کچھ نہ مانگا
اجر تھا بخشش رب اکبر صلے اللہ علیہ وسلم

کہاں ہیں وہ لوگ جو حضور علیہ السلام پر یہ اتہام باندھتے ہیں۔ کہ حضورؐ نے اجر رسالت اپنے اقربا کی مودت قرار دیا تھا۔ آئیں اور حضورؐ کی عملی زندگی سے اس کا ثبوت دیں۔ وہ ہرگز اپنے غلط دعوے کو ثابت نہیں کر سکیں گے۔ بلکہ برخلاف اس کے وہ دیکھیں گے کہ حضورؐ نے اپنی زندگی میں بنی ہاشم کو کسی عہدہ جلیلہ پر مامور نہیں کیا۔ تاکہ شرف نبوت کے ساتھ ریاست دنیوی جمع ہو کر ان کو لوگوں کی

گردنوں پر سوار ہونے کا موقعہ نہ دیں۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ جب اس اصول کی خلاف ورزی ہوئی۔ مسلمانوں کی گردنیں نذر شمشیر ہو گئیں۔ حضرت امام حسنؓ کو مسلمانوں کی خونریزی گوارا نہ ہوئی اور انہوں نے علانیہ کہہ دیا کہ ہمارے خاندان میں نبوت و خلافت جمع نہیں ہو سکتیں۔ اس لئے آپ نے نہایت دور اندیشی سے کام لے کر خلافت کا بار گراں وظیفہ لے کر حضرت معاویہؓ کے سپرد کر دیا۔ اور زندگی کے باقی دس سال اپنے ناناؐ کے قرب مدینہ میں گذار کر واصل بحق ہو گئے۔ جزاہ اللہ خیر الجزا۔

جنگ حنین

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ الخ پ۔ ترجمہ مسلمانو! اللہ بہت سے مواقعہ پر تمہاری مدد کر چکا ہے۔ اور خاص کر حنین (کی لڑائی) کے دن جب کہ تمہاری کثرت نے تم کو مغرور کر دیا تھا (کہ ہم بہت ہیں) تو وہ (کثرت تمہارے کچھ کام نہ آئی۔ اور (اتنی بڑی) زمین باوجود وسعت لگی تم پر تنگی کرنے۔ پھر تم پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلے۔ پھر اللہ نے اپنے رسولؐ پر تسلی نازل فرمائی اور (تمہاری مدد کو فرشتوں کے) ایسے لشکر بھیجے جو تم کو دکھائی نہیں دیتے تھے۔ اور (آخر کار) کافروں کو بڑی سخت مار دی۔ اور کافروں کی یہی سزا ہے۔

حنین ایک مقام کا نام ہے۔ جو مکہ سے دس میل طائف کی طرف عرفات کے پیچھے واقعہ ہے۔ فتح مکہ کے بعد حضور علیہ السلام کو اطلاع ملی کہ ہوازن اور ثقیف کے قبائل مضر اور بنی ہلال کے قبیلوں کو ساتھ ملا کر بکثرت جمع ہو رہے ہیں تاکہ اہل مکہ کے باغات و جاگیرات واقعہ طائف پر قبضہ کر لیں اور مسلمانوں سے بت شکنی کا جرم کا انتقام لیں۔ حضور علیہ السلام دس ہزار مہاجرین انصار اور دو ہزار مکہ کے نومسلم لیکر روانہ ہوئے۔ لشکر اسلام کو ایک پہاڑ کی گھاٹی میں سے گذرنا تھا۔ مسلمان اپنی کثرت سے مغرور ہو کر نہایت لاپرواہی سے تنگ درہ سے گذرے دشمن تاک لگائے بیٹھا تھا۔ اس نے اسقدر تیر برسائے کہ مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے۔ اور صرف ایک سو صحابہ جان نثار حضورؐ کے ہمرکاب ثابت قدم رہے حضرت عباسؓ کی آواز بہت بلند تھی۔ انہوں نے انصار و مہاجرین کو پکارا تو سب ایک ہی ندا پر پلٹ پڑے اور اب دشمن کو سوائے فرار چارہ نہ تھا۔ کفار شکست یافتہ دو حصوں میں منقسم ہو گئے۔ مردانِ جنگی تو قلعہ طائف میں جا ٹھہرے۔ اور ان کے بال بچے زر و مال سمیت اوطاس کی گھاٹی میں جا چھپے دونوں مقامات کا محاصرہ کیا گیا۔ موخر الذکر جگہ فوراً مسلمانوں کے قبضہ میں آ گئی۔ مال غنیمت۔ چوبیس ۲۴ ہزار اونٹ۔ ۴ ہزار

بکریاں ۴ ہزار اوقیہ چاندی اور چھ ہزار زن و بچہ پر مشتمل تھا۔ حضورؐ میدان جنگ میں ہی قیام فرما تھے کہ قبیلہ ہوازن کے چھ سردار حاضر خدمت ہو کر رحم کے طالب ہوئے اور یہی وہ لوگ تھے جنھوں نے حضور علیہ السّلام کو ابتدائے نبوت میں تبلیغ دین کرنے پر پتھر مار مار کر بیہوش کر دیا تھا۔ حضورؐ نے یہاں بھی خلق عظیم سے کام لیا اور اپنے اور بنی عبدالمطلب کے حصّے کے قیدیوں کو چھوڑ دیا۔ یہ دیکھ کر تمام مسلمانوں نے حضورؐ کے تتبع میں قیدیوں کو رہا کر دیا۔ بنی سلیم و بنی فزارہ کے پاس جو قیدی تھے ان کو حضورؐ نے ایک قیدی کے بدلے چھ اونٹ اپنے پاس سے دیکر رہائی دلائی اور اپنے پاس سے لباس پہنا کر رخصت کیا۔ اسیروں میں حضورؐ کی دائی حلیمہ کی بیٹی بھی تھی۔ آپ نے اپنی چادر زمین پر بچھا کر اسے نہایت عزت سے بٹھایا اور اسے اختیار دیا کہ خواہ وہ حضورؐ کے پاس ٹھہرے یا اپنی قوم میں واپس چلی جائے۔ چنانچہ حضورؐ نے اسے اس کی خواہش پر نہایت عزت و اکرام کے ساتھ رخصت کیا ؎

دو شاہد اندر اخیبر و حنین کہ تو ۔۔۔ دہی بجود ہر آنچہ بہ تیغ بستانی

مال غنیمت کی تقسیم میں آپؐ نے اپنے صحابہ مخلصین پر نو مسلموں کو بغرض تالیف قلوب مقدم رکھا۔ اور انصار مخلصین

کو کچھ بھی نہ دیا اور فرمایا کہ انصار کیساتھ میں خود ہوں۔ لوگ مال لے کر اپنے گھر جائیں گے اور انصار نبی اللہ کو لے کر اپنے گھروں میں مدینہ واپس ہوں گے"۔ انصار اس دولت کے حصول پر اس قدر خوش تھے کہ مال لینے والوں کو یہ مسرت حاصل نہ تھی۔ چنانچہ وہ شاداں وفرحاں حضور علیہ السّلام کو ساتھ لیکر مدینہ منوّرہ داخل ہوئے۔

غزوۂ موتہ موتہ شام میں ایک قصبہ کا نام ہے۔ جہاں کی تلواریں مشہور ہیں۔ یہاں کے سردار شرجیل بن عمرو غسّانی نے آنحضرتؐ کے سفیر حارث بن عمیر ازدی کو جو دعوت اسلام کا خط لے کر گیا تھا۔ قتل کرا دیا تھا۔ اس شرافت وانسانیت سے گرے فعل کی سزا دینے اور سفیروں کی جانوں کو خطرہ سے بچانے کیلئے حضورؐ نے تین ہزار کی ایک مہم حضرت زید بن حارثہؓ اپنے آزاد کردہ غلام کی سرکردگی میں روانہ کی اور فرمایا کہ ان کی شہادت پر حضرت جعفر طیّار (ابن عم نبی صلعم) سرعسکر ہوں اور بعد ازاں عبداللہ بن رواحہ حاکم غسّان بجائے نادم ہونے کے مقابلہ کے لئے طیار ہو گیا۔ ہرقل روم نے بھی اس کی مدد کی اور بہت سے عیسائی قبائل بھی مسلمانوں کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوئے ان سب کی جمیعت ایک لاکھ تک پہنچ گئی نتیجہ یہ ہوا کہ ہرسہ اسلامی سپہ سالار یکے بعد دیگرے شہید ہوگئے

حضرت جعفرؓ مرنے سے پہلے جسم پر سامنے پچاس زخم کھا چکے تھے۔ اب مسلمان گویا موت کے منہ میں تھے کہ حضرت خالدؓ نے کمان اپنے ہاتھ میں لی اور شیر کی طرح دشمن کے ٹڈی دل میں جا گھسے اور یکے بعد دیگر ۹ تلواریں کفار پر توڑیں۔ خدا کی نصرت شامل حال ہوئی اور اپنے سے چالیس گنا فوج کے دانت کھٹے کر کے مراجعت فرما ہوئے اور حضور علیہ السّلام سے سیف اللہ کا خطاب پایا۔

حضرت جعفرؓ کی جدائی کا حضورؐ کو بڑا صدمہ تھا۔ عورتیں نالہ و بکا میں مصروف تھیں۔ حضورؐ نے دو دفعہ کہلا بھیجا۔ کہ مردوں پر اس طرح چلا چلا کر رونا جائز نہیں۔ صبر کرنا چاہیئے مگر وہ باز نہ آئیں۔ تیسری دفعہ آپؐ نے فرمایا کہ اگر اب بھی وہ نالہ و فغاں سے نہ رکیں تو ان کے موہوں میں خاک بھر دو۔ اس تہدید پر صدائے گریہ بند ہوئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے کہ وہ مسلمان ہی نہیں جو رخساروں کو پیٹے گریباں پھاڑے اور غم میں منہ سے جاہلانہ کلمات کہے۔ پس افسوس ہے ان مردوں پر جو عورتوں کی طرح مصروف ماتم نظر آتے ہیں۔ اور ان پر بھی جو خود تو ماتم نہیں کرتے۔ مگر اپنی عورتوں کو بین و بکا سے نہیں روکتے۔

۹ سنہ ھ

جیش عسرت یا سفر تبوک

حضور علیہ السّلام کو ایک شام کی طرف سے آنے والے قافلہ کی زبانی معلوم ہوا۔ کہ قیصر مدینہ پر حملہ آور ہونے کے لئے افواج جمع کر رہا ہے۔ تاکہ موتہ کی ناکامی کا بدلہ لے۔ حضور علیہ السّلام نے اس بڑھتے ہوئے عیسائی سیلاب کو عرب کی حد سے پار ہی روکنے کا عزم کر لیا اور فیصلہ فرمایا کہ دشمن کا مقابلہ اس کے ملک میں جاکر کیا جائے۔ چنانچہ اس دُور و دراز سفر کے لئے سامان فراہم کرنے کی فکر میں ہوئے۔ بیت المال میں کچھ ہونے کا ذکر ہی کیا خود بیت المال ہی نہ تھا۔ مقابلہ ایسے بادشاہ سے تھا جو آدھی دنیا پر حکمران تھا۔ چندہ کی فہرست کھولی گئی۔ حضرت عثمان رضؓ نے ۹ سو اونٹ ایک سو گھوڑے اور پانچہزار روپیہ دیا حضور نبوی ﷺ سے اُن کو مجہّز جیش العسرت (یعنے تنگ حال لشکر کو تیار کرنے والا) خطاب ملا۔ حضرت عبدالرحمان بن عوف نے چالیس ہزار درہم یعنے دس ہزار روپیہ پیش کیا۔ حضرت عمر فاروق اعظم رضؓ نے جو کچھ گھر میں موجود تھا۔ اس کا نصف لا حاضر کیا۔ جو کئی ہزار کی مالیت کا تھا۔ ابو عقیل انصاری رضؓ نے دو سیر چھوہارے لاکر پیش کئے۔ جو انہوں نے رات بھر

کھیت کے لئے پانی نکال کر مضاعف حاصل کئے تھے حضورؐ نے ان کو بڑی قدر دانی سے قبول فرما کر قیمتی مال و متاع پر رکھوا دیا۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے گھر میں کچھ باقی نہ رکھا اور سب کچھ خدمت نبوی میں لے آئے۔ حضور صلعم نے پوچھا کہ صدیق! بال بچوں کے لئے بھی باقی کچھ چھوڑا ہے عرض کیا ؎

پروانے کو چراغ عنادل کو پھول بس	صدیق کے لئے ہے خدا کا رسول بس

الغرض یہ جیش عسرت مدینہ منورہ کے پختہ اور کھانے کے قابل میووں اور ٹھنڈی چھاؤں کو چھوڑ کر اس وقت جب کہ عرب کی مشہور گرمی زوروں پر تھی۔ جہاد فی سبیل اللہ کیلئے اپنے ہادی و رہبر محمدؐ مصطفےٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم رکاب نکل کھڑا ہوا۔ منافقوں نے جو تعداد میں ۸۲ تھے بہانے بنا کر ساتھ چھوڑ دیا۔ انہوں نے خیال کیا کہ عظیم الشان رومی سلطنت سے یہ بے سر و سامان مسلمان کیا مقابلہ کر سکیں گے۔ ان میں سے ایک بھی زندہ بچ کر نہیں آئے گا ہم کیوں اپنی جانیں گنوائیں۔ پس "تقیہ" کا پردہ اٹھنے سے ان کا نفاق و شقاق عیاں ہو گیا۔

حضور نے مدینہ میں سباع بن عرفطہ کو اپنا خلیفہ بنایا اور حضرت علیؓ[۱]

---

[۱] حضرت علیؓ کا جنگ سے پیچھے چھوڑے جانا اور رسول اللہ صلعم و اصحاب رسولؐ کی صحبت چھوٹ کر عورتوں بچوں اور منافقوں میں رہ جانا جنہوں نے طعنے دینے شروع کئے۔ کہ

باقی صفحہ ۸۸

کو اہلبیت کی ضروریات کے لئے گھر میں چھوڑا اور خود تیس ہزار جان نثاروں کی جماعت کیساتھ عازم تبوک ہوئے۔ یہ جگہ مدینہ سے ۳۳۰ میل کے فاصلہ پر ہے راہ میں ریگ و سنگریزہ سے پر صحرا اور سنگلاخ پہاڑ پڑھتے ہیں۔ یہ دور و دراز فاصلہ رسد کی قلت پھر اٹھارہ ۱۸ آدمیوں کے لئے صرف ایک اونٹ۔ باوجود ان مشکلات کے یہ انہی کامل الایمان مسلمانوں کا کام تھا۔ کہ ایسی بے سرو سامانی کی حالت میں منزل مقصود پر پہنچنے کا عزم کیا۔ راستہ میں جو تکالیف ان کو اٹھانی پڑیں سنکر ہی ہمارے دل لرز جاتے ہیں۔ اشیاء خورد و نوش کی کمیابی کی وجہ سے اس مقدس جماعت کو اکثر جگہ درختوں کے پتوں پر گزارا کرنا پڑا جس سے ہونٹ سوج گئے کئی جگہ پانی نہ ملا۔ لہذا مجبوراً سواری کے اونٹوں کو ذبح کر کے ان کے امعا سے آب نوشی کرنی پڑی۔

غنیم نے جب مسلمانوں کی یہ ہمت دیکھی تو مقابلہ کیلئے

(حاشیہ بقایہ صفحہ ۸۷) تاکادہ سمجھ کر یا ترس کھا کر چھوڑ گئے۔ آپکو ناگوار ہوا اسلئے اسلامی لشکر سے راہ میں جا ملے۔ حضورؐ نے دلاسا دیا۔ اور ان الفاظ سے دلداری کی کہ کیا موسےؑ اپنے بھائی ہارون کو نہیں چھوڑ گئے تھے۔ ہاں ہارون میں اور تم میں یہ فرق ہے کہ وہ نبی تھے اور تم نہیں۔ میں خاتم النبیین ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ اس طرح سمجھا کر حضورؐ نے حضرت علیؓ کو واپس کیا۔ پس آپ حضور صلعم اور مسلمین رضؓ کی مراجعت تک اہلبیت نبیؐ کی خدمت و خبر گیری کرتے رہے۔

نہ نکلا۔ حضور نے ایک ماہ تبوک میں قیام[1] فرمایا۔ یہاں ایک کنواں حضورؐ کے معجزہ کا زندہ شاہد ہے اسکا پانی اہل تبوک کی ضروریات کو ہی مکتفی نہیں بلکہ اس کے پانی سے ۴۰ سو ایکڑ رقبہ کی بھی سیرابی ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں اسکا پانی نہایت ہلکا۔ زود ہضم۔ مصفا۔ شیریں اور مزیدار ہے۔ سردیوں میں نیم گرم ہوتا ہے۔ جہاں حضورؐ بمعہ صحابہ نماز پڑھتے تھے وہاں سلطان عبدالحمید خان غازی نے

[1] دوران قیام میں ایک نہایت مخلص صحابی حضرت عبداللہ ذوالبجادین کا تبوک میں انتقال ہوگیا جن کا مزار اب بھی وہاں زیارتگاہ خلق ہے انہوں نے جسطرح بے خود ہو کر اسلام قبول کیا وہ سننے کے قابل ہے یہ بزرگ طفلی میں یتیم ہو گئے چچا خبر گیر انکا رہا۔ خدا کا دیا سب کچھ تھا۔ چچا کا رعب غالب تھا۔ مدتوں تک جوش توحید سینے میں دبائے رہے۔ مگر یہ کب دب سکتا تھا۔ آخر بے خودانہ ظاہر ہوا۔ چچا نے سب کچھ چھین لیا۔ یہانتک کہ تن کے کپڑے بھی اتار لئے ماں ابھی زندہ تھی۔ اس کے پاس پہنچے اور بڑی خوشامد سے ایک کمبل لیا آدھا پھاڑ کر تہ بند بنایا اور آدھا اوپر لیکر روانہ ہوئے۔ مدینہ پہنچکر مسجد نبوی میں دیوار سے تکیہ لگا کر منتظر قدوم میمنت لزوم سرور کونین بیٹھے رہے۔ حضورؐ نے پوچھا کہ کون ہو عرض کیا میرا نام عبدالعزے ہے فقیر و مسافر ہوں۔ عاشق جمال اور طالب ہدایت ہو کر در دولت پر آ پہنچا ہوں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ آپ کا نام عبداللہ ہے اور ذوالبجادین لقب۔ الغرض یہ بزرگ اصحاب صفہ میں شامل کر دیئے گئے۔ اور ہمیشہ حضورؐ کی مصاحبت رہے۔ یہانتک کہ انہوں نے بمقام تبوک انتقال کیا۔ لحد میں حضرت ابوبکر صدیق وعمر رضؓ نے اتارا۔ حضرت بلال کے ہاتھ میں چراغ تھا حضورؐ شیخین کو فرما رہے تھے۔ کہ اَدّ بَا اِلیٰ اَخَاکُمَا۔ یعنے اپنے بھائی کا احترام ملحوظ رکھو۔

حضور علیہ السلام خود قبر میں اترے اینٹیں دست مبارک سے چنیں۔ اور پھر دعاء میں فرمایا یا الٰہی اس شام تک میں اس سے خوشنود رہا ہوں۔ تو بھی اس سے راضی ہو جا۔ ابن مسعود رضؓ فرماتے ہیں۔ کاش اس قبر میں میں دبایا جاتا۔

نہایت خوشنما مسجد تعمیر کرادی ہوئی ہے۔ اس وقت تبوک[1] حجاز ریلوے پر مدینہ سے تیسواں اور دمشق سے چھیالیسواں سٹیشن ہے الغرض حضورؐ مظفر و منصور مہم تبوک سے بخیر و عافیت مدینہ منوّرہ کو واپس تشریف لے آئے۔

مدینہ میں تین مخلص صحابہ رضی اللہ عنہ ابتلا میں

۲۔ منافقین کے علاوہ تین مخلص مومنین بھی جن کے کعبؓ بن مالک انصاریؓ ہلال بن امیہ اور مرارہ بن ربیع تھے۔ سستی کی وجہ سے وقت پر تیار نہ ہوسکے اور نیت یہ رکھی کہ بعد میں چلکر شامل ہو نگے مگر پھر یہ خیال کرکے کہ لشکر بہت دور نکل گیا ہے۔ اب اکیلے کہاں جائیں مدینہ ہی میں اقامت گزیں رہے۔ حتیٰ کہ حضورؐ بمعہ صحابہ کرام تبوک سے مدینہ میں واپس تشریف لے آئے۔ حضورؐ نے اُن کا امتحان لینے کیلئے ان سے گفت و شنید بند کردی۔ صحابہ پر بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری فرض تھی سب نے اُن سے کلام کرنا چھوڑ دیا۔ یہاں تک کہ ان کی بیویوں نے بھی علیحدگی اختیار کرلی۔ جہاں ان کیلئے تنگ ہو گیا۔ جس کے پاس جاتے تھے۔

[1] سلطان عبدالحمید غازی نے حجاز ریلوے بنوائی تھی جو برسوں جاری رہی شریف کی بغاوت میں بند ہوگئی پھر اسنے اسے چلایا۔ حجاز ریلوے کی مرمت کیلئے سرمایہ منظور ہوچکا ہے اور اسے پھر چالو کرنے کی کوشش ہورہی ہے۔

کوئی منہ نہ لگاتا تھا یہ بات عیسائی شاہ غسان کو جب معلوم ہوئی تو اس نے خاص آدمی کے ہاتھ پیغام بھیجا کہ تم میرے پاس چلے آؤ پھر دیکھو کہ میرے نزدیک تمہارا کتنا اعزاز و اکرام ہوتا ہے۔ یہ خط پڑھ کر انہیں اور بھی صدمہ ہوا اور اپنی بدنصیبی پر زار زار رونے لگے کہ ہائے افسوس اپنے آقا کی نظر پھرنے سے اب دشمنانِ دین ہم پر قابو پانے کی کوشش کرنے لگے ہیں اور ہمیں کفر کی دعوت دیتے ہیں۔ یہ کہہ کر قاصد کے سامنے ہی بادشاہ کے خط کو نذرِ آتش کیا۔ اور زبانی کہلا بھیجا کہ بادشاہ سے علی الاعلان کہہ دینا کہ "تمہاری عنایت و التفات سے ہمیں اپنے آقا کی بے التفاتی لاکھ درجہ بہتر و خوشگوار ہے۔"

الغرض ان کے پورے پچاس روز ابتلا و مصیبت میں بسر ہو گئے۔ روز و شب بارگاہ الٰہی میں توبہ و استغفار سے کام تھا۔ آخر خدا نے ان کی توبہ قبول کی اور قبول توبہ کی بشارت اوّل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے یار غار صدیق اکبر رضہ کے ذریعہ توابین کے کانوں تک پہنچی جسے سنتے ہی وہ سجدے میں گر پڑے۔ حمد و شکر الٰہی بجالائے اور دربار نبوی میں حاضر ہو کر اپنے کانوں سے مژدۂ بخشش سن کر اپنی خوش قسمتی پر فخر کیا کعب اس مژدگانی میں اپنا تمام مال راہِ خدا میں صدقہ کرنے کو تیار تھے۔ مگر حضورؐ نے صرف ثلث کی اجازت دی اور فرمایا۔ کہ ثلث بھی بہت ہے

یہ تھا صحابہ کرام کی اطاعت رسول کا حال۔ افسوس آج تک ایک فرقہ یہ اعتقاد رکھتا ہے اور ایسے اعتقاد سے خدا اور رسول سے نہیں شرماتا کہ حضورؐ کے مخلص صحابہ صرف تین چار تھے اور باقی معاذ اللہ سب منافق تھے۔ استغفر اللہ من ھفواتہم حقیقت یہ ہے کہ یہی صحابہؓ تھے۔ جنہوں نے حضور علیہ السّلام کا اس وقت ساتھ دیا۔ جب کہ آپ پر کفار نے مکہ میں قیام رکھنا ناممکن کر دیا۔ حضورؐ کے ساتھ وطن سے بیوطن ہوئے گھر بار چھوڑ دیا۔ مال و زر لٹا دیا۔ سفر و حضر میں رفیق و دمساز رہے۔ یہ کس طمع پر؟ کیا حضورؐ کے پاس کوئی بڑا خزانہ تھا یا کسی لشکر کے سردار تھے؟ نہیں یہی صحابہ کبار آپکا مال و متاع تھے۔ اور یہی فوج تھے۔ انہیں کی کوشش سے مسلمان جو انگلیوں پر گنے جاتے تھے۔ غزدۂ تبوک میں بیس ہزار کی جمیعت میں نظر آتے ہیں اور حضورؐ پر جانیں فدا کرنے کو بالکل آمادہ ہیں۔ اگر حضورؐ کی طرف سے کسی پر بے التفاتی ملاخطہ کرتے ہیں۔ تو سب اس کی طرف سے منہ پھیر لیتے ہیں نہ بھائی کی اخوّت اس کی دستگیری کرتی ہے اور نہ بیوی کی محبت اسکا ڈہارس بندھا سکتی ہے۔ در و دیوار سے اس مغضوب علیہ کے کان میں یہ آواز پڑتی ہے۔

"چوں از و گشتی ہمہ چیز از تو گشت"

اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مخلصین کی کثرت نہ ہوتی

توکس طرح اس عالم اسباب میں حضورؐ گردن کش دشمنوں کو نیچا دکھاتے اور اسلام کا ڈنکا عرب میں بجاتے پھر مزا یہ ہے کہ جن بزرگوں کو یہ فرقہ معاذاللہ منافق قرار دیتا ہے۔ انہی نے اسلام کو اقصائے عالم تک پہنچایا ہے اور سلاطین عالم سے پانی بھروایا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس گروہ کو توفیق دے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کے خوشگوار اثرات کا اندازہ اور اسلام کے حقیقی خادموں کی دینی خدمات کا اعتراف کر سکیں۔

سریہ بنی طے

قبیلہ طے تا حال مشرف باسلام نہیں ہوا تھا۔ اس کی سرکشی بڑھنے لگی تو حضورؐ نے ۱۵۰ آدمیوں کو حضرت علیؓ کی سرکردگی میں اس قبیلہ کی تادیب کے لئے روانہ کیا۔ عدی بن حاتم طائی مقابلہ کے بغیر بھاگ گیا۔ حضرت علیؓ باقی قبیلہ کو قید کر کے حضور نبوی میں لے آئے ان میں حاتم کی بیٹی سفانہ بھی تھی جس کی سفارش پر حضور نے کل قبیلہ کی خطا بخشی کر دی۔ حضرت سعدیؒ نے اس واقعہ کو یوں منظوم کیا ہے ؎

شنیدم کہ طے در زمان رسول	نکردند منشور ایمان قبول
فرستاد لشکر بشیر و نذیر	گروہے ازیشاں گرفتند اسیر
زنے گفت من دختر حاتمم	بخوانند زیں نامور حاکمم
کرم کن بجائے من اے محترم	کہ مولائے من بود زاہل کرم

بفرمانِ پیغمبر پاک رائے
دراں قوم باقی تہادند تیغ
بزاری بشمشیر زن گفت زن
مروت نہ بینم رہائی ز بند
ہمے گفت گریاں براخوان طے
بہ بخشیدم آں قوم و دیگر عطا

کشادند زنجیرش از دست و پائے
کہ رانند سیلاب خوں بیدریغ
مرا نیز با جملہ گردن بزن
بہ تنہا رہائی ز بند
بسمع رسول آمد آواز وے
کہ ہرگز نہ کرد اصل و گوہر خطا

اس خلق و مروت کو دیکھ کر عدی حاضر خدمت نبوی ہوا اور ساری قوم سمیت مشرف باسلام ہو گیا۔ حضور نے اس سے تین پیشنگوئیاں فرمائی تھیں جو اس نے بچشم خود پوری ہوتی دیکھیں (۱) عدی! تمکو مسلمان غریب نظر آتے ہیں۔ بخدا ان میں اسقدر مال ہونیوالا ہے کہ کوئی شخص مال لینے والا نہ رہے گا (۲) عدی! میری امت کا ایسا رعب اور کثرت ہو گی کہ اکیلی عورت قادسیہ سے چلے گی۔ مکّہ کا حج کرے گی اور اسے کسی کا ڈر نہ ہو گا۔ (۳) عدی! آج کل حکومت اور سلطنت دوسری قوموں میں ہے واللہ وہ وقت قریب آ رہا ہے جب تو سن لیگا کہ ارض بابل کا سفید محل (نوشیرواں کا درباری دیوان خانہ) مسلمانوں کے ہاتھ پر مفتوح ہو گا۔

الحمدللہ کہ یہ پیشگوئیاں حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں

پوری ہو گئیں اور خود عدی کے سامنے پوری ہوئیں۔ الحمدللہ علیٰ ذالک۔

فرضیتِ حج اور بت پرستی کا خاتمہ

اسی سال ۹ھ میں حج فرض ہوا۔ حضور نے اپنے یارِ غار حضرت ابوبکر صدیق اکبرؓ کو امیر الحاج بنا کر روانہ فرمایا اور تین سو اصحابہ کو ان کے ہمراہ کیا تاکہ وہ سب کو حج کرائیں اسکے بعد سورت برات کا نزول ہوا۔ جس میں حضرت صدیقؓ کی تعریف میں آیتہ غار بھی تھی۔ اور اسکا صدیق کا لوگوں کو سنانا خود سرائی سمجھا جاتا۔ اس لئے اس کا اعلان کرنے کے لئے حضرت علیؓ کو عقب میں روانہ کیا گیا۔ حضرت علیؓ نے مکہ شریف پہنچ کر جدید احکام سے بھی اہل مکہ اور ان تمام لوگوں کو جو حج کے موقعہ پر جمع ہوئے تھے مطلع فرمایا کہ آئندہ مکہ خدا پرستوں کا خاص شہر قرار پائیگا۔ اور کسی بت پرست کو یہاں آنے کی اجازت نہ ہو گی اور نہ کوئی حسب دستور جاہلیت ننگا ہو کر بیت الحرام کا طواف کر سکے گا جن لوگوں نے کوئی خاص عہد و پیمان کر رکھے ہیں وہ وقت مقررہ تک اسی حالت میں رہیں گے۔ باقی لوگوں کو چار مہینے کی دعوت دی جاتی ہے کہ اپنے اپنے ملکوں کو واپس چلے جائیں۔ اس میعاد کے گذرنے کے بعد کسی کا عذر مسموع نہیں ہو گا۔

آج اس حکم کو نافذ ہوئے تیرہ سو تہتّر سال ہو گئے ہیں۔ ۱۳۷۳
اور کسی بت پرست کی مجال نہیں ہوئی اور نہ ہو گی کہ اس مقدس جگہ کو بتوں کی آلائش سے ناپاک کرے۔ خدائی وعدہ ما یبدئ الباطل وما یعید سچا ہے بت پرستی سرزمین حجاز میں کبھی عود نہیں کر سکتی۔ حجاز کی تو زمین ہی مقدس ہے۔ ہندوستان بھی خود بخود بتوں سے پاک ہوتا جاتا ہے۔ اسلامی تعلیم سے متاثر ہو کر خود ہندوؤں میں آریہ مت والے بت پرستی کا کھنڈن کر رہے ہیں۔ اور جن لوگوں کا مذہب بت پرستی ہے وہ بھی فی الحقیقت اس کے قائل نہیں ان میں سے بھی کوئی لاکھ میں سے ایک بھی شاید ہی بتوں کا بندہ کہلانے کو تیار ہو فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

سنہ ۱۰ھ

وفود کی آمد و رفت

جب اسلام کا سکّہ عرب میں بیٹھ گیا تو مختلف اقوام کی طرف سے حضور کی خدمت میں وفد حاضر ہونے لگے۔ بعض قبول اسلام کے لئے اور بعض حصول مراعات کے لئے۔ ان وفود کے نام یہ ہیں۔
(۱) وفد خولان (۲) وفد محارب (۳) وفد غسّان (۴) وفد بنی الحارث (۵) وفد بنی عبس (۶) وفد غامد (۷) وفد بنی فزارہ (۸) وفد سلامان

(۹) وفد نخع (۱۰) وفد نجران حضورؐ ان کی درخواست پر صحابہ میں سے ایک مبلغ
ساتھ کر دیتے تھے۔ جسکے ذریعہ ان میں اسلام کی خوب اشاعت
ہوئی۔ چنانچہ بنی حارث میں آپ نے حضرت خالدؓ بن ولید کو روانہ
فرمایا۔ جن کی تعلیم سے وہاں کے لوگ مسلمان ہو گئے۔ اسی طرح نجران
کی طرف حضرت ابو عبیدہ بن الجراح کو بھیجا تھا۔ وفد نجران نے حضرت
عیسیٰؑ کی شخصیت کے متعلق گفتگو کی تھی۔ جس پر آیۃ اِنَّ مَثَلَ
عِیْسٰے کَمَثَلِ آدَمَ الخ نازل ہوئی اسی میں آیۃ مباہلہ بھی ہے۔
اس کے نزول پر حضورؐ نے اپنے قریب ترین رشتہ داروں حضرت
حسنؓ و حسینؓ کو بلایا۔ اور حضرت فاطمہ بھی آپ کے پس پشت
مبارک آکر کھڑی ہو گئیں۔ دوسری روایت میں حضرت علیؓ کی
موجودگی کا بھی ذکر ہے یہ اپنوں کو جمع کرنا یہ بتانے کے لئے
تھا کہ ہم ابھی مباہلہ کو تیار ہیں۔ اور بوجہ سچا ہونے کے ہمیں اپنے
بال بچوں کا مباہلہ میں تلف ہونے کا اندیشہ نہیں۔ تم بھی اپنے
اقارب کو لے آؤ۔ تاکہ حق و باطل میں تمیز ہو جائے۔ وفد کے
عیسائیوں نے بوجہ اپنے دل میں چور کرنے کے مباہلہ میں خرابی
دیکھی اور عرض کیا کہ ہمارے لئے جزیہ مقرر کر دیا جائے۔ ہم
مباہلہ نہیں کرتے۔ حضورؐ نے ان کی التماس کو قبول فرما لیا۔ اور
جزیہ کے عوض ان کو مذہبی آزادی حقوق کی حفاظت اور امن کا
پروانہ لکھ دیا۔ جس کا مضمون یہ تھا۔

غیر مذاہب سے رواداری

نجران والوں کو جان مذہب زمین جائداد کے متعلق خدا اور رسول اللہ کی حفاظت حاصل ہو گی۔ خواہ وہ حاضر ہوں۔ خواہ غائب صاحب قبلہ ہوں یا اتباع کرنے والے ان کی حالت اور حقوق میں کوئی تغیر نہ کیا جائیگا۔ اور جو کچھ کم یا زیادہ ان کے قبضہ میں ہے اسے نہ بدلا جائیگا۔ پچھلے زمانہ کے شبہات یا قتل کے مقدمات ان پر نہ چلائے جائیں گے وہ بیگار میں نہ پکڑے جائیں گے۔ ان سے دہ یکی (عشر) نہ لی جائے گی ان کے علاقہ سے فوج عبور نہ کرے گی

اس پروانۂ امن سے یہ ثابت ہوا کہ اسلام کا مقصد بزور شمشیر اشاعت دین نہیں ہے اور وہ ہر ایک قوم کو جو امن و امان اور صلح و آشتی سے بود و باش رکھے پوری مذہبی آزادی اور حقوق ادا کرنے پر ہر وقت تیار ہے۔ مگر جو اسلام و مسلمین پر حملے کرے۔ اور ان کو ستائے تو اپنی حفاظت کیلئے مجبوراً انہیں تیغ بکف ہونا پڑتا ہے۔ چنانچہ ہمارے بیان کی تصدیق میں خلفائے راشدین کے عہد مبارک کے کئی واقعات پیش کئے جا سکتے ہیں۔

جتنی مذہبی آزادی یہود و النصاریٰ کو دولت علیہ عثمانیہ میں حاصل تھی خود عیسائی ممالک میں بھی نہ ہو گی۔ ہندوستان۔ افغانستان۔ ترکستان کو ہی لو۔ کہ ان میں زیادہ تر غیور اور شجاع اقوام حلقہ بگوش اسلام نظر آتی ہیں اور بزدل اور ڈرپوک قومیں

جو ذرا سی دھمکی سے تبدیل مذہب کر سکتی تھیں۔ اپنے قدیم مذاہب پر قائم ہیں۔ اس سے روز روشن کیطرح ثابت ہوتا ہے کہ اعلیٰ درجہ کی اقوام نے جو قبول حق کا مادہ اور روشن دماغ رکھتی تھیں اسلامی صداقت پر ایمان لاکر فوراً اسلام قبول کر لیا اور جن میں کھرے کھوٹے میں تمیز کرنے کا مادہ نہ تھا۔ وہ بدستور جہالت پر قائم رہیں۔

حجۃ الوداع

گذشتہ سال حضور علیہ السلام نے اپنی بجائے حضرت صدیق اکبرؓ کو امیر الحاج بنا کر روانہ فرمایا تھا۔ اس (سنہ ۱۰ھ) سال خود ارادہ حج فرمایا۔ جب اطراف و اکناف کے مسلمانوں کو اس کا علم ہوا کہ حضورؐ خود حج کو تشریف لے جانے والے ہیں تو خلقت انبوہ در انبوہ مدینہ میں جمع ہونی شروع ہو گئی۔ جس میں ہر درجہ و طبقہ کے لوگ شامل تھے۔ ۲۵ ذولیعقد کو حضورؐ بمعہ متبعین مکہ کو روانہ ہوئے راہ میں جب کسی ٹیلہ یا کرپوہ سے گذر ہوتا تھا۔ تین بار تکبیر باآواز بلند کہتے تھے۔ راستہ میں بھی مسلمان فوج در فوج اس قافلہ کے ساتھ شامل ہو جاتے تھے۔ آخر کار جب مکہ معظمہ میں داخل ہوئے تو حضورؐ کا کلمہ پڑھنے والوں اور آپ کے اشاروں پر جان دینے والوں کی تعداد سوا لاکھ کے قریب تھی۔

اللہ اکبر حق کی فتح اور صداقت کی قوت ملاحظہ ہو

کہ وہی آمنہ کا یتیم بچہ جسنے آج سے بائیس برس پہلے جب اسی مکہ میں لوگوں کو حق کی دعوت دی تھی تو تمام عزیز و اقارب مانند عقارب کاٹنے لگے تھے۔ صرف چند سعید روح اشخاص مثل ابوبکر صدیق رضؓ ساتھ ملے تھے۔ وہ بھی بوجہ کمزوری کوہ صفا کے دامن اور ارقم صحابی کے گھر میں در بند کئے جمع ہوا کرتے تھے۔ پھر کچھ زیادہ ہو گئے تو ممالک سے ان کی مخالفت کی کچھ حبش کو ہجرت کر گئے۔ کچھ رہ گئے تو زندان خانوں میں ڈالے گئے۔ حضورؐ خود تیس ۳۰ سال تک محصور رہے۔ آخر وطن سراپا خار بنگیا۔ یہاں رہنا ناممکن نظر آیا سب مسلمان ترک وطن پر مجبور ہوئے۔ حضورؐ نے رات کی تاریکی میں اسے چھوڑا ایک رفیق کے سوا اور کوئی ساتھی نہ تھا۔ دشمنوں کو ان کے بچکر نکل جانے کا رنج ہوا ان کے دار ہجرت (مدینہ منورہ) پر نو برس تک برابر حملے کرتے رہے۔ آخر سر ٹکرا ٹکرا کر بیٹھ گئے۔ سچ کا بول بالا ہوا۔ باطل دب گیا آج وہی اہل مکہ وہی عرب والے جو کلمہ حق سننے کو تیار نہ تھے۔ اور پیغمبر خدا کی آواز سن کر کانوں میں انگلیاں ڈال لیتے تھے۔ حق کی قوت کے سامنے سر فگندہ ہو گئے۔ آج اس شخص کے غلام ہیں۔ جس کو انہوں نے تنگ کر کے وطن سے ہجرت کرنے پر مجبور کیا تھا۔ آج اسی کے ایک اشارے پر جانیں قربان کرنا اپنی سعادت سمجھتے ہیں۔ جس کی جان لینا انہوں نے مقصد

زندگی بنا رکھا تھا۔ خدا نے جو مومنوں کو بشارتیں دے رکھی تھیں وہ آج پوری ہو گئیں۔ اور مسلمانوں نے لَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ کے مژدہ جانفزا کو اپنی آنکھوں سے پورا ہوتے دیکھ لیا۔ نیز ان کی کامیابیوں نے ان کو کامل الایمان ہونے کی سند دلادی انہیں مومنین کے ساتھ آپ نے کعبۃ اللہ کا طواف کیا۔ صفا و مروہ کے پہاڑوں پر تشریف لے گئے اور ان کی چوٹیوں پر سے کلمہ توحید بلند کیا اور لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ انجز وعدہ ونصر عبدہ وهزم الاحزاب وحدہ کے ترانے لگائے (ترجمہ) خدا کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ وہی مالک الملک ہے وہی سزاوار حمد ہے وہی ہر چیز پر قادر ہے وہی اکیلا خدا قابل عبادت ہے۔ اسی نے اپنے وعدے کو پورا کیا۔ اسی نے اپنے بندہ (محمدؐ) کی مدد کی اسی نے دشمنوں کے لشکروں کو شکست دی۔

عرفہ ۹ (ذوالحجہ) کو حضورؐ عرفات۔ مزدلفہ کے درمیان واقعہ وادی نمرہ میں اترے۔ پھر دن ڈھلنے کے بعد عرفات میں تشریف لائے۔ سوا لاکھ تعداد میں اللہ والے خدائے واحد کے حضور میں سر ننگے کھڑے بن سلے کپڑے کفن کی طرح پہنے امیری فقیری

کا فرق دور کیئے میدانِ حشر کا نمونہ بنائے کھڑے تھے۔ اللہ اکبر صداقت کی کامیابی! کیسا عالیشان نظارہ ہے۔

خطبہ حجۃ الوداع

حضور نے پہاڑی پر چڑھ کر اور اپنے ناقہ قصوا پر سوار ہو کر یہ خطبہ پڑھا

"لوگو! میں خیال کرتا ہوں کہ میں اور تم پھر کبھی اس مجلس میں اکھٹے نہیں ہوں گے۔ لوگو! تمہارے خون۔ تمہارے مال اور تمہاری عزتیں ایک دوسرے پر ایسی حرام ہیں جیسا کہ تم آج کے دن کی۔ اس شہر کی۔ اس مہینہ کی حرمت کرتے ہو۔ لوگو! تمہیں عنقریب خدا کے سامنے حاضر ہونا ہے وہ تم سے تمہارے اعمال کے متعلق سوال کرے گا۔ خبردار میرے بعد گمراہ نہ ہو جانا۔ کہ ایک دوسرے کی گردنیں کاٹنے لگو۔

لوگو! جاہلیت کی ہر ایک بات کو میں اپنے قدموں کے نیچے پامال کرتا ہوں جاہلیت کے قتلوں کے تمام جھگڑے ملیا میٹ کرتا ہوں۔ پہلا خون جو اپنے خاندان کا ہے یعنی ابن ربیعہ بن حارث کا خون (جو بنی سعد میں دودھ پیتا تھا اور ہذیل نے اسے مار ڈالا تھا) میں چھوڑتا ہوں۔

جاہلیت کے زمانہ کا سود چھوڑ دیا گیا پہلے سود اپنے خاندان کا جو میں چھوڑتا ہوں اور عباس بن عبد المطلب کا سود ہے۔ جو سب کا سب چھوڑ دیا گیا۔

لوگو! اپنی بیویوں کے متعلق اللہ سے ڈرتے رہو۔ خدا کے نام کی ذمہ داری سے تم نے انہیں بیوی بنایا اور خدا کے کلام سے تم نے انکا جسم اپنے لئے حلال کیا تمہارا حق عورتوں پر اتنا ہے کہ وہ تمہارے بستر پر کسی غیر کو (کہ اس کا آنا تم کو ناگوار ہے) نہ آنے دیں۔ لیکن اگر وہ ایسا کریں تو ان کو ایسی مار مارو جو تکلیف دہ نہ ہو۔ عورتوں کا حق تم پر یہ ہے کہ تم انکو اچھی طرح کھلاؤ اور اچھی طرح پہناؤ۔

لوگو! میں تم میں وہ چیز چھوڑے چلا ہوں کہ اگر اسے مضبوط پکڑ وگے تو کبھی گمراہ نہ ہوگے وہ قرآن اللہ کی کتاب ہے۔

لوگو! نہ تو میرے بعد کوئی اور پیغمبر ہے اور نہ کوئی جدید امت پیدا ہونے والی ہے۔ خوب سن لو کہ اپنے پروردگار کی عبادت کرو۔ پنجگانہ نماز ادا کرو۔ سال بھر میں ایک مہینہ رمضان کے روزے رکھو اپنے مالوں کی زکوۃ نہایت خوشدلی کے ساتھ دیا۔ خانہ خدا کا حج بجالاؤ۔ اور اپنے اولیائے امور و حکام کی اطاعت کرو۔ جس کی جزا یہ ہے کہ تم پروردگار کے فردوس بریں میں داخل ہوگے۔

لوگو! قیامت کے دن تم سے میری بابت دریافت کیا جائے گا۔ مجھے ذرا بتادو کہ تم کیا جواب دوگے"

سب نے کہا کہ ہم اس کی شہادت دیتے ہیں کہ آپ نے

اللہ کے احکام ہم کو پہنچا دیئے۔ آپ نے رسالت و نبوت کا حق ادا کر دیا۔ آپ نے ہم کو کھوٹے کھرے کی بابت اچھی طرح بتا دیا۔

اسوقت نبی صلعم نے اپنی انگشت شہادت کو اُٹھایا۔ آسمان کی طرف انگلی اٹھاتے پھر لوگوں کی طرف جھکاتے اور فرماتے تھے۔

"اے خدا سُن لے تیرے بندے کیا کہہ رہے ہیں۔ اے خدا گواہ رہنا کہ یہ لوگ کیا گواہی دے رہے ہیں۔ اے خدا شاہد رہ کہ یہ سب کیسا صاف اقرار کر رہے ہیں۔

دیکھو جو لوگ موجود ہیں وہ اُن لوگوں کو جو موجود نہیں ہیں اس کی تبلیغ کرتے رہیں۔ ممکن ہے کہ بعض سامعین سے وُہ لوگ زیادہ تر اس کلام کو یاد رکھنے اور حفاظت کرنیوالے ہوں۔ جن پر تبلیغ کی جائے۔"

ناظرین! یہ خطبہ اسلامی تعلیم کا نچوڑ ہے۔ اس میں دینداری اخوت اور باہمی بود و باش کا کیسا اچھا سبق موجود ہے اگر مسلمان اس پر عمل پیرا ہو جائیں تو کبھی گمراہ نہ ہوں۔ قومی اتفاق قائم رہے اور اتفاق کی برکت سے کسی سے مغلوب نہ ہوں۔

تکمیل دین کی آیۃ

حضورؐ جب خطبہ سے فارغ ہوئے تو اسی جگہ آیۃ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ

دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا کا نزول ہوا۔ اس عظیم الشان کامیابی کے بعد حضور علیہ السلام شادان فرحان مدینہ منورہ کی طرف مراجعت فرما ہوئے راہ میں بمقام غدیر خم حضرت بریدہ اسلمی رضؓ نے یمن کے مال غنیمت کی تقسیم کے متعلق حضرت علیؓ کی نسبت حضور نبوی ؐ میں شکایت کی تحقیق کرنے پر شاکی کے فہم کا قصور ثابت ہوا۔ اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے درمیان سے جناب مرتضےٰ کے متعلق پیدا شدہ غلط فہمی دور کرنے کے لئے حضرت علیؓ کو ہاتھ پکڑ کر کھڑا کیا اور فرمایا مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ یعنی جسکا میں دوست ہوں علیؓ بھی اس کا دوست ہے۔ اس پر حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ کو مبارکباد دی۔ اور سب خوشی خوشی مدینہ شریف پہنچ گئے۔ محض محبان مفرط نے بات کا بتنگڑ بنا لیا ہے اور حضرت علیؓ کو ان کے مقام سے بہت اونچے لے اُڑے ہیں اور "گر فرقِ مراتب نہ کنی زندیقی" کے مصداق بن گئے ہیں۔

سنہ ۱۱ھ

جب دین مکمل ہو گیا اور اس کے سنبھالنے اور اشاعت کرنے کے لئے اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ کی

نشان رکھنے والی ایک جماعت تیار ہو گئی۔ تو حضورؐ نے سفرِ آخرت کی تیاری کی تاکہ رفیقِ اعلیٰ کی رفاقت سے بہرۂ تام و حظِ وافر حاصل کریں۔ ماہ صفر میں انصار و مہاجرین کو جمع فرمایا اور ان کو یہ خطبہ سنا کر دین میں اور بھی پختہ بنایا۔

حضور علیہ السلام کا الوداعی خطبہ

"لوگو! مرحبا۔ خدا کی سلامتی حفاظت اور نصرت تمہارے ساتھ ہو۔ خدا تمہیں رفعت۔ ہدایت اور توفیق عطا فرمائے اور اپنی پناہ میں رکھے آفات سے بچائے اور سلامت رکھے میں تم کو تقویٰ اور خدا ترسی کی وصیت کرتا ہوں۔ خدا کے سپرد کرتا ہوں۔ تم کو اپنا جانشین بناتا ہوں۔ عذابِ الٰہی سے ڈرتا ہوں۔ اور خیال کرتا ہوں کہ تم بھی لوگوں کو اس سے ڈراتے رہو گے۔ تم کو لازم ہے کہ سرکشی بتکبر بڑھ کر چلنے کو خدا کے بندوں اور خدا کی بستیوں میں نہ پھیلنے دو آخرت کا گھر اسی کے لئے ہے جو دنیا میں بڑھ کر نہیں چلتے اور فساد نہیں کرتے۔ اچھی عاقبت صرف متقین کی ہے۔

لوگو! میں ان فتوحات کو دیکھ رہا ہوں جو تم کو حاصل ہوں گی مجھے یہ ڈر نہیں رہا کہ تم مشرکؔ بن جاؤ گے۔ لیکن ڈر

ؔ حضور علیہ السلام کے اس ارشاد کو وہ (نجدی) غور سے پڑھیں جو بات بات میں مسلمانوں کو مشرکین کہہ دیا کرتے ہیں۔ حالانکہ حضورؐ اسکا فیصلہ فرما گئے ہیں کہ مسلمان (باقی صفحہ ۱۰۲)

یہ ہے کہ دنیا کی رغبت اور فتنہ میں پڑھ کر کہیں ہلاک نہ ہو جاؤ جیسا کہ پہلی امتیں ہلاک ہو گئیں۔

آخر میں فرمایا سلام تم سب پر اور ان سب پر جو آج سے لے کر قیامت اسلام کی وساطت سے میری بیعت میں داخل ہوں۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللّٰہ
والصلوٰۃ والسلام علیک یا حبیب اللّٰہ

حضور صلعم کی مفارقت کا واقعہ جانکاہ۔

مرض مفارقت ابدی سے چند روز پیشتر حضورؐ کوہ اُحد پر تشریف لے گئے اور شہداء اُحد کے گنج شہیداں پر الوداعی نماز پڑھی پھر مدینہ کے گورستان میں آسودگانؓ بقیع (سیدہ زینب سیدہ رقیہ اور سیدہ ام کلثوم وغیرہ ہیں) پہر دُعا کے لئے آدھی رات کو تشریف لے گئے۔ اور تمام سابقین کو

حاشیہ بقایا صفحہ ۱۰۶ :- شرک میں کبھی ملوث نہیں ہونگے اس عالم اسباب میں کسی سے توسل کرنا شرک نہیں ہماری ضروریات ایک دوسرے سے وابستہ ہیں ہم مجبور ہیں کہ ایک دوسرے سے مدد طلب کریں اور اس سے بڑے سے بڑا موحد بھی بری نہیں پھر ہمیں حیرت ہے کہ بزرگوں سے استمداد میں کونسا شرک آگھستا ہے جب دنیاداروں سے طلب امداد میں کوئی ہرج نہیں ایسی باتیں ظاہر کرتی ہیں۔ کہ مواحدین کو بندگان دین سے حسد ہے، جبھی تو وہ ان کی طرف رجوع پر ایسے برافروختہ ہوتے ہیں۔ حالانکہ بزرگان دین کی تعظیم محض دین کی وجہ سے ہے۔ لہ بجند یونی (بقایا صفحہ ۱۰۸)

اِنَّا بِکُمْ لَلَاحِقُوْنَ کا کلمہ سنا کر اپنی جلد تشریف آوری کا مژدہ سنایا۔ ۲۹ صفر کو بیماری کا آغاز ہوا۔ تپ شدید اور سخت درد سر لاحق تھا۔ ایک صحابی ابو سعید خدری رضؓ نے اس پر تعجب کیا تو حضورؐ نے فرمایا کہ انبیاء سے بڑھ کر کسی کو تکلیف نہیں ہوتی۔ اس لئے ان کا اجر بھی زیادہ ہوتا ہے ؎

جن کے رتبے ہیں سوا ان کو سوا مشکل ہے

حضور علیہ السلام کل چودہ روز بیمار رہے۔ ان میں سے گیارہ روز خود نماز پڑھاتے رہے گیارہویں دن باوجود تین بار وضو کر کے تیار ہونے کے بوجہ غشی مسجد تک نہ پہنچ سکے۔ آخر حکم دیا کہ ابو بکرؓ نماز پڑھائیں۔ جب وہ تعمیل ارشاد کے لئے مصلے پر کھڑے ہوئے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ خالی پا کر یار غار اور تمام صحابہ پر بے اختیارانہ ایسی رقت طاری ہوئی کہ ان کے رونے کی آواز حضور کے سمع مبارک تک پہنچی اسوقت طبیعت کچھ سنبھلی ہوئی تھی آپؐ نے صحابہ کا دلوجہ اس شفقت کے جو آپ ان سے رکھتے تھے، رنج و قلق میں پڑا رہنا گوارہ نہ کیا۔ اسلئے مسجد میں

حاشیہ بقایا صفحہ ۱۰۷۔ آل و اصحاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قبروں میں ایذا پہنچائی اور ان پر پہاڑ پر سے لاد کر لاں چلا چلا کر انکی توہین کی حالانکہ عام مسلمانوں کی قبروں پر جوتا پہنا کر چلنے اور ان پر ڈھاسا نکالنے کی بھی ممانعت ہے۔ چہ جائیکہ بزرگان دین کے مزارات کو کھدوا جائے اور ان کی اہانت کی جائے۔

میں تشریف لے آئے اور یار غار کے بائیں ہاتھ بیٹھ کر نماز پڑھائی اور فارغ ہو کر فرمایا "مسلمانو! میں تمہیں خدا کے سپرد کرتا ہوں خدا کی پناہ و نگہداشت اور نصرت کے حوالے کرتا ہوں۔ خدا تم پر میرا خلیفہ ہے تمہارے تقویٰ اور حفظ طاعت سے وُہ تمہاری نگرانی کرے گا۔ پس میں اب دنیا سے علیحدہ ہونے والا ہوں اور اُسے چھوڑنے والا ہوں۔

پھر گھر میں تشریف لائے اور جو کچھ گھر میں تھا وُہ راہِ خدا میں دے دیا ہتھیار مسلمانوں کو ہبہ فرما دیئے۔ جس رات کو انتقال ہوا ہے اس روز چراغ روشن کرنے کو تیل حضرت صدیقہؓ نے ایک پڑوسن سے ادھار منگوایا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زرہ ایک یہودی کے پاس تیس[۱] صاع جو میں گرو رکھی ہوئی تھی۔ جس روز آپ کو سفر آخرت کرنا تھا اس کی صبح کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حجرہ مبارک کا پردہ جو مسجد کی طرف پڑا ہوا تھا ہٹایا اور مسلمانوں کی صفیں نماز کے لئے درست دیکھ کر اپنی تعلیم کے خوشگوار نتیجہ پر شکر الٰہی ادا کیا اور مسرّت قلبی سے چہرہ پر بشارت اور ہونٹوں پر مسکراہٹ کے آثار پیدا ہو گئے۔ عاشقان جمال مصطفوی محو دیدار محبوب الٰہی ہو گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ سے انہیں تسکین دی اور پھر تکلیف فرما کر مسجد میں تشریف لے آئے اور نماز حضرت صدیق

---

[۱] صاع ایک پیمانہ ہے جس میں قریباً ۳½ سیر غلہ آتا ہے۔

اکبرؓ کے اقتدار میں ادا فرمائی اور یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیا میں آخری فرض نماز تھی۔

مسجد سے نماز پڑھ کر آپ پھر حجرہ صدیقہ عائشہؓ میں واپس تشریف لائے سیّدہ فاطمہؓ کی دلجوئی کی حسنینؓ کو پیار کیا۔ ازواج مطہرات کو نصائح فرمائیں پھر حضرت علیؓ کو بلا کر انہیں لونڈی غلام کے ساتھ حسن سلوک کی نصیحت کی اور صبر کی تلقین فرمائی، حضرت علیؓ باہر چلے گئے۔ حضرت عائشہ طیبہ نے سر مبارک اپنے زانو پر رکھ لیا ان کے بھائی عبدالرحمٰن بن ابوبکرؓ تازہ مسواک لائے۔ آپ نے لیکر اسے استعمال فرمایا۔ اس کے بعد آپ کی زبان مبارک سے الصّلوٰۃ الصّلوٰۃ وما ملکت ایمانکم (نماز نماز اور لونڈی غلام کے حقوق) نکلا پھر فرمایا اللّٰھُمَّ رفیق الاعلیٰ (اے خدا برترین رفیق) عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے۔ کہ اس کے بعد آپکا وصال ہو گیا۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون

اس دن دوشنبہ کا دن تھا۔ تاریخ ۱۲ ربیعہ الاول تھی۔ اور ۱۱ھ کے ماہ جون کا ربع ثانی تھا۔

۲۲۳۳۰ ۱/۴

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دنیا میں بائیس ہزار تین سو روز قیام رہا۔ چالیس سال کی عمر میں آپ مبعوث رسالت ہوئے اس کی تبلیغ آپ نے آٹھ ہزار[1] ایک سو پچپن دن فرمائی۔ مکہ معظمہ میں آپ

[1] حجۃ الوداع میں آپ کے ساتھ قریباً ڈیڑھ لاکھ مسلمان فریضہ حج ادا کرنے کو آئے تھے اگر اس سے

(بقیہ صفحہ ۱۱۱ پر)

کی عمر کے باون سال بسر ہوئے چالیس قبل نبوت اور بارہ بعد ازاں پھر باقی ایام زندگی یعنی کم از یازدہ سال آپ اپنے دار ہجرت مدینہ منورہ میں اقامت گزین رہے اور اب تک وہیں آرام فرما ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم چہار شنبہ کو حجرہ صدیقہؓ میں جہاں آپ کا انتقال ہوا تھا۔ چشم ظاہر بین سے پوشیدہ ہوئے۔ آپ کی نماز جنازہ پڑھنے میں بتیس گھنٹے خرچ ہوئے۔ کیوں کہ حجرہ میں دس آدمیوں سے زیادہ ایک وقت نماز نہیں پڑھ سکتے تھے۔ بغیر کسی امام کے پہلے کنبے والوں نے پھر مردوں نے پھر عورتوں نے پھر بچوں نے نماز پڑھی۔ مدینہ اور اطراف مدینہ میں کوئی مسلمان نماز جنازہ کے ثواب سے محروم نہ رہا (یہی مضمون شیعوں کی کتب معتبرہ اصول کافی اور حیات القلوب میں ہے)

حضور صلعم کی دعائے نماز جنازہ

مدارج النبوت میں وہ دعا منقول ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ پر پڑھتے تھے اور وہ یہ ہے

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا۔ اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا لَبَّیْکَ وَسَعْدَیْکَ صَلَوٰۃُ اللّٰہِ الرَّحِیْمِ وَالْمَلٰٓئِکَۃِ الْمُقَرَّبِیْنَ وَالنَّبِیِّیْنَ

حاشیہ بقیہ صفحہ ۱۱۰:۔ دگنی تعداد بھی پیچھے رہنے والی عورتوں اور بچوں کی سمجھی جائے تو حضورؐ کے امتیوں کی تعداد اس وقت ساڑھے چار لاکھ شمار کرنی چاہیے اسکو تبلیغی ایام پر تقسیم کرنے سے چوہتّر کس فی یوم نتیجہ حاصل ہوتا ہے۔

وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالصَّالِحِیْنَ وَمَا سَبَّحَ لَکَ مِنْ شَیْءٍ یَارَبَّ الْعٰلَمِیْنَ عَلٰی مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ خَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ وَسَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَاِمَامِ الْمُتَّقِیْنَ وَرَسُوْلِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ الشَّاھِدِ الْبَشِیْرِ الدَّاعِیْ اِلَیْکَ بِاِذْنِکَ السِّرَاجِ الْمُنِیْرِ وَبَارِکْ عَلَیْہِ وَسَلِّمْ

مدینہ میں بڑی مصیبت کا دن

مسلمانوں کے لئے حضورؐ کا انکے درمیان سے اٹھ جانا ایک عظیم ترین مصیبت تھی۔ اس حادثہ جانکاہ اور سانحہ ہوش ربا کے صدمہ نے ان کے دل و دماغ پر بہت سخت اثر کیا۔ حضرت عمر فاروق اعظم رضؓ غم سے نڈھال ہو رہے تھے اور وہ یہ سننا نہیں چاہتے تھے کہ حضورؐ فوت ہو گئے ہیں ان سب کو آخر اسی زبردست شخصیت رکھنے والے یار غار نبی نے سنبھالا جس کو حضورؐ نے دم واپسیں امام بنایا تھا۔ اور یہ آیۂ مبارکہ پڑھ کر خدائے حیّ و قیوم کی عظمت لوگوں کے دلوں میں بٹھائی۔ مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِہِ الرُّسُلُ اَفَاِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰۤی اَعْقَابِکُمْ وَمَنْ یَّنْقَلِبْ عَلٰی عَقِبَیْہِ فَلَنْ یَّضُرَّ اللّٰہَ شَیْـًٔا وَسَیَجْزِی اللّٰہُ الشّٰکِرِیْنَ (ترجمہ) محمدؐ بھی ایک رسول ہیں ان سے پہلے رسول گذر چکے ہیں۔ کیا اگر وہ فوت یا شہید ہوں تو تم اپنے پاؤں پھر جاؤ گے۔ اگر بالفرض کوئی پھر بھی جائے تو وہ اللہ کو کچھ ضرر نہیں پہنچا سکتا اور اللہ شکر

گذاروں کو جزاء دے گا۔

اپنے رسول کے مقرر کردہ امام کی زبان سے یہ کلمات سن کر حضرت عمرؓ اور دیگر صحابہؓ نے صبر و شکیبائی کا دامن پکڑا اور رضائے الٰہی کے سامنے گردن جھکا دی۔ حضرت علیؓ حضورؐ کے پاس تشریف لے گئے اور (جیسا کہ شیعوں کی معتبر کتاب نہج البلاغۃ میں ہے) فرمایا میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ آپ کی وفات سے نبوت وحی آسمان کی خبریں منقطع ہو گئیں آپکی موت صدمہ عظیم ہے آپؐ کے فوت ہونے کی مصیبت حادثہ عظیم ہے۔ لوگ اس سے یکساں دلگیر ہو رہے ہیں۔ اگر آپؐ صبر کا حکم نہ دیتے۔ جزع فزع سے منع نہ فرماتے تو ہم رو رو کر آنکھ اور دماغ کی تمام رطوبتیں خشک کر دیتے پھر بھی اسکا رنج دائمی اور اس کا اندوہ ہمیشہ رہنے والا تھا۔ اور یہ دائمی رنج و اندوہ بھی آپؐ کی وفات کی مصیبت کے مقابلہ میں ہیچ ہوتا۔ لیکن موت ایسی چیز ہے جسے رد نہیں کیا جا سکتا۔"

حضرت عائشہ صدیقہؓ نے جو اسوقت بغرط رنج والم ارشاد فرمایا اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک زندگی کا مرقع پیش کر دیا۔ فرمایا:۔

"دریغا وہ نبی جس نے فقر کو غنا پر اور درویشی کو تونگری پر ترجیح دی وہ دین پرور جو امت عاصی کی فکر میں کبھی پوری

رات آرام سے نہ سویا۔ جس نے ہمیشہ بڑی استقامت و استقلال سے نفس کے ساتھ محاربہ کیا جس نے منہیات کو ذرا بھی نگاہ التفات سے نہ دیکھا۔ جس کے ضمیر منیر کے دامن پر مخالفین کی ایذا و اضرار کا ذرا بھی غبار نہ بیٹھا۔ جسنے برّ و احسان کے دروازے ارباب فقرو احتیاج پر کبھی بند نہ کئے۔ آہ جس کے موتی جیسے دانت پتھر سے توڑے گئے۔

جس کی پیشانی انور کو توڑا گیا (پھر بھی ظالموں کو بد دعا نہ دی) جس نے کبھی دو دن برابر نان جوین سیر ہو کر نہ کھائی آہ۔ آج دنیا سے رخصت ہوا (مدارج النبوۃ)

مدینہ میں خلیفہ اول کا انتخاب

حضور علیہ السلام نے وفات سے پیشتر اپنے یار غار افضل البشر بعد الانبیاءؑ بالتحقیق حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو نماز جماعت میں امام مقرر فرما کر اور خود اُن کی اقتداء میں آخری نماز پڑھ کر اشارۃً یہ بتا دیا تھا کہ تقدیر الٰہی و رضائے رسالت پناہی انہی کو مسلمانوں کا والی اُمر بنانے کے حق میں ہے۔ پہلے حضورؐ نے ان کی خلافت کے متعلق وصیت لکھوانے کا ارادہ بھی فرمایا تھا۔ مگر بعد ازاں تحریر سے اس کی توثیق کرنا تحصیل

حاصل خیال کیا اور فرمایا یابی اللہ والمسلمون الا بابی بکو (جیساکہ صحیح مسلم میں ہے) یعنی خداوند تعالیٰ اور مسلمین سوائے ابو بکرؓ کے اور کو خلیفہ بنانے سے انکار کردیں گے۔ چنانچہ خدائی تقدیر اور رضائے بشرؐ کے مطابق مسلمان انتخاب خلیفہ کیلئے دو جگہوں میں انجمن ساز ہوئے۔

(۱) حضرت علیؓ کے گھر میں جہاں بنوامیہ اور بنوہاشم کی انجمن تھی (۲) دوسرا سقیفہ بنی ساعدہ میں جہاں انصار اپنے میں سے خلیفہ مقرر کرنے کی تجویز میں تھے مگر آخر وہی ہوا جو منظور خدا تھا۔ اور اتفاق رائے سے سب نے حضرت صدیق اکبرؓ کو خلیفہ تسلیم کر لیا۔ اور تمام نے طوعًا بیعت کر لی۔ حضرات شیعہ کا بیان ہے کہ تین چار اشخاص نے جن میں حضرت علیؓ بھی شامل تھے کرہًا بیعت کر لی تھی۔ (جیساکہ صولت حیدریہ صفحہ ۸۷ میں مذکور ہے) اور یہ شیر خدا پدر شہید کربلا کی شجاعت پر ایک بہت بڑا حملہ ہے۔

مدینہ میں حضرت صدیق اکبرؓ کی کامیاب خلافت

جب حضور علیہ السّلام نے رحلت فرمائی تو بعض نومسلموں نے ارتداد حاصل کر لیا۔ چار مردوں اور ایک عورت نے نبوت کا دعوےٰ

کردیا اور لاکھوں آدمی ان ناپاک پنجتن کے تابع ہوگئے ہزاروں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کردیا۔ حضورؐ کی وفات کا صدمہ اور یہ مصائب کا ہجوم ایسا نہ تھا کہ ایک معمولی قابلیت کا انسان عہدہ برا ہوسکتا اور اسلامی کشتی کو جو گرداب میں آپڑی تھی بسلامت پار لگادیتا۔ مگر تقدیر ربّی نے جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جانشین چنا تھا۔ وہ مافوق الفطرت دل وگردہ کا انسان تھا وہ بنائید ایزدی حسن تدبیر سے تمام مشکلات پر غالب آیا۔ اگر امت میں سے کسی انسان کو مشکلکشا کہہ سکتے ہیں تو حضرت ابو بکر صدیق رضؓ کو کہہ سکتے ہیں۔ جس نے اسلامی مشکلات کو حل کردیا اور مسلمانوں کے بیڑے کو بحر مصائب کی کوہ شکن لہروں سے بچا کر کنارے پر لگادیا۔

اللہ اللہ کیا حوصلہ تھا صدیق اکبرؓ کا کیسی ہمت عالی تھی۔ ابو بکرؓ کی کہ اسوقت جب کہ بڑے بڑے شیروں کے زہرے آب ہو رہے ہیں۔ اور مشورہ دیتے ہیں کہ سب غلنوں کے فرد کرنے ہیں۔ ایک دم ہی ساعی نہ ہوں اور کم از کم اس لشکر کو تو شام کی طرف روانہ نہ کریں جس کو حضور علیہ السلام نے مرض موت میں اسامہ بن زیدؓ کی سرداری میں روانگی کا ارشاد فرمایا تھا۔ مگر آپ جواب دیتے ہیں کہ میں اس مہم کو سر کرنے کے لئے ضرور فوج بھیج دونگا۔ جو حضورؐ کی مراد تھی۔ خواہ میں مدینہ میں اکیلا

رہ جاؤں اور درندے مجھ پر حملہ آور ہوں پھر عرض کیا گیا۔ کہ
اے خلیفہ رسولؐ ان لوگوں سے توفی الحال نرمی برتیں جو زکوٰۃ
دینے سے منکر ہو گئے ہیں (ایسے مشورہ میں حضرت عمرؓ بھی شامل
تھے) تو آپ نے ناراض ہو کر فرمایا کہ اے عمرؓ مجھے تم سے مدد
کی امید تھی۔ مگر تم خلاف توقع میری تباہی کی فکر کرتے ہو۔
جاہلیت میں تو تم نہایت سخت گیر تھے۔ تعجب ہے کہ بعد از اسلام
تم سست ہو گئے۔ واللہ جب تک میرے ہاتھ میں تلوار ہے
میں ان منکروں سے جنگ کروں گا۔ اور اس ایک رسی کو
بھی مسلمانوں کے مفاد کیلئے حاصل کئے بغیر دم نہ لوں گا۔
جو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں دیتے تھے چنانچہ
آپؓ کا عزم و استقلال دیکھ کر مسلمانوں نے آپ کے حکم کے
سامنے سر تسلیم خم کر دیا۔ اور اللہ اکبر کہتے ہوئے ان مہمات
کے سر کرنے کو روانہ ہو پڑے۔ اور نہ صرف شام میں رومی لشکر
کو شکست دی بلکہ منکرین زکوٰۃ کو بھی سیدھا کر دیا۔

علاوہ اس کے جھوٹے نبیوں کے عظیم الشان لشکروں
کو بھی شکست دی۔ یہ مسیلمہ کذاب اور اسود بن کعب العنسی کو
ٹھکانے لگایا ان دجالوں کذابوں کے مٹانے میں سیف اللہ
حضرت خالد رضؓ نے بڑا کام کیا۔ اور اپنے سے کئی گنا لشکر کو
مولی گاجر کی طرح کاٹ کر ڈال دیا۔

اس فتنہ ارتداد کو دور کر کے صدیق اکبرؓ نے ۱۲ھ میں بحرین۔ عمان اور بحیرہ وغیرہ پر فوج کشی کی۔ اور انہیں مسخر کیا شہر ایلہ کو فتح کیا۔ اور مدائن پر بروے صلح قبضہ کیا پھر حج کو تشریف لے گئے (پہلے سال آپ نے حضرت عمرؓ کو اس طرح امیر الحاج بنا کر بھیجا تھا جس طرح حضور علیہ السلام نے خود آپکو) واپس آکر حضرت عمرو بن عاص کو فوج دیکر شام کی طرف روانہ فرمایا ۱۳ھ میں اجنادین کا واقعہ پیش آیا اور مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی۔ یہ خوش خبری حضرت صدیق اکبرؓ کو ۲۲ تاریخ جمادی الاخری کو بحالت نزع پہنچی۔ اس جنگ میں حضرت عکرمہ بن ابو جہل اور ہشام بن العاص شامل تھے۔ اس سال مرج الصفر کی لڑائی ہوئی۔ جس میں فضل بن عباس شریک تھے۔

مسیلمہ کذاب کے مقابلہ میں جب بہت سے حافظ شہید ہو گئے تو حضرت عمرؓ کے مشورہ سے حضرت ابو بکر صدیقؓ نے قرآن مجید کو زید بن ثابت کاتب وحی سے جمع کرایا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا قول ہے کہ سب سے زیادہ اجر حضرت ابو بکرؓ کو ملے گا۔ جنہوں نے قرآن مجید کو کتابی صورت میں یکجا کیا۔

الغرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ تقریباً سوا دو سال زندہ رہے۔ اس قلیل عرصہ میں تمام حوادث و مصائب

ومشکلات پر غالب آنا ابوبکر صدیق رضؓ ہی کا کام تھا۔ سچ فرمایا ہے حضرت ابوہریرہؓ تے کہ واللہ اگر حضرت ابوبکرؓ خلیفہ نہ ہوتے تو خدائے واحد کی پرستش کرنے والا ایک بھی نظر نہ آتا۔

حضرت ابوبکرؓ کی خلافت میں مقام خلافت (مدینہ منورہ) کا رعب عرب سے باہر شام وروم پر بھی بیٹھ گیا جس نے حضرت عمر فاروق اعظم رضؓ کے عہد کی فتوحات میں بڑا کام دیا۔

الغرض ایسا کام بخیر وخوبی انجام دیکر خلیفہ اوّل حضرت ابوبکر صدیق رضؓ ۲۲ جمادی الآخر کو سوا دو سال کی جدائی کے بعد اپنے ہادی برحق کے پہلو میں قیامت تک آرام فرما ہو گئے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

مدینۃ النبیؐ دار الخلافت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

وہ اسلامی کھیتی جسے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے بویا تھا۔ اور جس نے حضورؐ کے عہد مبارک میں (اَخْرَجَ شَطْاَہٗ) سوئی نکالی تھی اور جس نے عہد صدیق اکبر میں (فَاٰزَرَہٗ) قوت

حاصل کی تھی اُسے فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰی عَلٰی سُوْقِہٖ یُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِیَغِیْظَ بِھِمُ الْکُفَّارَط اس بیں موٹی ہونے اور اپنی نال پر سیدھی کھڑی ہونے اور مسلمانوں کے لیئے موجب مسرّت اور کافروں کو نارِ حسد میں جلانے والی ہونے کی شان پیدا کرنے کیلئے ایک ایسے باغبان کی ضرورت تھی جو اسے پختگی کے درجہ تک پہنچا دیتا۔ حضرت ابو بکرؓ کی روشن اور صائب رائے تمام صحابہ کے دل میں گھر کر چکی تھی۔ لہذا جب آپ نے اپنے مرض موت میں دین محمدی کی لہلہاتی کھیتی کی محافظت اور آبیاری کیلئے حضرت عمر فاروق اعظمؓ کو تجویز کیا تو تمام زرّاع کے دل باغ باغ ہو گئے۔ اور کسی نے اس انتخاب پر اعتراض نہ کیا اور سب نے بطیب خاطر حضرت فاروق اعظمؓ کی بیعت کر لی اور مدینۃ النبیؐ دار الخلافہ قائم رہا۔

جب بیعت ہو چکی تو حضرت عمرؓ منبر پر تشریف لائے اور بعد حمد و ثنا حاضرین کو مخاطب کر کے فرمایا کہ عوام الناس خصوصًا اعراب بدمست اور سرکش اونٹ کی طرح ہیں جس کو قابو میں رکھنا ساربان کا فرض ہے اور وہ سیدھی راہ پر جبھی چل سکتا ہے۔ جب نکیل ساربان کے ہاتھ میں ہو ساربان کو خیال رکھنا چاہیئے کہ وہ اونٹ کو کس طرف لے جا رہا ہے۔ پس اے اہل عرب میں تم کو بآواز بلند بتائے دیتا ہوں کہ میں تم کو سیدھی راہ پر چلاؤں گا۔ اور واللہ

باالله ضرور صراطِ مستقیم پر چلا کر رہوں گا۔ جس طرح حضرت رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشین حضرت صدیق اکبرؓ نے اپنے
پیشرو کے صحیح معنوں میں جانشین ثابت ہونے اور انہوں نے
جیسا کہا ویسا کر دکھایا۔ اسی طرح ان کے جانشین حضرت فاروق
اعظمؓ بھی اپنی بات کے پکے اور ارادہ کے مضبوط نکلے اور واقعی انہوں
نے جو اپنے پہلے خطبہ میں ارشاد فرمایا تھا۔ اسے فعل میں لاکر ثابت
کر دکھایا۔ چونکہ ان کی نیت بخیر تھی اور حق کے سامنے کسی کی پروا
نہیں کرتے تھے۔ اسلئے وُہ ہمیشہ کامیاب ہوئے۔

حضرت عمرؓ کا عہد خلافت مسلمانوں کی ترقی اور خوشحالی کا
عہد ہے۔ اس کی تفصیل کے لئے ایک بڑا دفتر چاہیئے۔ یہ کتاب
نہ اس موضوع پر ہے نہ اتنی گنجائش ہے کہ ہر بات بیان کیجائے
مختصر الفاظ میں یہ سن لو کہ آپکے عہد خلافت میں تمام عرب کے علاوہ
شام۔ عراق۔ مصر۔ ایران حلقہ بگوش اسلام ہو گیا اور قیصر روم نے
بھی عافیت سپر انگنی میں دیکھی۔ ہندوستان میں بھی نیّرِ اسلام
نے طلوع کیا۔ جہاں آگ بجتی اور بتوں کی پرستش ہوتی تھی۔
وہاں پانچ وقت اذان ہونے لگی۔ کفر و شرک کا نام مٹ گیا۔ اور
توحید کا ڈنکا بجنے لگا۔ چنانچہ اس مبارک عہد میں ایک ہزار چھتیس
شہر دار الاسلام بنے لاکھوں اشخاص مسلمان ہوئے۔ اور لاکھوں
نے جزیہ دے کر مسلمانوں کی حفاظت میں آنا قبول کیا۔ چار ہزار

مسجدیں تعمیر ہوئیں۔ زمانہ جاہلیت کی تمام رسمیں مٹ گئیں۔ اسلام کے نور تاباں سے مشرق سے مغرب تک اور شمال سے جنوب تک تمام ممالک منور نظر آئے اور ہر جگہ صحرائے ضلالت میں چراغ ہدایت روشن ہو گیا۔ صولت فاروقی رضؓ نے قیصر و کسریٰ کے لشکروں کو شکست دی اور اسلامیوں کا سکہ کفار کے دلوں میں بیٹھ گیا۔ جسکا غیر مسلم مورخین کو بھی اعتراف ہے۔ اور ان کا یہ متفقہ قول ہے کہ اگر حضرت عمرؓ جیسا ایک اور مدبر۔ بہادر۔ عادل اور ہمدرد بنی نوع انسان خلیفہ ہوتا تو تمام دنیا میں سوائے اسلام کے اور کوئی دین نظر نہ آتا۔

حضرت عمرؓ ایام خلافت میں مدینہ منورہ میں مقیم رہے۔ دس دفعہ حج کرنے گئے اور ایک دفعہ بیت المقدس فتح کرنے ۔ اس دفعہ حضرت علیؓ کو کاروبار خلافت سونپ گئے۔ روم اور ایران پر چڑھائی کے وقت آپ نے بہ نفس نفیس فوج کے ہمراہ جانے کا عزم فرمایا۔ مگر حضرت علیؓ نے ان کو باصرار اس ارادے سے روکا اور یہ وجہ بیان کی جو نہایت معقول تھی۔ کہ آپ کو دیکھ کر دشمن بے جگرانہ لڑائی کرینگے۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ اسلام کی ترقی اور کفر کی بربادی آپ ہی کے ہاتھوں ہو رہی ہے۔ پس اگر آپ کو خدانخواستہ کوئی صدمہ پہنچ گیا تو پھر مسلمانوں کو ان کے اقصائے بلاد تک پناہ نہ ملے گی۔ اور آپ کے بعد کوئی ایسا مرجع نہ ہوگا

جس کی طرف وُہ رجوع کریں اگر مسلمانوں کو غلبہ نصیب ہو گیا۔ تو فہو المراد اور اگر اس کے خلاف ظہور میں آیا تو ان لوگوں کے مددگار اور مسلمانوں کا مرجع تو آپ ہی بن جائیں گے (ملاحظہ ہو شیعوں کی نہایت معتبر کتاب نہج البلاغۃ)

حضرت فاروق اعظم بیٹھے تو مدینہ میں تھے۔ مگر بصیرت سے اقصائے بلاد تک نظر تھی۔ آپ کی تدبیر و کرامت سے ہر جگہ مسلمان مظفر و منصور نظر آتے تھے۔ فتح و نصرت ان کے قدم چومتی تھی۔ اور اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ کُنْتُمْ مُؤْمِنِیْنَ کے ہر جگہ مصداق نظر آتے تھے۔

کفار کی طاقت نہ تھی کہ وہ مردانہ وار مقابل آکر کسی مسلمان کو مغلوب کر سکتے۔ یا نقصان پہنچا سکتے۔ آخر انہوں نے اسلامی فتوحات کے سیلاب کو روکنے کے لئے حضرت عمرؓ کی جان لینے کے منصوبے باندھنے شروع کئے اور ایک مجوسی فیروز کو اس کام کے لئے مامور کیا جس نے آپکو نماز کی تیاری کے وقت مسجد میں بزدلانہ طور پر زخمی کیا اور آپ ذوالحجہ کے آخری دنوں میں مرتبہ شہادت پر فائز ہو کر یکم محرّم ۲۳ھ کو دس سال کی بابرکت خلافت کے بعد اپنے دونوں پیشرووں کے پاس ہمیشہ کے لئے آسودہ ہو گئے ؎

کافر کے ہاتھوں پائی شہادت جو آپ نے

درگاہِ ربِّ پاک میں رتبہ سوا ہوا
پہلوئے مصطفےٰ میں بنا آپ کا مزار
یار نبی نہ مرکے بھی دم بھر جدا ہوا

مدینہ میں دوم خلیفۃ النبیؐ کی شان

خدا کے رسول کا دوسرا خلیفہ مدینہ میں مقیم اور عرب و عجم زیرِ نگین ہے۔ پیل تنوں کی زمین اسلامی شہسواروں کے گھوڑوں کے قدم چوم چکی ہے۔ رستم و اسفندیار کے بدن فاروق اعظمؓ کے نام سے زیر کفن کانپ رہے ہیں۔ ایران کے آخری بت پرست بادشاہ کی بیٹیاں لونڈیوں کی حیثیت میں مدینہ حاضر ہوتی ہیں اور آپ ان پر نظر نہیں کرتے اور دوسروں (امام حسنؓ وغیرہ) کو بخش دیتے ہیں (اصول کافی) آپ کو اپنے فقر دوست وزیر (علی المرتضیٰ) کی بیٹی (سیّدہ ام کلثومؓ) بادشاہوں کی بیٹیوں سے زیادہ باوقار اور عزیز ہے۔ لاکھوں کی تعداد میں مال غنیمت آتا ہے۔ تو آپ سب سے زیادہ ان لوگوں کو دیتے ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ قرابت دار ہیں اور جنہوں نے سب سے اوّل نبی کا ساتھ دیا ہے۔ روزینے مقرر کرتے ہیں تو اپنا نام مزدوروں

کی فہرست میں لکھواتے ہیں۔ اینٹیں پاتھ کر پیٹ پالتے ہیں۔ درویشوں کے ساتھ مسجد کی سیڑھیوں پر سو رہتے ہیں۔ نہ کوئی محل ہے نہ کوئی دربان نہ کوئی ایوان ہے نہ نقیب روم کے بادشاہ کا ایلچی آتا ہے اور خلیفہ کا دربار ڈھونڈتا پھرتا ہے اور جب اسکی نگاہیں کسی رفیع الشان قصر کو نہیں پاتیں۔ جسکا نقشہ فتوحات فاروقی پر نظر کرکے اُسنے اپنے دل میں کھینچ رکھا تھا تو وُہ دریافت کرتا ہے کہ مسلمانوں! تمہارا خلیفہ کہاں ہے۔ وُہ شخص کہاں دربار سجائے بیٹھا ہے۔ جسکی ہیبت سے قصر کسریٰ لرزہ براندام ہیں۔ اس تک رسائی کس طرح ہو سکتی ہے۔ اس کے حضور میں باریاب ہونے کے لئے کون کون سے چاؤش، کس کس دربان و نقیب کا وسیلہ تلاش کرنا پڑتا ہے۔ ان تمام سوالات کا جواب جب اسے اس شعر میں ملتا ہے تو اُس کی حیرت کی کوئی انتہا نہیں رہتی ؎

ہر کہ خواہد گو بیاؤ ہر کہ خواہد گو برو
گیر دار حاجب و دربان دریں درگاہ نیست

وُہ پتہ پوچھ کر وہاں جا پہنچتا ہے جہاں خلیفۃ المسلمین امیر المومنین ایک درخت کے نیچے فرش زمین پر سوئے پڑے ہیں۔ شکل دیکھتے ہی سکتہ میں رہ جاتا ہے۔ اور ہمت نہیں پڑتی کہ جگائے۔ آخر آپ خود ہی بیدار ہوتے ہیں اور جونہی سفیر کی

طرف دیکھتے ہیں۔ اسکا جسم بید کی طرح کانپنے لگ جاتا ہے
حیران ہوتا ہے کہ الٰہی یہ کیا ماجرا ہے میں بڑے بڑے جلیل القدر
بادشاہوں کے عظیم الشان درباروں میں گیا ہوں۔ مگر اس درویش
بادشاہ جیسا رعب وجلال کہیں نظر نہیں آیا۔ آخر اس نتیجہ پر
پر پہنچتا ہے کہ یہ خدا کی عطا کردہ ہیبت ہے۔ صداقت کا
رعب ہے۔ مصنوعی رعب وادب اس کا کیا مقابلہ کرسکتے ہیں؟

مدینہ میں یہ پر عظمت خلیفہ بیٹھا ہے۔ ایک مصری آکر والی
مصر کے بیٹے کے ظلم کی شکایت کرتا ہے۔ آپ بیٹے کے ساتھ اس
کے باپ کو بھی طلب کرتے ہیں اور مجرم کو مظلوم کے ہاتھ سے
سزا دلاتے ہیں۔

سگے بیٹے پر جرم ثابت ہوتا ہے تو آپ کا عدل اس کو بھی
کوئی رعایت نہیں دیتا حد شرعی جاری کی جاتی اور وہ اسی سے
جان بحق ہوجاتا ہے ؎

بیداد جس پہ ہوتی ہے پاتا ہے آکے داد
عدل عمر کا در ہے ہر اک پر کھلا ہوا
اک آنکھ دیکھتے ہیں گدا ہو کہ شاہ ہو
دونوں میں امتیاز نہیں ہے رکھا ہوا
دِرّوں سے مار مار کے بیٹا کیا ہلاک
وہ بھی نہ آشنائے رعایت ذرا ہوا

جس سپہ سالار میں ذرا سا غرور دیکھتے ہیں جس گورنر میں ذرا سی حکومت کی بو پاتے ہیں اسے فوراً معزول کر دیتے ہیں کسی کی مجال نہیں آپ کے فرمان سے سرتابی کر سکے نہ فرمان لکھوانے کی ضرورت ہے نہ خاص شاہی دستہ بھیجنے کی حاجت ایک آدمی کے ہاتھ کسی ہڈی کے ٹکڑے یا مٹی کے ٹھیکرے پر حکم لکھا ہوا مخاطب کے لئے مرگ مفاجات کا حکم رکھتا ہے ؎

نامِ عمرؓ کی چھائی ہے ہیبت جہاں تہاں
اک زلزلہ ہے سارے جہاں میں پڑا ہوا

مصری ہر سال ایک دوشیزہ لڑکی دریائے نیل کی بھینٹ چڑھاتے ہیں جس سے وُہ ہم آغوش ہو کر بالشوں اچھلتا ہے مسلمان جب مصر کو فتح کرتے ہیں. تو یہ جاہلانہ رسم بند کر دی جاتی ہے دریا میں طغیانی نہیں آتی مصریوں کے عقیدے خراب ہونے لگتے ہیں فاروق اعظم مدینہ سے ایک رقعہ دریائے نیل کے نام روانہ کرتے ہیں جسکا مضمون یہ ہے کہ "اللہ کے بندے عمر امیر المومنین کی طرف سے اہل مصر کے نیل کو لکھا جاتا ہے. کہ اے نیل دریا اگر تو اپنی مرضی سے بہتا ہے تو نہ بہہ اور اگر تجھے واحد قہار بہاتا ہے. تو ہم اسی واحد قہار سے درخواست کرتے ہیں کہ تجھے بہائے.

اس رقعہ کے وصول ہوتے ہی دریا میں سیلاب عظیم آتا ہے اور اس کی طغیانی ۱۶ ہاتھ بلند اور لڑکیوں کی غرقانی کی رسم مصر

ہے کالعدم ہو جاتی ہے۔

آخر یہ کیا بات ہے کہ انسان تو ایک طرف دوسری مخلوقات بھی حضرت عمرؓ کے حکم سے سرتابی نہیں کرتی۔ اسکا نہایت معقول جواب حضرت سعدیؒ کو ایک پلنگ سوار نے دیا تھا۔ اور وہی ہم بھی نقل کرتے ہیں ؎

تو ہم گردن از حکم داور مپیچ
کہ گردن نہ پیچد ز حکم تو ہیچ

ان کی ہر بات للّٰہ تھی۔ خود غرضی کو دخل نہ تھا۔ اسلئے تمام مخلوقات ان کی تابع فرمان تھی۔

مدینہ منوّرہ کی عظمت عہد ذوالنورین میں

تقرر خلیفہ

حضرت عمرؓ نے اپنے دہ سالہ عہد خلافت میں سلطنت اسلامیہ کو ایک اعلیٰ درجہ تک کی منظم سلطنت بنا دیا تھا۔ نظام حکومت قائم ہو چکا تھا۔ ملک کی تقسیم۔ محاصل کی شرح پولیس اور فوج کا تقرر۔ بیت المال کا قیام۔ رفاہ عام کے کام مختلف مذہبی اور ملکی صیغوں کے انتظامات بوجہ احسن مکمل ہو چکے تھے۔

جب آپ ابولولو مجوسی کے ہاتھ سے زخمی ہوئے تو آپکو خلافت اسلامیہ کو سنبھال سکنے والے کی جستجو ہوئی۔ خدا کے فضل سے مسلمانوں

میں شجاعوں کی کمی نہ تھی اور نہ مدبروں کی قلت حضرت علیؓ اور خالد بن ولید جیسے شجاع اور حضرت معاویہؓ اور عمرو بن عاصؓ جیسے مدبّر موجود تھے۔ مگر آپ کو ایسے شخص کی تلاش تھی جو مہاجرین اوّلین میں سے ہو۔ بدر و اُحد وغیرہ غزوات اور بیعت رضوان میں شامل ہو کر رضائے الٰہی کی سند حاصل کر چکا ہو۔ اور آپ کی طرح عصبیت اور قومیت کو اسلامی اخوت پر قربان کر دینے والا ہو۔ مگر آپ کی دور بین نگاہ میں کوئی شخص ان اوصاف و کمالات کا مجمع نظر نہ آیا کسی میں کوئی کمی تھی کسی میں کوئی۔ لہٰذا آپ نے تقرر کی تمام و کمال ذمہ داری اپنے سر لینا پسند نہ کیا۔ اور "عشرہ مبشرہ" (دس جنتیوں) میں سے جو باقی تھے ان کو نامزد کر دیا کہ وہ خود اپنے میں سے جس کو اہل سمجھیں خلیفہ منتخب کر لیں۔ ان میں ایک حضرت سعد بن زید آپ کے چچا کے پوتے تھے اور ممکن تھا کہ بوجہ قرابت انتخاب کے وقت ان کا کچھ لحاظ کیا جاتا۔ اسلئے آپ نے ان کو بالکل مستثنیٰ کر دیا۔ اپنے بیٹے حضرت عبداللہ کو بھی مشورہ میں شریک کر لینے کی اجازت دے دی۔ مگر فرما دیا کہ خلافت میں اسکا کوئی حصّہ نہ ہوگا۔ کیونکہ میں نہیں چاہتا۔ بنی عدی میں سے ابن خطاب کے سوا کسی اور سے بھی اُمت محمدیہ کے متعلق روز محشر سوال کیا جائے۔ یعنی میں اُمّت محمدیہ کی ذمہ داری کا بوجھ اپنے خاندان کے کسی فرد پر نہیں ڈالنا چاہتا۔

وہ صحابہؓ جن کو حضرت فاروق اعظمؓ نے انتخاب کیلئے نامزد فرمایا یہ چھ بزرگوار تھے۔ (۱) حضرت علیؓ تھے (۲) حضرت عثمانؓ حضرت علیؓ کے ہمزلف اور پھوپھی زاد بہن کے بیٹے (۳) حضرت زبیرؓ حضرت علیؓ کے پھوپھی زاد بھائی (۴) حضرت طلحہؓ حضرت علیؓ کے پھوپھی کے داماد (۵) حضرت عبدالرحمٰن بن عوف حضرت علیؓ کی پوتی سیدہ سکینہ کے خسر جو حضور علیہ السلام کے ننھیال میں سے تھے (۶) حضرت سعد بن ابی وقاص علی کرم اللہ وجہہ کی چچی کے بھائی۔ یہ سب حضرت علیؓ کے قریبی رشتہ دار تھے اور کوئی حضرت عمرؓ کا قریبی نہ تھا۔ انتخاب میں رفع فساد کے لئے آپ نے انصار کی ایک جماعت کو مامور فرمایا کہ جو ایک دو اشخاص جمہور کے فیصلہ کے خلاف طریق اختیار کریں انہیں فوراً قتل کر دینا۔

الغرض اس انتظام کے ماتحت حضرات نے باہم مشورہ کر کے حضرت عثمانؓ کو خلیفہ منتخب کر لیا۔

حضرت عثمانؓ دولتمندی۔ سخاوت اور دینداری کی وجہ سے بڑے ہر دلعزیز بزرگوار تھے۔ حضورؐ کی دو بیٹیاں (سیدہ رقیہؓ وام کلثومؓ) یکے بعد دیگر آپ کے نکاح میں رہ چکی تھیں (ملاحظہ ہو اصول کافی وحیات القلوب وغیرہ) یوں بھی آپ بنو امیہ میں سے تھے جو حضور علیہ السلام کے عہد مبارک سے بنی ہاشم سے زیادہ ذمہ داری کے عہدوں پر مامور چلے آئے تھے۔ اس لئے ان کے انتخاب پر سب نے

اظہار اطمینان ومسرت کیا اور تمام ملکر اشاعت اسلام میں مصروف ہو گئے
اسلامی مبلغین مجاہدین کے ساتھ اشاعت دین کر رہے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا
کہ مدینہ منورہ ایسی وسیع سلطنت کا پایہ تخت بن گیا۔ جس کی وسعت مشرق
میں کابل کٹک واقعہ ہندوستان تک مغرب میں طرابلس سمیت انتہائے
افریقہ تک۔ شمال میں ارض روم و آرمینیہ کی انتہائی حدود تک اس
میں شامل تھے۔ اور جنوب میں بحیرہ روم سے گزر کر بحیرہ ہند تک اس
عظیم الشان اسلامی سلطنت کا پانی بھرتے تھے۔ یزدگرد کی عظمت
واقتدار خاک میں مل گئی اور وہ قیصر روم کیطرح حضرت معاویہ رض
کے لشکر سے شکست کھا کر اپنے آدمیوں ہی کے ہاتھوں مارا گیا
اب مسلمانوں کو قیصر وکسرےٰ کی پر شوکت سلطنتوں پر اقتدار حاصل
تھا۔ اور دنیا میں کوئی ان کا مد مقابل نہ تھا۔

اسلام کی یہ شان وشوکت دیکھ کر دشمنان دین جل بھُن
کر کباب ہو رہے تھے۔ اُن میں یہ طاقت تو تھی نہیں کہ اب مسلمانوں
کو قوت سے شکست دے سکتے۔ اس لئے انہوں نے مسلمانوں میں
پھوٹ ڈال کر ان کی جمعیت کو پراگندہ کرنا چاہا اور وہ اپنے بد ارادہ
میں بڑی حد تک کامیاب بھی ہو گئے۔

مدینہ منوّرہ کی بیحرمتی فرقہ سبائیہ کے ہاتھوں

حضرت عثمانؓ کا عہد خلافت بڑا پرامن عہد تھا مسلمان ترقی و خوشحالی کے میدان میں ہر قوم پر سبقت لے گئے تھے ایک کو دوسرے سے شکایت نہ تھی ۔جناب ذوالنورینؓ پرلے درجے کے حلیم تھے ۔ان کے حلم وحیا سے ناجائز فائدہ اٹھا کر دشمنان دین نے فساد برپا کرنا کرنا شروع کر دیا ۔ایک صوبہ سے دوسرے صوبہ میں اس کے والی کے ظلم وستم کی فرضی شکایات پہنچانی شروع کر دیں جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ تمام ملک میں گورنروں کے مظالم سے لوگ تظلم کناں نظر آئے ۔ جب تحقیقات کی گئی تو شکائتیں بے حقیقت ثابت ہوئیں مگر مفسدین کب قائل ہوتے تھے وہ برابر اپنے کام میں مصروف رہے ۔نتیجہ یہ ہوا کہ ابن سبا جو دراصل یہودی تھا اور منافقانہ طور پر مسلمان ہوا تھا ۔مصری باغیوں کے ہمراہ مدینہ منورہ پہنچا ۔حضرت عثمانؓ نے ان کے کہنے کے مطابق مصر کی ولائت پر حضرت علیؓ کے گیلکڑ محمدؒ بن ابی بکرؓ کو مامور کر دیا ۔مگر ان لوگوں نے ایک جعلی فرمان بنا کر جسمیں اس نئے والی کے قتل کا حکم بنام والی مصر تھا ایک غلام کے ہاتھ روانہ کیا اور اسے سمجھا دیا کہ اس طرح قافلے کے پاس سے گذرنا جو محمد بن ابی بکرؓ کو ساتھ لیئے مصر کو جا رہا

ہے کہ تم پر شبہ ہو اور تم کو گرفتار کرلیں۔ چنانچہ مقررہ منصوبہ کے مطابق یہ غلام مصر کی راہ میں فرمان قتل سمیت پکڑا گیا۔ یہ دیکھ کر مفسدین نے حضرت عثمانؓ کے خلاف بھڑکائی ہوئی آگ پر اور تیل ڈالا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ محمد بن ابی بکرؓ بھی مفسدین کے ہم آہنگ ہوئے۔ مدینہ منورہ واپس آئے اور دار الخلافت کو محصور کرلیا۔

حضرت عثمانؓ نے کس طرح خون مسلم کی حرمت اور مدینہ کی محبت میں اپنی جان قربان کر دی۔

حضرت عثمانؓ کے مکان کو گھیر لیا گیا۔ آب و دانہ کی بندش کر دی گئی۔ آپ کے پاس صحابہ کرام تشریف لائے اور مفسدوں سے لڑنے کی اجازت چاہی۔ غلام حاضر ہوئے اور حکم طلب کیا۔ کہ فسادی مادہ سے مدینہ منورہ کو پاک کردیں۔ مگر آپ نے خونریزی کی اجازت نہ دی اور فرمایا کہ کلمہ گوؤں کے خون سے اپنے ہاتھ رنگنا نہیں چاہتا۔ غلاموں کو ہتھیار اتارنے کا حکم دیا اور کہا کہ جاؤ میں نے تمہیں آزاد کیا۔ مسلمانوں کو حج کرنے روانہ کر دیا آپ کو مشورہ دیا گیا کہ آپ لڑنا نہیں چاہتے تو مکہ شریف چلے جائیں وہاں بوجہ حرم آپ محفوظ رہیں گے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر مفسدوں نے وہاں بھی فساد کر دیا تو حرم میں خونریزی کا وبال میری گردن پر ہوگا اور میں حسب فرمان نبویؐ حرم کی حرمت شکنی

سے عذابِ عظیم کا مستوجب نہیں بننا چاہتا پھر آپ کی خدمت میں صحابہ رضؓ نے عرض کیا۔ کہ آپ حضرت معاویہ رضؓ کے پاس شام کو تشریف لے جائیں وہاں آپ محفوظ رہیں گے۔ اور کسی مفسد کا وہاں دخل نہ ہو سکے گا۔ آپ نے فرمایا میں اپنے دار ہجرت اور نبی کریم صلعم کی ہمسائگی کو نہیں چھوڑنا چاہتا۔

الغرض آپ بیس۲۰ روز تک اس حالت میں محصور رہے کہ نہ باہر سے دانہ آپکو پہنچ سکتا تھا نہ پانی۔ افسوس جس شخص نے بارہا سینکڑوں من غلہ مفت مسلمانوں کو لٹا دیا اور بیر رومہ مول خرید کر وقف کر دیا آج وُہ اپنے اہل وعیال سمیت بھوکا پیاسا پڑا ہے۔ اور ایسی حالت میں بھی اپنی جان بچانے کے لئے محض خونِ مسلم کی حرمت کے خیال سے اجازت قتال نہیں دیتا ؎

جان دے دی کی کسی کی بھی نہ خونریزی پسند
خونِ مسلم کی دلِ عثمان رضؓ میں حرُمت دیکھئے

بے رحم مفسدوں نے اسوقت کو غنیمت جانا اور اِدھر اُدھر سے دیواریں پھاندھ کر حضرت ذوالنورین رضؓ کے گھر پہنچ گئے۔ اور آپ کو مصروف تلاوت قرآن پایا۔ محمد بن ابو بکر نے جا کر داڑھی پکڑ لی اس سے آپ نے فرمایا۔ تیرا باپ تو اس داڑھی کی عزت کیا کرتا تھا یہ سن کر اسے بڑی شرم آئی اور آپ کو چھوڑ کر الگ ہو گیا دوسرے شریر ہمراہی آگے بڑے اور تلواروں کے پیہم وار کر کے

آپ کو شہید کر دیا۔ آپ کا مقدس خون آیۃ فَسَیَکْفِیْکَھُمُ اللّٰہُ وَھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ پر گرا یہ قاتلین کی بدقسمتی کے فتوے پر مہر تھی۔ کہ کامل الحیاء والایمان کو قتل کر کے تم نے قیامت تک اپنے لئے ذلت وادبار کو خرید لیا۔ خدا تم سے سمجھ لے گا۔ اور تم کو اور ان لوگوں کو جن کی آڑ لے کر تم نے یہ پاک خون گرایا ہے کبھی کامیاب و بامراد نہیں کرے گا۔ قیامت تک روتے چلاتے رہو گے اور تمہارے مصائب کا کبھی خاتمہ نہ ہو گا ؎

جو آب بیر رومہ سے کریں سیراب امت کو
ستم ہے مستحق وہ سمجھے جائیں آب خنجر کے

بچائیں بھوکوں مرنے سے جو سب اہل مدینہ کو
غضب ہے خنجر جوع و عطش کے کھائیں وہ جی بھر کے

تلاوت میں بھی جو دیکھا تو نہ رکے آپ کے قاتل
اگر رکے تو سر کے ٹکڑے ٹکڑے آپ کے سر کے

غنی پر ظلم بڑھ چڑھ کر ہوئے شبیر سے نا رمی
روا ہوتا اگر ماتم غنی کا کرتے جی بھر کے

ان سبائی مفسدوں کا دل اس بے رحمانہ قتل سے سیر نہ ہوا بلکہ آپ کے جسم مطہر کو دفن نہ ہونے دیا اور تقریباً وہی سلوک روا رکھا۔ جو بعد ازاں شہیدان کربلا کی نعشوں کے ساتھ کیا۔ آخر مسلمانوں نے موقعہ پا کر حضرت عثمان ذوالنورین رضؓ کے جسد مبارک کو اسی سرزمین میں پیوند خاک کر دیا۔ جہاں حضرت علی رضؓ کی والدہ مدفون ہوئی تھی۔ اور جہاں بنات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مزارات تھے۔ یعنی جنت البقیع میں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ط

مدینہ منورہ در عہد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

جب ۱۸ ذوالحجہ کو حضرت عثمان ذوالنورین رضؓ شہید ہو گئے۔ تو مفسدین نے حضرت علی کو آگھیرا اور انہیں مجبور کیا کہ بیعت خلافت لیں آپ نے بہتیرا انکار کیا اور فرمایا کہ میں خلیفہ بننے سے وزیر بننا زیادہ پسند کرتا ہوں۔ کسی اور کو خلیفہ مقرر کر لو۔ میں تم سے زیادہ اس کی اطاعت کروں گا۔ مگر مفسدین نے نہ مانا اور اس میں انکی بڑی بھاری شرارت تھی وہ یہ کہہ کر مسلمانوں میں فساد ڈلوانا چاہتے تھے۔ کہ حضرت علی رضؓ نے مدینہ میں بیٹھ کر حضرت عثمان رضؓ کو شہید کرایا۔ چنانچہ انہیں شہید کرنیوالوں کا آپ کے گرد ہجوم اس حقیقت کا کافی ثبوت ہے۔ قصہ مختصر مفسدین نے خود بیعت کر لی۔ اور حضرت طلحہ رضؓ و زبیر رضؓ کو (جو اس فساد کے زمانہ میں بغیر مہاجرین و انصار کے شوریٰ کے کسی کے یونہی خلیفہ مقرر کئے جانے کے اصول کے خلاف تھے) تلواروں کی چمک میں بیعت پر مجبور کیا۔ یہاں سے موقع پا کر دو پھر اس قافلہ سے جا ملے جو حج کر کے مکہ معظمہ سے آرہا تھا۔ اور شہادت ذوالنورین اور حضرت علی رضؓ کے مفسدین کے نرغے میں ہونے کی کیفیت بیان کی سب نے یہی مشورہ کیا۔ کہ جمعیت فراہم کر کے حضرت علی رضؓ کو سبائیوں کے پنجہ سے مخلصی دلانا

اور قاتلوں سے انتقام لینا ضروری ہے اس غرض سے وہ بصرہ کی طرف روانہ ہوئے۔ مفسدین کو اپنی جان خطرہ میں نظر آئی حضرت علیؓ کو مجبور کیا کہ وہ بھی ادھر کا رخ کریں۔ چنانچہ فریقین کی باہم ملاقات ہوئی اور مصالحت ہو گئی۔ اس سے فسادیوں نے اپنے آپ کو اور زیادہ خطرے میں پایا۔ رات کے اندھیرے میں دونوں طرف گھس گئے اور تیر مارنے شروع کئے ہر ایک نے یہی سمجھا کہ دوسرے نے بد عہدی کی۔ اس کا نتیجہ جنگ جمل تھا۔ جس میں ایک طرف حضرت عائشہ صدیقہ ام المومنینؓ معہ صحابہ کبارؓ کے تھیں اور دوسری طرف حضرت علیؓ جو مفسدین کے نرغے میں تھے۔ ہزاروں کلمہ گو کھیت رہے۔ خدا خدا کر کے لڑائی کا خاتمہ ہوا۔

اس کے بعد مفسد شام میں پہنچے۔ وہاں حضرت معاویہؓ گورنر تھے شامی ان پر بوجہ حسن خلق جان دیتے تھے۔ یوں بھی روم و ایران میں ان کی دھاک بیٹھی ہوئی تھی۔ انہوں کی ہمت سے یزدجرد کا خاتمہ ہوا تھا۔ انہی کی شجاعانہ یلغاروں نے قیصر روم کو بھی بحری شکستیں دے کر ہلاک کیا تھا۔ ان کو حضرت عثمانؓ سے نسبی قرابت بھی حاصل تھی۔ مفسدین نے حضرت علیؓ کے خلاف دمشق میں جا کر زہر اگلنا شروع کیا کہ آپ ہی کی سازش سے حضرت ذوالنورینؓ بھوکے پیاسے قرآن پڑھتے شہید کئے گئے۔ ان کی بیوی کی بھی انگلیاں کاٹ ڈالی گئیں۔ چنانچہ حضرت

عثمان رضؓ کا خون آلود کرتا اور کٹی ہوئی انگلیاں جامع دمشق میں بروز جمعہ مسلمانوں کو دکھائی گئیں اس سے دمشق میں ایک کہرام مچ گیا۔ حضرت علیؓ اور قاتلین کے خلاف طوفان کی طرح ایک جوش اُٹھا۔

حضرت علیؓ جو مدینہ کو چھوڑ کر کوفہ کو پہلے ہی سے دارالخلافہ بنا چکے تھے۔ دعویدارانِ قصاص کی طرف بڑھے۔ بمقام صفین مقابلہ ہوا۔ یہاں بھی ہزاروں مسلمان خاک و خون میں غلطاں نظر آئے۔ شامیوں نے قرآن کو پیش کیا کہ خدارا مسلمانوں کی خونریزی نہ کرو اور کلام اللہ کے مطابق فیصلہ کرو۔ جنگ بند ہو گئی۔ دو شخص حضرت علیؓ و معاویہ کی طرف سے مقرر ہوئے انہوں نے حضرت علیؓ کی معزولی پر اتفاق کیا۔ فیصلہ سنا دیا گیا پھر بھی امیر معاویہؓ نے نصف سلطنت اسلامیہ کا خلیفہ حضرت علی رضؓ کو رہنے دیا اور سب نے اپنے اپنے گھروں کی راہ لی۔

اس فیصلہ حکمین پر شیعان علیؓ میں سے ایک گروہ ناراض ہو کر خارجی بن گیا۔ کیونکہ اس کی نظر میں کلام اللہ کو چھوڑ کر انسان کو حکم بنانا شرک تھا۔ علاوہ ازیں یہ شیعہ (گروہ) اس پر بھی ناراض تھا۔ کہ اگر حضرت علی رضؓ حق پر تھے تو انہوں نے صفین و جمل میں مخالفین کو قید کر کے لونڈی غلام کیوں نہیں بنایا۔ اور ان کا مال و اسباب کیوں نہیں لوٹا۔ اگر وہ اس سلوک کے مستحق نہیں تھے

اور ان کے ایمان میں کوئی نقص نہیں تھا۔ تو اُن سے لڑائی کیوں کی اور کیوں ناحق ہزاروں مسلمانوں کا خون بہایا۔ اس مخالفت کا نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت علیؓ رمضان شریف ۴۰ھ میں مہلک طور پر کوفہ میں زخمی ہوئے اور جانبر نہ ہو سکے۔ اور خوارج کے خوف بےحرمتی سے آپ کو چھپا کر دفن کیا گیا۔ اس لئے صحیح پتہ آپ کے مدفن کا کسی کو بھی نہیں۔ بعدزاں قیاس کر کے نجف میں آپ کا نشان مرقد قائم کر دیا گیا۔ كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَيَبْقَىٰ وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ۔

افسوس مفسدین کی شرارت سے حضرت علیؓ نے مدینہ منوّرہ کو دارالخلافت برقرار نہ رکھا۔ ورنہ آپ بھی اسی شان کے خلیفہ رہتے جیسی کہ حضرات ثلاثہ تھے۔ مہاجرین وانصار کو چھوڑ کر بدعہد کوفیوں پر اعتبار کیا جن کی بزدلی اور بدعہدی نے یہاں تک نوبت پہنچائی کہ صرف کوفہ ہی کوفہ آپ کے قبضہ میں رہ گیا۔ اسلامی ترقی بالکل رک گئی۔ پنجسالہ عہد خلافت مسلمانوں ہی سے لڑتے گذر گیا۔ حج کو بھی نہ جا سکے۔ کوفیوں نے آپکو بہت شکستہ خاطر کر دیا۔ آپ آرزو کیا کرتے تھے کہ اگر حضرت معاویہؓ دس دس کوفیوں کے عوض ایک ایک شامی مرد مجھے تبادلہ میں دیدیں تو میں بڑا خوش ہوں۔ مگر وقت گذر چکا تھا۔ سبائیوں کی چالیں مات دے چکیں تھیں حضرت علیؓ کچھ نہ کر سکے اور مایوسیوں میں دنیا کے بیت الحزن سے

رخصت ہوئے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ط

واللہ اگر حضرت معاویہؓ کی اعلیٰ درجہ کی سیاست اور تدبیر کام نہ کرتی تو فرقہ سبائیہ کی شرارت اپنا کام کر چکی ہوتی اور رومی لشکر مسلمانوں کو خانہ جنگی میں مصروف پاکر درانہ گھسا آتا۔ اور شام و فلسطین عیسائیوں کے قبضہ میں ہوتا۔ مگر حضرت معاویہؓ کی للکار نے دشمن کے چھکے چھوڑا دیئے کہ اگر تم حضرت علیؓ پر حملہ کرو گے تو پہلا شخص جو علیؓ کی طرف سے تمہارے مقابل میدان میں اترے گا وُہ معاویہ بن ابوسفیانؓ ہو گا۔ تم ہماری مخاصمت سے فائدہ نہیں اُٹھا سکتے۔ ہم اسلام پر کفر کو کبھی غالب نہیں ہونے دیں گے چنانچہ دشمنانِ اسلام کو حدودِ اسلامیہ میں پاؤں رکھنے کی بھی جرأت نہ ہوئی:

حضرت حسن رضی اللہ عنہ مدینہ منوّرہ میں

امام حسنؓ ابن شیر خدا
جگر گوشۂ بنت خیر الوریٰ

شبیہ محمد علیہ السّلام
بہر دو جہاں واجب الاحترام

گُلِ گلستانِ رسولِ کریمؐ
وجیہہ و فہیم و سخی و حلیم

بدوشِ نبیؐ راکب و سر بلند
بجلدِ بریں سیّد و ارجمند

چو شیرِ خدا شد بکوفہ شہید
امام حسن رضؓ را خلافت رسید

مگر بود فرمان خیر الانام ؐ
کہ دور لبش بسیؔ سال گردد تمام

چو ابنِ علیؓ ایں حدیثے شنید
امارت بداد و امامت خرید

ز خونریزیٔ مومناں شد نفور
بامت کرم کرد آں فی شعور

زکوفہ بیثرب بیامد حسنؓ
دگر بار شد مولدِ او وطن

تو گوئی کہ جاں باز آمد بہ تن
دگر بار مشک ختن در ختن

بیامد پس از شصت ماہِ فراق
بتیمانہ لب خشک راہِ فراق

بسر کردہ نہ سال دریا دِ ہو
ز حرص دلوں صاف بیچیدہ رُو

حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد حضرت امام حسنؓ خلیفہ ہوئے تیس ہزار کوفی آپ کو ابھارتے تھے کہ حضرت معاویہؓ سے جا لڑیں۔ چنانچہ انہوں نے آپ کو میدانِ قتال میں لاکر کھڑا بھی کر دیا۔ مگر ؎

سامنے جب انکی صورت ہو گئی (حامی) دور سب رنج و کدورت ہو گئی

حضرت معاویہؓ سے ملاقات ہوتے ہی برادرانہ اور اسلامی اخوت نے جوش مارا اور صلح ہو گئی۔ حضرت حسنؓ نے ایک لاکھ وظیفہ لے کر خلافت حضرت معاویہؓ کے سپرد کر دی۔ اس پر مفسدین نے آپکی بڑی بے ادبی کی اور آپ کو مذل المومنین خطاب دیا اور آپ کو مومنین کے لیئے معاذاللہ باعثِ ننگ و عار بتایا۔ آپ نے فرمایا۔ میں نے جو کچھ کیا ہے مسلمانوں کی بہتری کے لیئے کیا ہے سب مجھے

مسلمانوں کی خونریزی گوارا نہ ہوئی اگر یہ عار کی بات ہے تو بخدا عار نار سے ہزار درجہ بہتر ہے ۔

قرادِ صلح میانِ دو لشکرِ اسلام ــــ حسنؓ وظیفہ گرفت زکوفہ رفت برُوں

بجائے ہجرت جد و پدر بیامد باز ــــ زشر و فتنۂ اہل نفاق گشت مصؤں

پھر کوفہ کو چھوڑ کر ہمیشہ کے لئے مدینہ منورہ تشریف لے آئے اور عمر کے باقی نو ۹ سال بڑے آرام و اطمینان سے بسر کر کے اپنی خالات و خالو کے جوار جنت البقیع میں قیامت تک کے لئے آرام فرما ہو گئے ۔

مکیں دنیا میں جنت میں ہیں عقبیٰ میں بھی جنت میں
نبیؐ کے پاس والے ہیں سبھی عیش و مسرت میں

حضرت حسینؓ مدینہ سے کربلا میں

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ شیعانِ کوفہ کی بے وفائی ۔ بدعہدی اور بزدلی سے پورے واقف تھے ۔ اس لئے انہوں نے اپنے چھوٹے بھائی امام حسینؓ کو وصیت کی کہ ان کے فریب میں نہ آنا ۔ اور خلافت کی آرزو نہ کرنا ۔ کیوں کہ ہمیں تجربہ ہو چکا ہے ۔ کہ ہمارے خاندان میں نبوت کا شرف بس ہے اور یہ خلافت کے ساتھ ہمارے لئے جمع نہیں ہو سکتا ۔

امام حسن رضؓ کی شہادت کے بعد جو ماہ صفر یا ربیع الاوّل میں واقع ہوئی کوفیوں نے امام حسین رضؓ کو خط لکھنے شروع کئے کہ آیئے ہم آپ کی بیعت کرتے ہیں اور آپ کو آپ کے والد بزرگوار کی خلافت دلاتے ہیں۔ مگر چونکہ حضرت معاویہ رضؓ کی بیعت آپ کر چکے تھے۔ اس لئے اس کو توڑنا آپ نے گناہ سمجھا۔ اور ان کے خطوط کی طرف کچھ توجہ نہ کی۔ حضرت معاویہ کی وفات (۲۲ رجب ۶۰ھ) کے بعد ابو خالد یزید وارث تاج و تخت ہوا۔ سب نے اس کی بیعت کر لی۔ مدینہ میں بھی پیغام پہنچا۔ امام حسین رضؓ کو والی مدینہ نے بیعت کے لئے کہا۔ آپ نے فرمایا کہ کل مسجد میں مسلمانوں کے سامنے فیصلہ ہوگا مگر آپ صبح ہی کو بتاریخ ۴ شعبان ۶۰ھ مکہ معظمہ کی طرف خلاف مشورہ صحابہ کرام روانہ ہو گئے۔

جہاں ساڑھے تین مہینے امن و امان سے بسر کئے۔ کوفیوں نے یہاں بھی پیچھا نہ چھوڑا۔ اور آپ کو کرب و بلا میں ڈال کر ہی دم لیا۔ جس دن آپ کے چچا زاد بھائی مسلم بن عقیل جن کو آپ نے بیعت لینے کے لئے کوفہ روانہ کیا تھا۔ کوفیوں کی بیوفائی کا شکار ہوئے۔ اسی دن (یعنی ۸ ذوالحجہ) آپ کوفہ میں پیش آمدہ واقعہ سے بے خبری کی وجہ سے والئی مکہ کے بمنت روکنے کے باوجود کوفہ کی طرف روانہ ہو پڑے۔ راہ میں اس سانحہ ہوش ربا کی خبر ہوئی۔ واپسی کا عزم کر لیا۔ مگر امام مسلم کے بھائی بندوں نے نہ مانا کہ یا جاکر

بدلہ لیں گے یا خود مرجائیں گے۔ مجبوراً امام حسین رضؓ کو ساتھ چلنا پڑا
دوم محرم کو کربلا پہنچے۔ حاکم کوفہ بیعت یزید کے متعلق نامہ و پیام
کرتا رہا۔ شیر خدا کے بیٹے شبیر نے بیعت سے انکار کر دیا۔ واپس یا یزید
کے پاس جانے کی اجازت مانگی۔ مگر وہاں بیعت کے لیئے ہی
اصرار تھا۔ کچھ شنوائی نہ ہوئی آخر (دہم محرم ۶۱ھ) کو جنگ ہوئی
کوفی ہزار ہا کی تعداد میں تھے اور یہاں مردان جنگی کی تعداد ستو
سے بھی کم تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ امام کے ساتھی ایک ایک کر کے
شہید ہو گئے۔ امام رضؓ نے بھی اسی راہ میں جان دے دی اور جو لفظ
لا (نہیں) یزید کی بیعت کے متعلق زبان سے نکلا تھا۔ اس پر
تا مرگ قائم رہے اور "قول مرداں جاں دارد" کے مقولہ کو سچ
کر دکھایا۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ط

حضرت امام زین العابدین رضؓ مدینہ منورہ میں

حضرت علی بن حسین رضؓ (زین العابدین) کربلا میں موجود تھے۔ مگر
بوجہ بیماری میدان میں نہ نکلے اس لیئے بمعہ اہل و عیال امام السلام
یزید کے پاس دمشق پہنچا دیئے گئے۔ یزید نے حسب روایات شیعہ

مندرجہ جلاء العیون بڑی خاطر و مدارات کی اور واقعہ کربلا کا سارا الزام ابن زیاد کے سر دھرا۔ قاتل حسین رضؓ کو قتل کرا دیا۔ مجلس ماتم[1] اپنے ہاں منعقد کرا کر مجالس عزا کا دروازہ کھولدیا۔ امام زین العابدین سے التماس کیا۔ کہ آپ شام میں رہنا چاہیں تو بآرام تمام رہ سکتے ہیں "این خانہ خانہ تست" آپ نے فرمایا کہ ہمیں مدینہ منورہ میں ہی پہنچا دو۔ کیوں کہ دو مرتبہ ثابت ہو چکا ہے کہ وہاں سے نکلنا ہمیں راس نہیں آتا۔ یزید نے امام عابد کی رضا جوئی کو مقدم جانا۔ ہودج زریں اونٹوں پر کسوائے۔ اور پورے عزو احترام کے ساتھ زادِ راہ و مال و زر و دیگر رخصت کیا۔ نقد جو اس نے پیش کیا اس کی تعداد حسب تحریر صاحب طراز مذہب مظفری ایرانی و کتاب اللھوف دس لاکھ روپیہ تھی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

الغرض امام موصوف واپس مدینہ منورہ کو تشریف لے آئے اور زندگی کے باقی چونتیس سال یہیں بسر کر گئے محرم ۹۵ھ میں رہگرائے عالم جاودانی ہو کر بعمر ۵۸ برس جنت البقیع میں دفن ہوئے۔ اس وقت ولید بن عبدالملک کا دورِ خلافت تھا۔ امام زین العابدین کی اولاد میں سے امام محمد باقر و امام جعفر صادق رضؓ مدینہ ہی میں اقامت گزین رہے۔ امام موسیٰ کاظم کو ہارون رشید مدینہ سے لے گیا۔ ان کا مزار کاظمین میں ہے امام علی رضؓ رضا مشہد میں آسودہ ہیں امام محمد رضؓ تقی کاظمین میں امام علی نقی رضؓ اور امام حسن رضؓ

[1] رسم ماتم ہما یزید نمود + ہر کہ آمد براں مزید نمود۔

عسکری سر من رائے میں آرام فرما ہیں اور یہ ولد فوت ہوئے۔

مسجد نبوی کی تعریف ایک غیر مسلم سیاح کے قلم سے

یورپین سیاحوں کا بیان

مدینہ کی عظمت کا نشان مسجد نبوی ہے جو شہر کے مشرقی حصہ میں ہے اس کا شاندار چار دیواری احاطہ شمال سے جنوب کی طرف چار یا پانچ سو فٹ لمبا اور چوڑائی میں اس کا دو تہائی ہے اب اس کی تعمیر نو ہوئی ہے اور احاطہ دگنا ہو گیا ہے۔ مینار اور مقدس مزارات پر اونچا گنبد پُر رعب منظر پیش کرتا ہے۔ مگر خلقہ گھروں یا تنگ کوچوں سے گھرا ہوا اور نمایاں نہیں ہے۔ سوائے بڑے دروازے باب السّلام سے جو جنوبی سرے پر غربی جانب کو ہے۔ مقدس مزار کی طرف اس کا رخ ہے۔ سنگ مرمر اور ٹائلوں سے بنا ہوا اور سنہری حروف سے منقش ہے۔ اس دروازے سے گذریں تو سامنے ستونوں سے گھری پٹی ہوئی جگہ دکھائی دیتی ہے۔ جہاں ان کی دس قطاریں ہیں جو جنوبی دیوار کے ساتھ ساتھ چلی گئی ہیں۔ اس مقام کے آخری سرے کے قریب دیواروں سے ادھر ایک بے دروازہ جگہ یا حجرہ ہے۔ جس پر قیمتی پردے پڑے ہوئے ہیں یہی وہ مقام ہے۔

جہاں رسول خدا محمد (مصطفیٰ) حضرت (ابوبکرؓ) اور (حضرت) عمرؓ کی قبریں ہیں۔ اس کے شمال کی طرف اسی قسم کا ایک چھوٹا کمرہ ہے۔ جس پر سیاہ پردا لٹک رہا ہے۔ اسے فاطمہ کی قبر کہتے ہیں۔ ہر دو[۲] حجرہ آہنی ریلوں سے محیط ہیں اور پیتل کے تار ان پر اس طرح بنے ہوئے ہیں کہ مزارات پر چلیتی نظر خاص سوراخوں ہی کے ذریعہ پہنچ سکتی ہے۔ یہاں طلب شفاعت کے لئے دعائیں مانگی جاتی ہیں اور دوسرے بزرگوں پر[۱] سلام پڑھا جاتا ہے۔

کٹہرے کے سامنے کی ستونوں والی جگہ کم از کم رات کو روشنی سے موثر نہیں ہوتی۔ یہ سنگ مرمر سے فرش لبستہ ہے۔ اور اُس کے شرقی حصہ میں پچی کاری اور جڑاؤ کام ہُوا ہوا ہے۔ فرش پر قیمتی قالین ہے۔ جنوبی دیوار پر سنگ مرمر چڑھا ہوا ہے اور کھڑکیاں عمدہ منقش شیشوں کی ہیں اور بڑا کٹہرا موثر شان پیدا کرتا ہے۔ باب السلام سے جو جنوبی دیوار کے ساتھ ساتھ زائرین سلام مزار کو داخل ہوتے ہیں۔ روضۃ الجنۃ سے انہیں کٹہرا حد فاصل ہوتا ہے۔ اندرون صحن کی دوسری طرفیں کم گہرائی کی ستون دار جگہیں رکھتی ہیں۔ جن میں تین یا چار قطاریں ستونوں کی ہیں۔ صحن میں نبی صلعم کا چاہ ہے۔

---

[۱] کٹہرے اور قبر کے درمیانی مقام پر سوائے خدام مسجد کے۔ اور کوئی شاذ نادر ہی جا سکتا ہے۔ انہیں مسجد کے خزائن جواہرات اور سونے کی اشیاء کی شکل میں ہیں۔ جو کبھی زیادہ تھے مگر اکثر لٹتے رہے سب سے آخر انہیں دہابیوں نے نویں صدی کے شروع میں لوٹا

کچھ کھجوروں کے درخت ہیں۔ جنہیں کہتے ہیں (حضرت) فاطمہ نے لگایا تھا۔ یہ جھنڈ دوسرے صحن سے بذریعہ ایک چوبی پردہ کے الگ کیا گیا ہے اب یہ کنواں اور کھجوریں ہٹادی گئی ہیں۔

مسجد جسے عمرؓ و عثمانؓ نے وسیع کیا تھا۔ ولید نے حسب ہدایت عمرؓ ابن عبد العزیز ۹۱ھ میں اسے وسیع تر کردیا اسمیں امہات المومنین کے گھروں کو بھی شامل کیا گیا۔ اس طرح ہی ؐ کا مزار مسجد میں داخل ہوگیا۔ خلیفہ مہدی نے اسے ۱۸۶ھ میں اور وسیع کردیا اور ۶۵۴ھ میں جل گئی۔ پرانی مسجد کی شکل اور وضع نئی سے نہایت عمدہ اور باقاعدہ تھی۔ اندرونی دیواریں نہایت قیمتی سنگ مرمر سے سجائی گئی تھیں اور پچی کاری کا کام بھی عمدہ ہوا ہوا تھا۔ اور اسی طرح باہر کی دیواریں بھی پتھر کے جڑاؤ کام سے آراستہ تھیں۔ جنوبی پیش طاق جو ہر قطار میں ۱۷ تھے۔ ان پر سفید پلستر کر کے گلٹ کا کام ہوا ہوا تھا۔ دوسرے ستون سنگ مرمر کے تھے۔ ابن عبد الربیع کا بیان ہے کہ مسجد کے ۲۰ دروازے تھے۔ جو ابن جبیر کے وقت میں جیسا کہ آج کل بھی ہے تمام سوائے چار کے بند کردیئے گئے تھے۔ مینار اس وقت تین ۳ تھے۔

زوال خلفاء کے بعد بوجہ آتش زدگی مسجد کی حالت اچھی نہ رہی۔ اس کی مرمت مصری بادشاہ کرتے رہے یہ ۱۴۸۱ء میں پھر نذر آتش ہوئی تھی پھر بھی ملوک مصری ہی نے اسے مکمل طور پر

مرمت کیا اب پرانی عمارت کا کچھ نشان سوائے چند ستونوں اور دیوار کے حصّوں کے باقی نہیں۔ مینار بھی پھر بنے ہیں اور دو کا اضافہ اور ہوا ہے۔ مزار پر بڑا گنبد اس کے گرد کا کٹہرا اور منبر تمام دوبارہ تعمیر کی تاریخ سے ہیں ؂

مدینۂ منوّرہ کا محلِ وقوع

مدینہ ایک سطح مرتفع کے شمالی سرے پر دریا کے طاس میں اور سلسلہ کوہ کے مغربی دامن پر واقع ہے جو بحیرہ احمر کے کنارے کی زمین کو عرب کے وسطی بلند ہموار میدان سے جدا کرتا ہے۔

مدینہ کے شمال کی طرف ایک گھنٹہ کی راہ پر کوہِ اُحد واقع ہے جو ایک بڑے سلسلہ کوہ کی سرحدی شاخ ہے۔ مشرق کی طرف میدان ایک طویل سلسلہ کوہ سے گھرا ہوا ہے جو آٹھ یا دس گھنٹوں کی مسافت پر ہے جس پر نجد کی سڑک واقعہ ہے تیز رو ندیاں جن میں سے وادی قنات شمال کی طرف کوہ اُحد کے دامن میں اور وادیٔ عقیق جو جنوب کی طرف چند میل کے فاصلہ پر ہے بڑی کار آمد ہیں پہاڑوں سے جاری ہیں اور شہر کے مضافات مل کر مقام زغابہ تک پہنچتی ہیں۔ جو مغرب کی طرف ہے اور وہاں سے سمندر کیطرف جبال تہامہ کے درمیان میں سے نزول کرتی ہیں جو مدینہ اور

ینبوع کے درمیان ایک ناہموار خطہ بنام وادی آدم ہے۔

مدینہ سے جنوب کی طرف میدان مسلسل چلا جاتا ہے۔ مگر اس میں خفیف سی بلندی پیدا ہوتی نظر آتی ہے۔ مدینہ کے مضافات میں جاری شدہ ندیوں نے اُسے شمال عرب میں ایک اعلیٰ درجہ کی سیراب زمین بنا دیا ہے۔

مدینہ بڑا اعظم کے ایک آتش فشاں مرکز کے پاس واقعہ ہے جو ۱۲۶۶ء میں پھوٹ پڑا تھا اور اس کے سیالی مادہ کی لہر اس کی دیواروں سے ایک گھنٹہ کے فاصلہ پر آپہنچی تھی اور اس نے وادی قنات کو اٹ دیا تھا۔ اسکی تاریخی زمانہ سے پہلے کی آتش فشانیوں کا یہ اثر ہوا کہ اس نے زیر زمین آب کو محدود کر دیا اور یہ پانی عرب میں آبیاری کا بڑا کام دیتا ہے۔ خواہ نخلستانوں میں کنوئیں کھود کر یہ کتنی ہی گہرائی پر کیوں نہ ملے بہت سے کنوئیں کھاری ہیں اور زمین کی قدرتی سیرابی کو نمکین مادہ نے جو اس میں شامل ہے خراب کر رکھا ہے مگر کھجور کے درخت ہر جگہ خوب اگتے ہیں۔

مدینہ کے گرد سوائے مغربی جانب کے درختوں کے جھنڈ اور کھیتوں میں فصلیں حضور صلعم کے عہد سے مشہور چلی آتی ہیں۔ شہر کی یہ ہیئت بتا رہی ہے کہ وہ زراعتی شہر ہے نہ کہ مکہ کی طرح تجارتی اور نہ ہی اس نے معمولی تجارت کے سوا کبھی اس میں ایسی شہرت حاصل کی ہے جیسی کہ مکہ کو حج کی وجہ سے ہے۔

مدینہ منورہ دمشق سے جنوب کی طرف واقع ہے۔ اس کا فاصلہ ریلوے سے ۸۲۰ میل ہے اور ینبوع سے جو بحیرہ احمر پر بندرگاہ ہے۔ سڑک کے راستے مسافت ۱۳۲ میل ہے۔

مدینہ مکہ سے ۲۴۸ میل ہے۔ اونٹوں کے قافلے اس فاصلہ کو دس گیارہ روز میں طے کرتے ہیں۔ لیکن آجکل مکہ سے براستہ جدہ مدینہ جاتے ہیں اور بس کے ذریعہ سے ۱½ دن لگتا ہے۔

شہر پناہ مدینہ کے گرد پتھروں کی مضبوط دیوار ہے۔ جس میں برج اور چار اچھی صنعت کے بڑے بڑے دروازے ہیں۔ شمال مغرب کی طرف ایک قلعہ ہے جس میں ترکی فوج رہتی تھی۔ ابن خلقان کے بیان کے مطابق جمال الدین اصفہانی کے زیر اہتمام دیواریں بارہویں صدی عیسوی کی تعمیر کردہ ہیں۔ آجکل فصیل کا زیادہ حصّہ مسمار ہو چکا ہے۔

نواحِ مدینہ شہر کا گرد نواح (جو اتنا ہی بڑا ہے جتنا کہ شہر) جنوب کی طرف ہے۔ درمیاں خالی جگہ ہے جہاں قافلے اترتے ہیں۔ نواح میں ایک ندی جاری ہے۔ جو وادی قنات کی ایک شاخ ہے اُس پر ینبوع کی سڑک بذریعہ ایک پتھر کے پل کے گذرتی ہے۔ نواح میں دہقانوں کے گھر ہیں تیس ۳۰ چالیس ۴۰ گھرانے مویشیوں سمیت ایک ایک احاطہ میں رہتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت بہت سے مدینہ کے قبیلے اسی طرح رہتے ہوں

گئے۔ مشہور مقبرہ بقیع جہاں صحابہ نبیؐ کے مزارات ہیں شہر کے قریب ہی مغرب کی طرف ہے۔ اس میں کبھی بہت سے مقبرے تھے جنکا ذکر ابن جبیر نے کیا ہے۔ برجرڈٹ نے ۱۸۱۵ء میں اسے محض ویرانہ دیکھا تھا۔ مگر اس کے بعد پھر مرمت ہو گئی۔ اور بعض مسجدیں تعمیر کی گئیں۔

تاریخ مدینہ

نخلستانِ مدینہ (جہاں تک تاریخی زمانہ شاہد ہے) یہود کے قبضہ میں تھا۔ ان کے درمیان یمن کے مہاجر بھی آباد ہو گئے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے وقت (یعنی ۶۲۲ء) سے جب تک کہ بنو امیہ نے دار الخلافہ دمشق میں منتقل نہیں کر لیا۔ مدینہ نے دنیا کی تاریخ میں ایک نمایاں جگہ حاصل کئے رکھی۔ یہ ایسی طاقت کا مرکز رہا جس نے چند سالوں میں مشرق کی قسمت کو پلٹ دیا۔ مگر اس کا زوال بھی ویسا ہی سریع اور مکمل تھا۔ معرکۂ حرہ اور شہر کی لوٹ کے بعد مدینہ کو پھر ویسا سیاسی اقتدار کبھی حاصل نہیں ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مضافات مدینہ کو مکہ کیطرح حرم قرار دیا مگر خلفائے راشدین کے بعد اُسکی حرمت کم ہی محفوظ رہی۔ خلافت کے زوال کے بعد جس کا ایک والی مدینہ میں رہتا

تھا۔ مقامی امیروں کو بدلتی رہنے والی خود مختاری حاصل رہی۔ جسے حکم برداری کی سختی نے خلل پذیر ہی رکھا۔ ترکوں نے مصر فتح کرنے کے بعد مدینہ پر مضبوطی سے قبضہ رکھا۔ مگر ان کی حکومت ۱۸۰۴ء میں کمزور ہو گئی۔ مگر آٹھ سال بعد پھر اُسے ترکی مصری فوج نے لے لیا۔ اور قاضی اور شیخ الحرم قسطنطنیہ سے مقرر ہو کر آنے لگے۔ پچھلے سالوں حجاز ریلوے نے جو دمشق اور مدینہ کے درمیان ۱۹۰۸ء میں بنی ترکی اقتدار کو اور بڑھا دیا۔ یہ ریلوے تیس سال بند رہنے کے بعد پھر چالو ہونے والی ہے۔

باشندے شہر اور مضافات کے باشندے عموماً مالک اراضی اور کاشتکار ہیں۔ موخرالذکر شیعہ (اسماعیلیہ) خیالات کے ہیں۔ اور ان کے رشتے ناطے آپس ہی میں ہوتے ہیں۔ یہ نخلی کہلاتے ہیں۔ خاص شہری تھوڑے ہیں۔ یہ نئے آباد شدہ حاجیوں کے ساتھ رہتے ہیں بعض مسجد نبوی میں ملازم ہیں بعض مزدور ہیں۔

بازار مدینہ کے بازار تنگ مگر ستھرے ہیں اور کئی جگہ ان کا فرش پختہ ہے۔ بلات یا بڑا فرش بستہ بازار جو ایک مشرقی شہر میں غیر معمولی نقشہ پیش کرتا ہے۔ پہلی اسلامی صدی کی یادگار ہے۔

آب رسانی زیادہ تر پانی موضع قبا سے جو دو میل جنوب کی

طرف ہے۔ بذریعہ زمین دوز چہ بچوں کے شہر میں تقسیم کیا جاتا ہے۔
یہ سلسلہ آبرسانی امیر معاویہؓ کے عہد میں باہتمام مروان قائم
ہوا۔ اور قریباً تیرہ سو سال سے اب تک جاری ہے۔

انصار مدینہ انصار وہ لوگ کہلاتے ہیں جنہوں نے نبی صلعم
کی نصرت کی، مدینہ کے چند خاندان تا حال یہ
دعوٰی کرتے ہیں کہ وہ انہی کے نام لیوا ہیں۔ بعض صدیقی (یعنی
از اولاد صدیق اکبرؓ) بھی ہیں۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ مسلم کی غارت
گری کے بعد جو ۶۸۳ھ میں ہوئی پرانی آبادی ہجرت کر کے
ہمراہ فوج موسیٰ بن نصیر سپین کو چلی گئی۔ تیرھویں صدی میں
خزرج سے ایک بوڑھا آدمی اور اوس سے ایک بوڑھی عورت
صرف قدیم انصار کی یادگار تھی۔ شریف کا خاندان جو اپنے آپ
کو شہید کربلا کی اولاد بتاتا ہے۔ اپنے پاس صحیح نسب نامہ
رکھتا ہے۔

(ماخوذ از کتب انگریزی)

مکہ معظمہ سے مدینہ منوّرہ کے راستے

بیت اللہ سے حرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف چار راہ[1] ہیں
(۱) درب سلطانیہ :۔ یعنی سلطانی راستہ عموماً قافلے اسی راہ سے جاتے ہیں

[1] درب کے معنے راستہ کے ہیں۔ اور خاص کر اس راہ تنگ کے جو پہاڑوں میں ہو۔ ۱۲

بسا اوقات آبیار احسانی سے بئیر الوو شت ہو کر الحمرا یا بیر عباس میں مل جاتے ہیں یا خلیص ہوتے ہوئے بئیر الماشی ہو کر مدینہ پہنچتے ہیں۔

مکہ معظمہ سے مدینہ شریف گیارہ منزل ہے۔ واپسی پر منزل قلیلہ سے سیدھا جدہ کو چلے جاتے ہیں جو یہاں سے دو منزل ہے۔ یعنی جدّہ مونیہ سے ۹ منزل ہے اور براہ مکہ ۱۳ منزل (۲) درب الشرقیہ اس راہ سے حجاز ریلوے مکہ تک لانے کی تجویز تھی۔ (۳) درب تا دیلک الغبیر:۔ یہ راستہ مذکورہ بالا دونوں راہوں کے درمیان سے ہوتا ہوا خلیص میں مل جاتا ہے یہ نہایت پر خطر ہے۔ اس راستہ سے سانڈنی سوار جاتے ہیں راستہ کا کوئی شیخ یا نبی حرب کا معزز رکن ضمانت دے تو اس طرف سے بامن گذر سکتے ہیں۔ (۴) مکہّ سے جدّہ دو منزل اور وہاں سے جہاز پر ینبوع (دوسرے دن) پہنچ کر مدینہ کو آتے ہیں یہ راہ نسبتًا زیادہ آرام دہ ہے۔ ینبوع سے مدینہ منوّرہ ۱۳۲ میل ہے۔ راہ میں پانچ منزلیں طے کر کے دیار محبوب تک پہنچ جاتے ہیں۔

مدینہ منورہ کے بعض مشہور نام

کثرتِ اسماء عظمت مسمیٰ پر دلیل ہے۔ لہٰذا مدینہ منورہ کے ناموں کی کثرت اس کی خوبیوں اور محبوبیوں پر دال ہے۔ کتابوں میں نام سو تک پہنچتے ہیں۔ مگر ہم نہایت مشہور اسماء کے اظہار

پر حکایت کرتے ہیں :-

(۱) طابہ (۲) طیبہ (۳) طائبہ (۴) طیبہ (۵) اور مطیبہ یہ لفظ طیّب سے مشتق ہے ۔ جن کے معنی ۔ اچھا ۔ شیریں اور جائز ہیں ۔
(۶) برہ (۷) بارہ (۸) حسنہ (۹) خیّرہ (۱۰) خیرہ (۱۱) مجبہ (۱۲) جلیبہ ۔ (۱۳) محبوبہ (۱۴) جابرہ (۱۵) جبارہ (۱۶) جبارہ (۱۷) الایمان (۱۸) شافیہ (۱۹) ناصرہ (۲۰) عاصمہ (۲۱) فاضمہ (۲۲) مسلمہ (۲۳) مدینہ[1] (۲۴) مبارکہ (۲۵) محبورہ (۲۶) محروسہ (۲۷) محفوظہ (۲۸) مقدسہ (۲۹) مرحومہ (۳۰) مرزوقہ (۳۱) سکینہ (۳۲) المغر (۳۳) مکینہ (۳۴) الحرام (۳۵) البلد (۳۶) ارض اللہ (۳۷) ارض الہجرت (۳۸) اکالۃ البلدان (۳۹) اکالۃ القرے (۴۰) بیت الرسول (۴۱) جزیرۃ العرب وغیرہ وغیرہ ۔

حرمتِ حرمِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ہر مسلمان پر واجب ہے کہ وہ حرم نبی ؐ کی حرمت کرے ۔ یعنی اس میں (۱) کوئی گناہ کا کام نہ کرے ۔ امام مالک ؒ نے اس میں پیشاب استنجا کرنے کو بھی گناہ قرار دیا ہے اور موذی و وحشی جانوروں کے قتل کرنے

[1] مدینہ کے معنی خوبصورت شہر کے ہیں مگر طیبہ کو مدینہ منورہ کہتے ہیں کیونکہ اس میں نور الٰہی جلوہ فرما ہے مدنی مدینہ منورہ کے رہنے والے کو کہتے ہیں اور اگر کسی اور شہر مدینہ کا رہنے والا ہو تو وہ مدینی کہلائے گا ۔

کی بھی ممانعت کی ہے (۲) بعض کے نزدیک اُسکے درختوں کو نہ کاٹے نہ گرائے۔ تاکہ زائرین کی آنکھوں میں طراوت پیدا ہو (۳) کسی کو قتل نہ کرے سوائے حملہ آوروں۔ کافروں اور بے ادبوں کے (۴) فاسقانہ اور رندانہ زندگی بسر نہ کرے (۵) مدینوں کو تکلیف یا نقصان نہ پہنچائے اس شخص کے لئے سخت بدبختی اور روسیاہی کی وعید ہے۔ جو حُرمتِ حرم کو توڑے ؛

حرم کی وسعت سمجھنے کے لئے جان لینا چاہیئے کہ حرم شریف کی حد مشرق کی طرف دس بارہ میل تک ہے۔ مغرب کیطرف حد حرم ذوالحلیفہ ہے۔ جنوب مغرب کیطرف حد حرم جبل عسیر ہے۔ جو مدینہ سے ۳ میل کے فاصلہ پر ہے۔ امام مالکؒ اسی کے پار جا کر پیشاب کرنے کا حکم کرتے ہیں۔ شمال کی طرف کوئی تین میل کے فاصلہ پر جبل اُحد یا بقول بعض اُحد پہاڑ سے کچھ آگے جبل ثور حرم مدینہ کی شمال حد ہے۔

شہر مدینہ در ملک حجاز

حدود حجاز حجاز اس ملک کا نام ہے۔ جس میں مکہ و مدینہ واقع ہے۔ اس کی حدود و وسعت میں اختلاف ہے ابو الفدا حدود حجاز یوں بیان کرتے ہیں۔ شمالی طرف ایلہ (قلعہ عقبہ) اور ریگستان جنوب

کی طرف یمن. مشرق کی طرف یمامہ (بعض مورّخ یمامہ کو داخل حجاز سمجھتے ہیں) اور مغرب کی طرف بحرِ قلزم۔

دوسرے مورخین حجاز میں صرف اسی قطعہ ملک کو شامل جانتے ہیں جو مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ کے درمیان واقع ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ حجاز کی کوئی حد نہیں اس کی پولٹیکل حدیں ہر ایک نسل کیساتھ کم وبیش ہوتی رہی ہیں۔ اسلیئے اغلبًا حجاز کی حدود اربعہ کی زیادہ تر صحیح تفصیل یہ ہے کہ اس ملک میں تمام ارض مقدس شامل ہے ینبوع کا بندر حجاز کی شمالی حد ہے، اور جدہ کا بندر گاہ جنوبی اور مشرقی حد اس خیالی خط کو سمجھنا چاہیئے جو سیدھا مدینہ منورہ سے کوہستان طائف میں سے گذرے پس اس طرح حجاز ایک متوازی الاضلاع شکل کا قطعہ ملک ہے جو طولًا قریبًا اڑھائی سو اور عرضًا قریبًا ڈیڑھ سو میل ہے جس کا رقبہ ساڑھے سنتیس (۳۷½) ہزار مربعہ میل ہوا۔

محل وقوع مدینہ منورہ ملک نجد کی سرحد پر اس وسیع سطح مرتفع پر آباد ہے جو ملک عرب کا وسطی حصہ ہے۔ شہر تین حصوں پر آباد ہے (۱) اندرون شہر (۲) حوالی شہر (مضافات یا سواد اعظم جسے منافہ[1] کہتے ہیں۔

---

[1] منافہ باب شامی اور مصری کے باہر وسیع میدان وقف کردہ امیرالمومنین عادل عمرؓ ہے یہاں قافلے آکر اترتے ہیں اس کے چاروں طرف عالیشان مکانات ہیں۔

آبادی شہر سے کچھ ہی کم ہے (۳۱) قلعہ

آبادی

کپتان برٹن مدینہ کی آبادی مکہ سے قریباً نصف بتاتا ہے ممکن ہے کہ ۱۸۵۳ء میں یہی تناسب ہو مگر ۱۹۱۲ء میں ایک مسلم سیاح نے جو تحقیقات کی اس سے دونوں شہروں کی آبادی میں صرف بیس۲۰ ہزار کا فرق باقی تھا۔ جو شائد اب پورا ہی ہو چکا ہو۔ اور مدینہ کی آبادی بھی ڈیڑھ لاکھ ہو گئی ہو۔

دروازے

شہر مدینہ کچھ کچھ بیضوی شکل میں آباد ہے۔ اس کے گرد فصیل ہے بڑے دروازے[1] چار ہیں (۱) باب الشامی فصیل کے شمال مشرق میں ہے اسی دروازے سے راستہ جبل اُحد روضہ حضرت سید الشہداء حضرت حمزہ رضؓ کا اور کوہستان کی طرف جاتا ہے (۲) باب الجمعہ۔ شرقی فصیل میں ہے یہاں سے جنت البقیع اور نجد کی راہ ملتی ہے۔ ۳۔ ان ہر دو دروازہ کے درمیان باب الضیافت جانب شمال ہے۔ ۴۔ باب المصری جو مغرب کیطرف برالمنافہ کیطرف کھلتا ہے۔ مصری اور مشرقی دروازے نہایت خوشنما اور عالیشان ہیں اُسکے پاس پاس دوہرے دوہرے برج ہیں اور مختلف رنگوں سے رنگین ہیں۔ ان کے اندر خوب چھڑکاؤ

---

[1] رفیق الحجاج میں دروازوں کی تعداد آٹھ اور نام یہ دیئے ہیں۔ (۱) باب العنبریہ جہاں سے حجاج اسمیں داخل ہوتے ہیں۔ (۲) باب القبا (۳) باب العوالی (۴) باب الجمعہ (۵) باب المجیدی (۶) باب الشامی (۷) باب القریہ (۸) باب الصغیر۔ اب فصیل کا بیشتر حصہ گر جانے سے کئی دروازے بھی ختم ہو گئے ہیں۔

کیا جاتا ہے اور بڑے سایہ دار ہیں۔

بازار

مدینہ منورّہ میں دو بڑے بازار ہیں (۱) مسجد نبوی کے باب السلام سے شہر کے باب مصری تک اور (۲) مسجد نبوی کے باب الرحمۃ سے باب الشامی تک علاوہ اُن کے اور بازار چھوٹے بھی ہیں (۱) سوق الخضیریہ (سبزی ترکاری کا بازار) (۲) سوق الحبابہ (غلہ منڈی) (۳) سوق القفارا جہاں چاول اور گھی بکتا ہے (۴) سوق الطباخہ (نان بائیوں کا بازار) (۵) سوق البرسیم (گھاس منڈی) (۶) سوق البراح جہاں نیلامی کرنیوالے بدوی تاجر بیٹھتے ہیں۔

فصیل و بروج

شہر کے گرد فصیل چھ سو برس سے قائم تھی اس سے پہلے نہ تھی۔ یہ نہایت عمدہ اور پختہ ترشے ہوئے پتھروں سے چونہ گچ لگا کر بنائی گئی تھی۔ دیوار میں جا بجا مزغل اور لمبے لمبے سوراخ توپیں اور بندوقیں چلانے کے لئے موجود تھے۔ اسی طرح نصف مدور برجوں اور میناریں بھی فیر کرنے کے لئے سوراخ رکھے ہوئے تھے۔

قلعہ

قلعہ شہر کی فصیل کے شمال مغربی گوشے سے ملا ہوا ہے اسی میں مسجد سیدنا عثمانؓ ہے۔ فصیل قلعہ شہر پناہ کے مشابہ ہے۔ مگر جیسا کہ چاہیئے اس سے زیادہ تر مضبوط اور سنگین ہے۔ اندر ایک مینار نما برج ہے جس کے اوپر ہلال کا پرچم اسلامی لہلہاتا ہے۔ فصیل قلعہ سرتاپا سفید ہے جس نے اس کی

خوبصورتی کو دوبالا کر دیا ہے۔ حسب بیان کپتان مدچوڈ برٹن یہ قلعہ وہابیوں اور بدوؤں کی شورش مٹانے کو تو جبل الطارق کا حکم رکھتا ہے۔ مگر چونکہ اس کے گرد نہ خندق ہے نہ دھس بندی اور نہ مورچے اس لئے صرف توپوں کی ایک بارٹری ہے اور دس پندرہ شیل کے گولے اسے بیکار کر سکتے ہیں اور اس حلقہ پر شمال مغرب کی طرف سے بلند پہاڑیوں کی زد پڑتی ہے۔

ہماری رائے میں ترک مدینہ منوّرہ کے گرد قلعہ کی سدّ روئین کھینچ تو سکتے تھے اور ان کو قلعہ کی کمزوری کا علم بھی ضرور ہو گا۔ مگر پچھلی جنگ عظیم میں شریف مکّہ کا دشمن سے سازش کرنا خلاف توقع ظہور پذیر ہو گیا اور عثمانی ترکوں کو حضرت عثمان رض ذوالنورین کیطرح حرم نبوی کو ازمگاہ بنانا پسند نہ ہوا۔ اس لئے وہ بغیر لڑے بھڑے مدینہ خالی کر گئے۔ قلعہ چھوڑ دیا۔ شہر کی حکومت سے دست بردار ہو گئے۔ مگر حرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں خونریزی نہ ہونے دی۔ جس کی اللہ تعالیٰ انہیں جزا عطا فرمائے گا۔ اور ان کا مرتبہ دارین میں بڑھ جائے گا۔ یہ قلعہ شکستہ ہو ہو چکا ہے۔ اور اب سوائے بڑے دروازہ کے کوئی حصہ سلامت نہیں۔
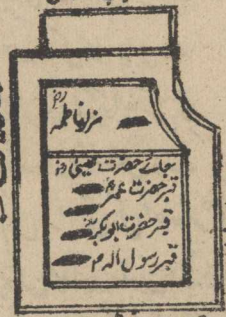
جدید نقشہ وخاکہ مسجد النبوی الشریف
جنوب
سمت قبلہ
محراب عثمانی
مینار
مینار
مواجہہ شریف
گنبد خضرا
محراب النبی
محراب سلطان ترکی
منبر شریف
ریاض الجنۃ
١
٢
٣
٤
٥
٦
ترکوں کے عہد کی تعمیر
صفہ
باب السلام
باب رحمت
باب جبریل
باب النساء
صحن
نو تعمیر
نو تعمیر
باب عبدالعزیز
باب سعود
(مغرب)
(مشرق)
صحن
مینار
مینار
باب عثمان ذی النورین
باب مجیدی
باب عمر بن الخطاب
(شمال)

مسجد نبوی صلعم مدینۃ النبیؐ میں

مسجد نبوی در عہد نبوی

مدینہ منورہ میں سات ماہ کے قیام کے بعد حضور علیہ السلام نے جو سب سے پہلا کام کیا وُہ مسجد نبوی کی تعمیر تھا۔ اُس کی زمین۔ حضرت ابوایوب انصاری نے خرید کر دی تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہؓ کرام کے ساتھ پتھر اُٹھا کر لاتے اور کام کرتے وقت اس رجز پڑھنے میں شریک تھے ؎

اَللّٰھُمَّ لَا خَیْرَ اِلَّا خَیْرُ الْاٰخِرَۃِ

اے خدا کامیابی صرف آخرت کی کامیابی ہے

فَاغْفِرِ الْاَنْصَارَ وَالْمُھَاجِرَۃِ

اے خدا! مہاجرین و انصار کو بخش دے

یہ مسجد حضورؐ و صحابہؓ کرام کی سادگی کی تصویر تھی۔ دیواریں کچی اینٹوں کی تھیں چھپر کھجور کے پتوں کا اور ستون اسکے تنہ کے تھے۔ قبلہ بیت المقدس کیطرف جانب شمال رکھا گیا۔ مگر جب تحویل قبلہ کا حکم ہوا تو اسطرف ایک نیا دروازہ قائم کر دیا گیا۔ اور قبلہ کا رخ جانب جنوب (مکہ معظمہ کی طرف) ہوا۔

کھجور کے پتوں میں آب باراں ٹپک ٹپک کر فرش خام کو کیچڑ

کر دیتا تھا جس سے نمازیوں کو تکلیف ہوتی تھی۔ اس لئے سنگریزوں کا فرش بنوایا گیا۔

حضور نے پہلے اس مسجد کو ۷۰ گز لمبائی اور ۶۰ گز چوڑائی پر تیار کرایا تھا۔ مگر فتح خیبر کے بعد اس کے طول میں تیس گز اور عرض میں چالیس گز بڑھا کر اسے طولاً و عرضاً پورا سو گز بنا دیا۔

ازواج مطہرات کے مکانات بھی مسجد کے بالکل متصل بنائے گئے حضرت ام سلمہؓ ام حبیبہؓ۔ زینبؓ۔ جویریہؓ۔ میمونہؓ۔ زینب بنت جحش کے مکانات شامی جانب تھے۔ اور حضرت عائشہؓ۔ صفیہؓ سودہؓ جانب مقابل ازواج مطہرات کیلئے جو حجرے بنائے گئے انکا طول دس دس ہاتھ اور عرض سات سات ہاتھ تھا چھت کی اونچائی اتنی تھی کہ آدمی کھڑا ہو کر اسے چھو سکتا تھا۔ راتوں کو چراغ نہیں جلتے تھے۔ دروازوں پر کمل کے پردے آویزاں رہتے۔

مسجد نبوی در عہد خلفائے راشدین

حضور علیہ السلام کی وفات کے بعد

حضرت صدیق اکبرؓ تخت خلافت پر جلوہ افروز ہوئے مگر ان کا عہد مرتدین و منافقین کے قلع و قمع میں صرف ہو گیا۔ اسلئے ان کو توسیع مسجد کی فرصت نہ ملی یا یہ کہو کہ یار غار نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہادی کی بنا کردہ مسجد کو مدت العمر سے بوجہ کمال محبت اسی ہیئت میں دیکھنا پسند کیا جسمیں کہ اسے ان کے محبوب خواجہ عالمؐ نے چھوڑا تھا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے بعد ۱۳ھ میں حضرت فاروق اعظمؓ

امیر المومنین رضؓ مقرر ہوئے آپکا عہد خلافت اسلام و مسلمین کی ترقی و خوشحالی کا عہد تھا۔ آپ نے ۱۷ھ میں بشمول مکان حضرت عباسؓ و نصف مکان حضرت جعفر طیارؓ مسجد کو وسعت دے کر ۱۴۰×۱۲۰ گز مربع بنواکر پانچ درجوں میں تقسیم کر دیا۔ عمارت ویسی ہی سادہ رہی۔ حضرت عمرؓ کی شہادت کے بعد ۲۳ھ میں حضرت عثمان رضؓ ذوالنورین خلیفہ مقرر ہوئے آپ نے پانچ سے سات درجہ کی مسجد بنوادی۔ ستون اور دیواریں پتھر سے تعمیر کرائیں اور ان پر نقش و نگار کرائے مسجد کو درخت ساج کی لکڑی سے مسقف کیا۔ گارے کی جگہ لوہا اور سیسہ استعمال ہوا اس مسجد میں حضرت جعفرؓ کا باقی نصف مکان بھی خرید کر شامل کر لیا گیا۔ منبر کو چھ درجہ زیادہ کیا اور قبلہ کی جانب محراب عثمانی قائم فرمایا۔ جو تا حال اسی نام سے موجود ہے حنفی مسلمانوں کی کثرت کی وجہ سے حنفی امام بایام حج اسی محراب میں کھڑا ہوتا ہے یہ مسجد ۲۹ھ میں شروع ہو کر ۳۰ھ میں ختم ہوئی۔ اور نہایت خوبصورت بنی:

حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد حضرت علیؓ ۳۵ھ میں خلیفہ ہوئے۔ آپ نے مدینہ سے نکل کر کوفہ کو اپنا دالخلافہ بنایا۔ باہمی خانہ جنگی میں آپکا پنجسالہ عہد خلافت تمام ہوگیا۔ اسلئے مسجد نبوی میں کچھ اضافہ نہ ہوا۔

خلافت بنو امیہ میں مسجد نبوی کی حالت

حضرت علی رضہ کی شہادت کے بعد حضرت حسن رضہ کوفہ میں خلیفہ مقرر ہوئے۔ مگر جلدی ہی آپ نے امیر معاویہ رضہ سے صلح کر لی اور ایک لاکھ وظیفہ لے کر بار خلافت حضرت معاویہ رضہ کے سپرد کر دیا اور خلافت چھ سال کے بعد پھر بنو امیہ کیطرف عود کر آئی تو اُن کی خلافت سنہ ۱۳۲ھ تک رہی ۸۸ھ میں حضرت عمر ابن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے جب کہ وہ ولید بن عبد الملک بن مروان کی طرف سے حاکم مدینہ منورہ تھے۔ مسجد نبوی کے چاروں طرف کے مکانات خرید فرما کر اور حجرات ازواج مطہرات کو شامل کر کے مسجد کو وسعت دی اور اب وُہ طولاً دو سو گز اور عرضاً ایک سو ساٹھ ۱۶۷ گز ہو گئی۔ تعمیر کے لئے رومی قبطی کاریگر بلائے گئے۔ نقش و نگار اور طلا کاری پر چالیس ہزار مثقال[2] سونا خرچ ہوا۔ اور سوا دو لاکھ مختلف قسم کے نقش و نگار پر اُٹھا۔ چار سال تک برابر کام ہوتا رہا مسجد کے ہر چار گوشوں پر چار مینار بنائے گئے اس کے بعد سلیمان بن عبد الملک نے اپنے دادا مروان کے مکان کو منہدم کر کے پانچواں مینار تعمیر کرایا۔

مسجد نبوی بعہد خلفائے عباسیہ

خلیفہ مہدی بن منصور نے مسجد نبوی میں دس ستون زیادہ کئے اور نقش و نگار طلا کاری میں زر کثیر خرچ کیا۔

---

[1] انگریزی انسائکلوپیڈیا میں برخلاف اسکے مذکور ہے کہ ۹۱ھ (۷۰۹ء) میں ولید نے حسب ہدایت عمر ابن عبد العزیز مسجد نبوی کو وسعت دی [2] مثقال اندازاً لوتے تین ماشہ کا ہوتا ہے

ماموں رشید نے ۲۰۲ھ میں بھی کچھ اضافہ کیا۔ معتصم عباسی نے پھر تعمیر شروع کی۔ لیکن تاتاریوں کی تخت وتاراج اور سلطنت عباسیہ کے زوال کی وجہ سے جو خلیفہ کی بے گناہ شہادت پر مکمل ہوگئی مکمل نہ ہوسکی۔ ناصر بن قلادن نے جو ملوک مصر میں سے ہوا۔ اسکو اتمام تک پہنچایا اور نئی چھت ڈالی۔

مسجد نبوی بخلافت سلاطین عثمانیہ

جب سے سلاطین آلِ عثمانؒ کو خدا نے عروج وکمال عطا فرمایا۔ انہوں نے کوئی دقیقہ خدمتِ آستانہ جنت کاشانہ میں فروگذاشت نہیں کیا۔ چنانچہ سلطان محمد فاتح وسلیم خان نے مسجد کو وسعت دی اور سنگ مرمر کے محراب بنوائے۔ محرابِ سلیمانیہ سنگ مرمر ورخام سے بنا ہُوا تا حال موجود ہے۔ جس پر یہ کتبہ لگا ہوا ہے۔ انشاء ھذا المحراب المبارک الملک المظفر السلطان سلیمان خان شاہ ابن سلطان سلیم خان ابن سلطان بایزید خان اعز اللّٰہ انصارہٗ محمد وآلہ وسلم۔ تاریخ شہر جمادی الاولیٰ ثمان تسعمائۃ من ھجرۃ النبویۃ"

سلطان عبدالمجید خان غازی نے مسجد نبوی کو از سرِنو بنوایا اور اسکی تعمیر میں نہایت تکلف وتصنع کیا۔ ساری مسجد کو قبوں سے آراستہ کیا اور ہر قبہ کو سیسے کی چادروں سے منڈھوایا اور سطح باطن کو نقوش عجیبہ سے معمور کیا۔ سارے ستونوں کو مطلا اور سارے

دروازوں کو خصوصاً باب السلام کو سونے سے لاد دیا اور ساری مسجد
میں کیار و ضہ لمور کیا غیر روضہ سنگ مرمر کا فرش بچھایا۔ یہاں تک
کہ باب جبریل کے باہر بھی سنگ مرمر کا فرش بنوایا۔ حرم شریف
میں پانچواں دروازہ باب مجیدی اور مجیدیہ مینار پنجم نہایت خوبصورت
تعمیر کرایا۔ اور عام صحن ریاض الجنة کو زیادت حضرت عثمانؓ سے
ایک برنجی کٹہرہ لگا کر ممتاز کیا اور صحن مسجد میں باغ فاطمۃ الزہرا
کے گرد ایک سبز کٹہرہ لگا دیا اور ساری مسجد شریف میں قالین
پشمی منقش و مکلف کا فرش بچھایا اور مسجد کو جھاڑ فانوس اور
شیشہ د آلات سے تزئین دی یہ سب زینت و زمینت ۱۲۷۸ھ میں
بصرف ہفت کروڑ روپیہ کمال کو پہنچی جزاہ اللہ خیر الجزاء۔

مسجد نبوی کے ستون

آج کل مسجد نبوی میں ۳۲۲ ستون شمار کیے گئے ہیں۔ جن میں سے
بلیس ۲۰ حضور کے روضہ منورہ اور منبر مسجد کے درمیان اس جگہ میں
ہیں جو ریاض الجنۃ کہلاتی ہے (حسب قول نبوی ما بین بیتی
و منبری روضۃ من ریاض الجنۃ) اس جگہ پر بیٹھ کر تلاوت
قرآن مجید کرنا اور نماز پڑھنا موجب ثواب و اجر عظیم ہے۔ اسلئے
ہر حاجی و زائر کی یہی کوشش ہوتی ہے کہ اس کو اس جگہ قیام و
سجود و قعود کی سعادت حاصل ہو۔

محراب عثمانی کیطرف سات اور گیر دار سنہری انیس ۱۹ اور روضہ

منورہ میں آٹھ منقش و مطلّا استوان ہیں۔ ستون کی بلندی ۱۵ فٹ اور عرض دور میں ۶ فٹ ہے۔ محرابوں کی بلندی ستونوں کی بلندی کے برابر ہے۔ ہر چہار ستونوں پر ایک ایک گنبد لداؤ کا ہے۔ وہی چھت ہے اور ہر گنبد کے دور میں اندر کیطرف آیات قرآنی اور رنگ برنگ کے نقش و نگار ہیں ؎

پھر یہ ستون مختلف اقسام کے ہیں تاکہ عہدی نبوی و خلفائے راشدین کے عہد کے حصۂ مسجد اور دیگر وسیع کردہ حصہ میں تمیز کی جا سکے ہے چنانچہ حضورؐ کی حد مسجد کو سنگ رخام کے ستونوں سے نمایاں کیا گیا ہے ان ستونوں میں سنگ سرخ چار انگل مربع جڑے ہیں۔ عہد فاروقی و عثمانی کے درجوں میں سنگ مرمر کے ستون ہیں۔

مسجد کے اندرونی ستون سب کے سب منقش و مطلّا ہیں۔ سنگ سماق و سُرخ کے ستونوں میں تمام نقش و نگار نہیں۔ صرف دو فٹ نیچے اوپر کام ہے۔ مگر محراب سب کے سب مطلّا و منقش ہیں۔ مسجد کے باقی تین طرف سادہ مگر نفیس سنگ سرخ کے ستون ہیں اور چار چار ستونوں پر ایک ایک گنبد ہے۔

استوانہ ماثورہ ریاض الجنۃ کے بیس ستونوں میں سے آٹھ استوانہ ماثورہ کہلاتے ہیں۔ ہر ایک ستون پر اس کا نام سنہری حروف میں مسطور ہے اور ہر ایک اپنے

مقام پر عہد نبوی کی تاریخی اہمیت رکھتا ہے۔ پہلے کا نام اسطوانہ مخلق ہے اس کے سہارے کھڑے ہو کر حضور علیہ السلام منبر بننے سے پیشتر خطبہ فرمایا کرتے تھے۔ اسی جگہ سے حنانہ کی گریہ وزاری کی آواز آتی تھی۔ اسی ستون کے ساتھ حنانہ ستون مدفون ہے۔ اس ستون کو خوشبو لگائی گئی تھی۔ اس لئے اس کا نام مخلق رکھا گیا۔ تمام صحابہ کرام اس جگہ تبرک کا بیٹھا کرتے تھے (۲) اسطوانہ عائشہ الصدیقہ۔ (۳) اسطوانہ ابی لبابہ یا توبہ۔ (۴) اسطوار سریر (۵) اسطوانہ محرس یا علی ابن ابی طالب (۶) اسطوانہ وفود (۷) اسطوانہ سرلجۃ القبر یا مقام جبرائیل (۸) اسطوانہ تہجّد۔

محراب مسجد نبوی

مسجد نبویؐ کے پانچ محراب ہیں جو سب کے سب سنگ مرمر کے منقش و مطلاّ ہیں (۱) محراب نبی صلی اللہ علیہ وسلم (۲) محراب عثمانی (۳) محراب سلیمانی (۴) محراب تہجّد (۵) محراب دکتہ الاغوات۔

ابواب مسجد نبوی

مسجد نبوی کے پانچ دروازے ہیں۔ (۱) باب جبرائیل (۲) باب النساء شرقی جانب (۳) باب مجیدی شمال کی طرف (۴) باب السّلام و (۵) باب الرحمت غربی سمت کو۔ نیز شمال کیطرف اور بہت مختصر دروازہ باب المخزن نامی ہے۔ سب دروازے بہت ہی خوبصورت منقش ومطلاّ ہیں۔ حجّاج سب سے اول باب السلام کے راستہ حرم شریف

ہیں داخل ہوتے ہیں بواب جوتیوں کی حفاظت کیلئے دروازوں پر بیٹھے رہتے ہیں جو الماریوں میں رکھی جاتی ہیں جب زیارت سے فارغ ہو کر حاجی واپس آتے ہیں تو یہ دربان ہر ایک کو پہچان کر اس کی جوتی واپس کر دیتے ہیں۔ ہفتہ میں دو آنہ کرایہ مقرر ہے۔ مسجد شریف کے نئے دروازے جدید نقشہ سے ظاہر ہوتے ہیں۔

مسجد نبوی کے مینار

مسجد نبوی کے پانچ مینار ہیں۔ (۱) جنوب مغرب کی طرف مینار باب السلام (۲) جنوب مشرق کو منارۂ رئیسہ (۳) مینارہ باب الرحمۃ جانب غرب (۴) شمال مغرب کو منارۃ المجیدیہ (۵) مشرقی منارۃ السلیمانیہ موذن ان میناروں پر چڑھ کر آذان دیتے ہیں۔ تو دور دور تک ان کی آواز سنائی دیتی ہے ان کی خوش و شیریں آواز کی کیفیت و لذت کو ان خوش قسمت حاجیوں سے پوچھو۔ جن کے کانوں نے ان کو سنا ہے۔ خدا ہر ایک مسلمان کو حرم نبوی کی زیارت نصیب کرے۔ ہر مینار پر تین تین حلقے روشنی کے نصب ہیں اور ہر حلقے میں چالیس لیمپ روشن ہوتے ہیں۔

مسجد نبوی صلعم میں قابل زیارت مقامات

حریم مسجد نبوی مسلمانوں کے لئے دنیا و ما فیہا سے بہتر ہے

اس میں داخل ہوتے ہی زائر کے دل کو سرور اور آنکھوں کو نور حاصل ہو جاتا ہے اور ہر مقام پر پہنچ کر یہی دل چاہتا ہے۔ کہ عمر یہیں بیٹھے بسر کر دیں ؎

بہر طرف کہ بشوق دلی نگاہ کنند
کرشمہ دامن دل میکشد کہ جاں اینجا ست

حجرہ شریف اور خاص کر وہ مقام جہاں حضور علیہ السلام بمعہ دو مقربین خاص آرام فرما ہیں۔ عاشقان جمال مصطفوی کے لئے قبلہ مراد و کعبہ حاجات ہے۔ اسے دیکھ کر پھر کسی اور طرف نظر کرنے کو دل نہیں چاہتا مگر وہ مقام زیارت گاہ خلق ہے۔ چالیس کروڑ کلمہ گویوں کا کعبہ مقصود ہے۔ ہر ایک کی آرزو ہوتی ہے۔ کہ وہ مواجہ شریف کے سامنے کھڑے ہو کر حضور علیہ السلام کی خدمت میں ہدیہ سلام و درود پیش کرے۔ لہٰذا خوش قسمتی اور مسرت کی گھڑی جلد گذر جاتی ہے اور زائر مجبور ہوتا ہے کہ اپنا شوق دلی پورا کئے اور ارمان نکالے بغیر آگے بڑھے۔ اس سے آگے چل کر زائر کو مشرقی دیوار میں ایک کھڑکی اس مقام پر نصب نظر آئے گی جو

مہبط جبرائیل | یا محضر الملائکہ کے نام سے مشہور ہے۔ یہاں پر کھڑے ہو کر وہ ہر چہار ملائکۃ المقربین پر سلام پڑھے گا۔

مزار فاطمہ رض | اس کے بعد وہ اس مقام پر پہنچے گا جو ایک روایت کے مطابق حضور علیہ السلام کی چوتھی

پیاری بیٹی (سیدہ فاطمہ رضؓ) کا مزار ہے اور جو حجرہ سیدہ عائیشہؓ (جہاں اب حضور علیہ السلام کی آرام گاہ ہے) کے شمال کی طرف واقع ہے یہاں بھی زائر سیدہ مرحومہؓ کی روح پر درود سلام پڑھ کر ایصال ثواب کرے گا۔

بیر الٰہی

اسی جگہ کے قریب زوار کو ایک کنواں بیر الٰہی نامی دکھائی دے گا۔ جس کے پانی کو عقیدت مند آب زمزم اور کوثر سے قیمتی سمجھتے ہیں اور زمزمیوں میں بھر کر تبرکاً اپنے ساتھ لے جاتے ہیں اسکا پانی شیریں اور سرد ہے۔ یہ کنواں اب بند کر دیا گیا ہے۔

باغ فاطمہ

یہیں ایک باغ سے آنکھوں کو طراوت حاصل ہو گی جو بستان فاطمہ کے نام سے مشہور ہے اس کی کھجوریں۔ بیر اور ایلیاں بڑے خوش قسمت امراء کو دستیاب ہو سکتی ہیں۔ غربا اس تبرک کو کم ہی حاصل کر سکتے ہیں۔ آج کل یہ باغ نہیں ہے۔

روضۂ جنت

زائر مسجد نبویؐ میں ایک خاص قطعہ بہشتی پر پہنچے گا جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے روضۃ من ریاض الجنۃ کا خطاب عطا فرمایا ہے۔ اسمیں از روئے پیمائش قریباً ساڑھے تین سو آدمیوں کی سمائی ہو سکتی ہے۔ مگر ہزارہا زائرین کی یہی خواہش ہوتی ہے کہ وہ اسی بہشتی ٹکڑے میں فریضہ نماز ادا

کریں، اور وُہ ضرور اپنی مرادیں کامیاب ہو جاتے ہیں۔

منبر نبوی

پھر مسجد نبوی کی زیارت کرنیوالے کی آنکھیں بارہ درجوں والا سنگ رخام کا نہایت خوبصورت منبر اسی مقام پر دیکھیں گی جہاں خاص حضور علیہ السّلام کا چوبی منبر نصب تھا یہ ترکی سلطان مراد خان بن سلطان سلیم خان نے ۹۹۸ھ میں بصرف پچاس ہزار روپیہ تیار کرایا تھا۔ جزاہ اللہ احسن الجزاء۔

قفس النسأ

مسجد النبی کی مشرقی دیوار میں باب النساء عورتوں کے داخلہ کے لئے مخصوص ہے اور اسی کے پاس ایک جگہ ان کے نماز پڑھنے کے لئے الگ بنائی ہوئی ہے۔ جسے قفس النساء کہتے ہیں۔ یہ بالکل پردہ دار ہے اس کے اطراف میں لکڑی کی جالی لگائی گئی ہے جسے اندر کی طرف خوب طرح پردوں سے بند کیا ہوا ہے۔ یہاں ایک وقت پانچسو مستورات نماز پڑھ اور ہزار نماز کا ثواب حاصل کر سکتی ہیں۔ اگر رحمۃ للعالمین کی مسجد میں ان کے لئے انتظام نہ کر کے ان کو ثواب عظیم سے محروم رکھا جاتا تو ان پر ایک گونہ ظلم ہوتا۔

مصحف عثمانی

حضرت عثمانؓ جامع القرآن کا وُہ قرآن شریف ہمیشہ سے قابل زیارت چلا آیا ہے۔ جس کی تلاوت کرتے ہوئے آپ باغی فرقہ سبائی کے ہاتھوں سے

مدینہ منورہ میں شہید ہوئے اور آپ کا مقدس خون آیۃ
فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ پر گرا۔ یہ قرآن مجید
حجرۂ مبارک میں ایک صندوق کے اندر محفوظ رکھا ہوا ہے بعض
کا بیان ہے کہ اب یہ قرآن مجید سلطان المعظم کے خزانہ قسطنطنیہ میں
ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

مخزن حرم اس گودام کا نام ہے۔ جس میں سامان روشنی
جمع رہتا ہے۔ یہ مقام حرم شریف کے شامی
مسقف میں ہے۔

مقام اصحاب صفہ اصحاب صفہ ان عاشقان نبوی فدایان
اسلام کو کہتے تھے جو حضور علیہ السلام
کے عہد میں۔ گھر بار زر و مال اور آرام و آسائش کو خیرباد کہہ کر
مسجد نبوی میں ایک صفہ (چبوترے) پر متمکن تھے اور دنیا کی کوئی
تکلیف انہیں مشاغل دینی سے نہیں روک سکتی تھی۔ انہیں میں
سے وہ لوگ تیار ہوتے تھے جو مختلف ممالک میں جاکر اشاعت
اسلام کرتے تھے۔ حضرت ابوہریرہ انہیں میں سے تھے جن کی
روایت کردہ احادیث سے کتب حدیث مالا مال ہیں۔ اس وقت
اس جگہ کو دکتہ الاغوات کہتے ہیں جس پر خواجگان حرم بیٹھتے
ہیں۔ یہ مقام مصلیٰ تہجد کے بالمقابل ہیں۔

کوکب الدّری کوکب الدّری اس بیضہ کبوتر کے برابر

گراں بہا ہیرے کا نام ہے جو حضور علیہ السّلام کے حجرے کے غلاف پر آدمی کے سینے کی بلندی کے برابر دیگر ہیروں اور موتیوں کے ساتھ آویزاں ہے (یہ کپتان برٹن کا مشاہدہ ہے) مؤلف رفیق الحجاج اسے حضور علیہ السّلام کے رُخ مبارک کے سامنے قبلہ کی جانب دیوار میں نصب بتاتے ہیں۔ یہ جنت آشیاں سلطان احمد بن سلطان محمد خان مرحوم نے روضہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر بطور نذر پیش کیا تھا۔ آج کل یہ ہیرا وہاں سے ہٹا لیا گیا ہے۔

حرم نور الٰہی ہیں نورٌ علیٰ نور

مسجد نبویؐ ایک تو خدا کے نور سے منوّر ہو رہی ہے۔ دوسرے مصنوعی روشنی اس بقعۂ نور کو نورٌ علیٰ نور بنائے رکھتی ہے حرم نبوی میں نہایت بیش قیمت نایاب بلوری فانوس جھاڑ۔ ہانڈیاں فراہم کی گئی ہیں۔ جو سنہری زنجیروں سے آویزاں ہیں مختلف قسم اور رنگ کے بلوری درخت موجود ہیں جو راتوں کو روشن ہو کر فی الشجرا الاخضر نارًا کا سماں دکھاتے ہیں موم بتیاں علیحدہ جلتی ہیں محرابوں کے دونوں طرف روشن ہونے والی موم بتیوں کا قطر دو فٹ اور بلندی ۱۰ فٹ ہوتی ہے۔ گیس کے لیمپ بجلی کی طاقت سے علیحدہ جلتے ہیں۔ قنادیل بھی ساڑھے چھ سو سے کم نہیں۔ تمام جھاڑ فانوس

اسٹھ سوانیس ہیں روشنی پر سلطان المعظم کے ہزاروں پونڈ سالانہ اٹھتے ہیں۔ اب شریف مکہ میں اتنی وسعت کہاں کہ ان اخراجات کا متکفل ہو سکے ماہ رمضان المبارک معراج کی رات ۲۷ رجب اور عید میلاد النبی ۱۲ ربیع الاول کو خصوصیت کے ساتھ حرم نبوی نور علی نور بنایا جاتا ہے۔ حجرۂ شریف کے اندر دو شمع خالص سونے کی ۴ فٹ بلند رکھی رہتی ہیں۔ ان میں الماس جڑے ہیں۔ اگر تمام چراغ گل ہو جائیں تو قدرتی نورانی چمک سے کل حرم محترم منور ہو جاتا ہے۔

نقشہ ملازمین مسجد نبوی در خلافت سلاطین ترکی

یہ نقشہ ہم کپتان برٹن وغیرہ کے سفرنامہ سے مرتب کر کے پیش کرتے ہیں جس سے سلطان المعظم کی دریا دلی کا اندازہ ہو سکے گا مندرجہ ذیل تنخواہوں کے علاوہ جن کی تعداد ۵ لاکھ روپیہ سالانہ تھی۔ خواجگان حرم کو ۲۴ من فی کس غلہ بھی دیا جاتا تھا۔

نمبر شمار	نام عہدہ	تعداد عہدہ داران	ماہوار تنخواہ	فرض منصبی
۱	شیخ الحرم ایک ترک پاشا ہوتا ہے۔	۱	۱۷ ہزار روپیہ	حرم نبوی کے انتظام کی ذمہ داری اور روضہ مقدسہ میں بدست خود چراغ جلانا
۲	نائب الشیخ الحرم جو عموماً خصی ہوتا ہے	۱	۲۰ ہزار	آغوات جمع آغا خصیوں کی سرداری اور تقسیم فرائض
۳	مدیر الخدم	۱	۱ ہزار	خزانہ داری نگرانی

نمبر شمار	نام عہدہ	تعداد عہدہ داران	ماہوار تنخواہ	فرض منصبی
۴	محافظ بیت المال	۱	۴۰ روپیہ	بیت المال حرم نبوی کی حفاظت
۵	مستسلم	۱	۴۹۰ روپیہ	محرروں کا افسر جو مسجد نبوی کا حساب آمد و خرچ رکھتے ہیں (محرروں کی تعداد و تنخواہ کا پتہ نہیں)
۶	نقیب	۱	۷۰۰ روپیہ	مستسلم کی مدد
۷	بوابین	۱۴	۱۰۰ روپیہ فیکس	مسجد کے دروازوں کا کھولنا
۸	جنتریہ آغوت حرم	۲۸	۷۵ " "	مسجد کے عمدہ حصوں کی جاروب کشی
۹	بطالین	۱۳	۵۰ قرش فیکس	صفائی اور رات کو مسجد میں کسی کو سونے نہ دینا۔
۱۰	فراشین	۳۰	۱۰۰ " "	مصلوں اور جانمازوں کو اٹھانا اور بچھانا اور لمپوں میں تیل بتی ڈالنا۔
۱۱	سقے	۳۰	۱۰ روپیہ	فرش پر چھڑکاؤ اور زائرین کو انعام لے کر پانی پلانا (ان پر بھی ایک سردار ہوتا ہے)
۱۲	شیخ الرشاد موذنوں کا سردار	۱	۱۵۰ قرش	کبار موذنین کی سرداری (صرف یہی مینار رئیسہ پر چڑھ کر اذان کہہ سکتا ہے۔
۱۳	کبار یا آغا	۶	۱۰۰ قرش	موذنوں کی افسری اور نگرانی
۱۴	موذن	۴۹	۱۸ روپیہ	اذان کہنا
۱۵	قاضی (چیف جج)	۱	پتہ نہیں ملا	یہ قسطنطنیہ سے مقرر ہو کر آتا ہے ایک سال تک مدینہ میں رہتا ہے اور دوسرے سال مکہ میں متعین کیا جاتا ہے

نمبر شمار	نام عہدہ	تعداد عہدہ داران	ماہوار تنخواہ	فرض منصبی
۱۶	مفتی (حنفی۔ مالکی اور شافعی)	۳	۱۰ اشرفی فی کس	حنبلی مذہب کا مفتی نہ مصر میں مامور ہوتا ہے نہ مدینہ میں نہ ہی حنبلی مصلی ہے جب سے وہابیوں نے حرم شریف میں بے ادبیاں کی ہیں لوگ حنبلی مذہب کو بھی بعض مسائل میں مشابہت کیوجہ سے ناپسند کرنے لگ گئے ہیں
۱۷	امام	۲۸۰	۲۲ روپیہ	امامت کا کام
۱۸	خطیب	۴۰	۳۴ "	خطبہ پڑھنا
۱۹	مشعلچی	۹۰۰	۱ روپیہ	تیل بتی روشن کرنے کا کام
۲۰	ملازم	۲	۹ "	کبوترانِ حرم کو دانہ پانی پلانا
۲۱	سونار	۲	۱۹ "	حرم شریف کی سنہری اور روپہلی اشیاء کی درستی
۲۲	درزی	۲	۱۴ "	کل حرم شریف کی سلائی کا کام
۲۳	انجینئر (ترک	۱۰	۵۶۰ "	کل مرمت اور تعمیرات حرم نبوی کی نگرانی
۲۴	رنگریز	۱	۸۴ "	کل نقش و نگار پہ رنگ چڑھانا۔

تمام خدام حرم کو موقوف کر دیا گیا ہے۔ حسب مشاہدۂ عزیزی ظفر حسین پچھلے سال صرف تین تین امام و خطیب و موذن باقی تھے

شبیہ غلاف

مبارک مرقد اطہر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

تعمیر حجرہ منوّرہ اور غلاف مبارک کا حال

جس جگہ حضور نبی صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرما ہیں وہ پہلے اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ زوجہ مطہر نبی کریم علیہ السلام کا گھر تھا۔ جب حضور علیہ السلام کی رُوح اعلیٰ علیّین کو پرواز کر گئی اور آپ کے جسم اطہر کو پیوند خاک کرنیکا سوال پیش ہوا کہ کس جگہ دفن ہو۔ تو حضرت ابوبکر صدیق یار غار نبی کریم علیہ السّلام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق فرمایا کہ آپ کا مزار اسی جگہ بنے گا جہاں کہ آپ واصل بحق ہوئے ہیں چنانچہ حضرت صدیقہ کا حجرہ ہی زیارتگاہ خلق بنا چونکہ زائرین کی آمدورفت رہتی تھی۔ اسلئے حضرت عائشہ رضؓ نے اس حجرہ کے درمیان ایک دیوار کھڑی کر دی۔

حضرت ابوبکر صدیق رضؓ یار غار حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مزار بھی حضورؐ کے پاس ہی بنا اور فاروق اعظمؓ بھی باجازت حضرت عائشہ رضؓ اسی حجرہ منیفہ میں مدفون ہوئے ؎

صدیق اور شہید ہیں دونوں نبی کے پاس
تینوں پہ فضل خالق ارض و سما ہوا
سب بھیجتے ہیں تینوں پہ آٹھوں پہر درود
ہے درمیاں فرشتوں کا تانتا لگا ہوا

تینوں کے جو غلام ہیں وہ باوفا رہیں
ان کی طرف ہے سارا زمانہ جھکا ہُوا

حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کی خلافت میں کئی جھوٹے نبیوں اور منکرین زکوٰۃ نے لاکھوں کی تعداد میں سر اٹھایا اس لئے جناب خلیفہ اول کا دو سالہ عہد خلافت ان ہی فتنوں کو سیدھا کرنے ہی میں گذر گیا اور روضہ مطہرہ و مسجد نبوی کی عمارت کیطرف توجہ نہ ہو سکی حضرت عمر بھی اپنے دونوں پیشروؤں کیطرح سادگی پسند تھے۔ اس لئے آپ نے اسی سادہ طریقہ سے مسجد کو وسعت دینے کے ساتھ حجرہ مطہرہ کو بھی کچی اینٹوں سے بنا دیا حضرت عمر بن العزیز نے حجرہ شریفہ کی بنیاد و عمارت کو وسیع کر دیا اور منقش اور کاٹے ہوئے پتھروں کی چار دیواری بنا کر گرد ایک اور چار دیواری احاطہ (خطیرہ) کھینچ دیا۔ ان دونوں چار دیواریوں میں کوئی دروازہ نہ تھا پس شیشہ سے کوئی شخص قبر شریف پر نہیں پہنچ سکتا ۵۵۰ھ جمال الدین اصفہانی نے حجرہ شریف کے گرد صندل کا کٹہرہ لگا دیا اور ابن ابی ہیجار وزیر خدیو مصر نے ایک غلاف دیبائے سفید کا جس پر سرخ ریشمی پھول اور سورہ یٰسین سنہری حرفوں میں بُنی ہوئی تھی حجرہ شریفہ پر خلیفہ مستکفی باللہ کے جلوس تخت نشینی کے دن چڑھایا اس کے بعد یہ رسم ہو گئی کہ خلفائے عباسیہ سے جو بادشاہ تخت نشین ہوتا حجرہ شریفہ کے واسطے قیمتی زریں غلاف بنوا کر بھیجتا

قلاون صالحی نے ۶۷۸ھ میں قبہ خضرا یعنی سبز گنبد مسجد کی چھت سے اونچا حجرہ مطہرہ پر بنوادیا حظیرہ مطہرہ کے ارد گرد برنجی جالیاں بنوادیں ۶۵۴ھ میں مسجد نبوی آگ سے بالکل جل گئی۔ مگر اندرونی حظیرہ جو خلیفہ ولید کے عہد میں حضرت عمر بن عبد العزیز نے بنوایا تھا۔ آتشزدگی سے محفوظ رہا پھر ۶۸۶ھ میں بجلی گرنے سے مسجد بالکل منہدوم ہو گئی مگر حجرہ مبارک پھر بھی محفوظ رہا۔

جب عباسیوں کی خلافت ان کے آخری بادشاہوں کی غفلت کی وجہ سے بت پرست تاتاریوں کے ہاتھ سے تباہ ہو گئی تو خدا نے انہیں دشمنوں میں سے ترکوں کو حرمین شریفین کیخدمت کیلئے چن لیا۔ جنہوں نے اسلام کا سکہ چار دانگ عالم میں جما دیا۔

ترک سلاطین نے بھی اپنا معمول بنالیا تھا کہ جب حجرہ مطہرہ کا پرانا پردہ فرسودہ ہو جاتا یا جب جدید سلطان تخت خلافت پر جلوہ گر ہوتا تو وہ اپنا نیا پردہ استنبول سے بنوا کر روضۂ منوّرہ پر چڑھانے کیلئے بھیج دیتا یہ غلاف دمشق کے کارواں کے ہمراہ محمل شریف کے ساتھ مدینہ منوّرہ بھیجدیا جاتا جسے خواجگان درگاہ رات کے وقت شمالی دروازہ سے داخل ہو کر چڑھاتے۔ یہ کسوۃ (پردہ) ارغوانی تمامی یا سبز بادلہ (کمخواب) یا سیاہ کمخواب کا ہوتا ہے اور اسپر سنہری یا روپہلی آیات منقش ہوتی ہیں۔ یہ دستی

بنا ہوا نہایت خوبصورت ہوتا ہے خطہ ثلث میں اسپر کلمہ طیبہ اور
یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا بافتہ ہوتا ہے
پرانے پردہ کو ہمیشہ مسجد نبوی کے مجاوروں اور خادموں میں تقسیم
کر دیا جاتا ہے جو اس کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر کے زائروں کو
ہدیہ لے کر دیتے ہیں۔ وہ لوگ واقعی خوش قسمت ہیں جن کو یہ
تبرک نبوی دستیاب ہو۔

سلطان عبدالمجید خان غازی کا غلاف ستر سال تک روضۂ
منوّرہ پر رہا پھر اسکی جگہ سلطان عبدالحمید خان غازی کا پچیس برس
میں بصرف ایک لاکھ روپیہ تیار کردہ غلاف ۱۹۱۰ء میں ڈالا گیا۔
پہلے غلاف کا ایک ایک بالشت ٹکڑا ایک ایک اشرفی دے کر
لوگوں نے خرید کیا۔

آہ ابن سعود کی وہابیت کی وجہ سے اس دفعہ یعنی ۱۳۴۵ھ
میں محمل شریف جو تحائف و ہدایا اور غلاف لے کر مصر و شام سے
آتی تھی رک گئی۔ اور اہل مدینہ و زائرین جہت بڑے تبرک سے
محروم رہ گئے خدائے تقدیر ان بے ادبوں کو حرمین شریفین سے
نکالے اور ترکوں کو پھر یہ خدمت سپرد کرے۔ آمین؟

حجرہ مطہرہ کے تین درجے مسجد نبوی کے شرقی جانب روضہ مطہرہ
ہے۔ اس کے تین درجے ہیں ایک درجہ میں ۱۲ × ۱۲ = ۱۴۴ گز
مربع ہے۔ نبی ص۔ صدیق رضؓ و شہید پہلو بہ پہلو آرام فرما ہیں۔ ان

تینوں کی خوابگاہ کے گرد پانچ گز بلند ہشت و ہاتی مجحر ہے جس پر کلمہ طیب ودرود شریف بافتہ غلاف چڑھا ہوا ہے یہ درجہ چاروں طرف سے بند ہے اور اس میں کوئی نہیں جا سکتا۔

دوسرے درجہ میں شمال کیطرف حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مزار بڑی تکلف اور شان وشوکت سے بنا ہوا ہے مزار کے اوپر قنامیانہ ہے اور کمخواب وزریں چادر سے مزیّن رہتا ہے۔ جسکی جھلک مشرقی دروازہ سے معلوم ہوتی ہے۔ اس حجرہ کا ایک بہت بڑا دروازہ شمال کی جانب ہے۔ جسکی چوکھٹ کیواڑ اور زنجیریں اور قفل سب خالص سونے کے ہیں۔

تیسرے درجہ میں انواع واقسام کی نادر اشیاء بیش بہا قیمتی جواہرات مشک وعنبر عود وکافور عطریات۔ صندل کے صندوق وعطردان رکھے ہیں۔ ظروف وسامان طلائی وخزانہ بھی اسی میں ہے (جن کی قیمت کا اندازہ ساڑھے آٹھ کروڑ پاونڈ لگاتے ہیں) سنہری شمعدان بھی اسی جگہ جلتے ہیں اس درجہ کے چار دروازے ہیں۔ جنوب کیطرف باب المواجہ مشرق کی طرف باب فاطمہ رضؓ مغرب کیطرف باب التوبہ جو روضہ یا باغ جنت کیطرف کھلتا ہے اور شمال کیطرف باب شامی ہے پہلے تین دروازے سب کے سب بند رہتے ہیں چوتھے دروازے میں سے صرف خادم جن کی تحویل میں وہ خزانہ ہے جو وہاں رکھا ہوا ہے یا فرش پر جاروب کشی کرنیوالے خوجے آتے جاتے ہیں۔ یہ لوگ ان ہدایا وتحائف

کو وہاں سے اٹھا لاتے ہیں جنکو زائر لغرض حصول ثواب اندر پھینک جاتے
ان تینوں درجوں کی تعمیر میں اسی لاکھ روپیہ صرف ہوا ہے۔ ان تینوں
درجوں کے باہر چار گز کے فاصلہ پر ہشت دہات کی ڈھلی ہوئی جالی
چاروں طرف لگی ہے۔ جس پر سبز رنگ چڑھا ہا گیا ہے۔ یہ جالی بہت
بلند ہے مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی چھت سے جا لگی ہے۔

ان تمام درجوں اور سبز جالی کے اوپر سبز گنبد ہے دروازوں کی
دہلیزیں سب سنہری ہیں۔ بیرونی کٹہرے کی جنوبی طرف نصف فٹ
مربع (یا بالشت گول دائرہ میں) زمین سے پانچ فٹ بلند تین شباک
کھڑکیاں ہیں۔ پہلی کھڑکی حضور انور ع کے رخ انور کے مقابل ہے دوسری
اس سے ڈیڑھ فٹ کے فاصلہ پر دائیں ہاتھ حضرت صدیق اکبر رض کے
روئے مبارک کے سامنے اور تیسری اتنے ہی فاصلہ پر جانب مشرق
حضرت فاروق اعظم رض کے چہرۂ منور کے بالمقابل ہے ہر زائر ان کھڑکیوں
کے سامنے باری باری کھڑے ہو کر نبی ع و ہر دو یاران نبی ع پر درود
وسلام بھیجتا ہے۔ باہر ہر دروازے پر حریر سبز کے پردے لٹک رہے
ہیں جن میں زر دوزی آیات قرانی کشیدہ ہیں یہ محمل شامی کے ساتھ
بڑے تزک و احتشام سے لائے جاتے ہیں۔ شاہنشاہ دوجہاں ع اور
صدیق رض و شہید رض کا دیوان عجب عالیشان ہے جانب جنوب قبلہ کی
طرف جالی میں لا الہ الا اللہ الملک الحق المبین۔ محمد رسول
اللہ صادق الوعد الامین چار چار سطروں میں کندہ ہے۔

حضور انورؐ کے رخ انور کے بالمقابل کوکب الدّری ہیرا نصب تھا جو روشنی و تاریکی میں چمکتا رہتا تھا۔ لیکن اب ہٹا دیا گیا ہے۔

قطعات آیات بیّنات و احادیث متبرکہ غزلیات نعتیہ و مدحیہ و سلام و درود جلی قلم سے لکھی ہوئی چاروں طرف آویزاں ہیں۔ روضہ مطہرہ کے جنوبی جانب قبلہ کیطرف جہاں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام پڑھا جاتا ہے دو ستونوں پر حضورؐ کے ایک اعرابی عاشق کے دو اشعار خوشخط سنہری حروف میں منقوش ہیں۔

نبیؐ و صدیقؓ و شہیدؓ کس وضع میں آرام فرما ہیں

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ حضرت عائشہ صدیقہؓ کے حجرہ مبارکہ میں استراحت فرما ہیں اور تینوں کی ایسی خلوت ہے کہ باہر سے کسی کو قریب آنے کی اجازت نہیں مدینہ میں قبلہ جنوب کیطرف ہے اسلئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد النبیؐ کے جنوب مشرقی گوشہ میں قبلہ رو ہو کر اس طرح لیٹے ہیں کہ سر مبارک مغرب کی طرف ہے اور پاؤں مشرق کی جانب حضور کے بائیں بازو کے پاس جانب شمال حضور کے یار غار صدیق اکبرؓ سینہ کے برابر سر رکھے آرام فرما ہیں اور اسی طرح ان کے سینے کے پاس حضرت عمر فاروق اعظمؓ کا راس مبارک ہے ان کے پیچھے ایک قبر کے لئے جگہ خالی ہے جہاں حضرت

عیسیٰ ابن مریم علیٰ نبینا وعلیہ السلام دفن ہونگے نقشہ اس طرح ہے
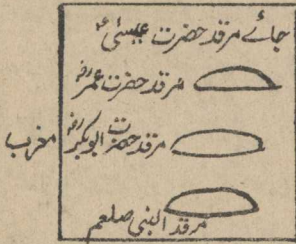
زائرین مقبرہ کیطرف رو بشمال
کھڑے ہو کر زیارت کرتے ہیں
نبی ﷺ صدیق رضؓ و شہیدؓ تینوں کے
روئے مبارک کے برابر باہر دیوار
میں تین کھڑکیاں بنی ہوئی ہیں
جو مشرق سے مغرب کو چلی گئی ہیں

	شمال	
مشرق	جائے مرقد حضرت عیسیٰؑ مرقد حضرت عمرؓ مرقد حضرت ابوبکرؓ مرقد النبی صلعم	مغرب
	جنوب	

ان کے محاذ میں کھڑے ہو کر زوار باری باری درود و سلام پڑھتے ہیں۔

جواز زیارت رُوضہ النبیؐ صلی اللہ علیہ وسلم

حاجیو! آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو — کعبہ تو دیکھ چکے کعبے کا کعبہ دیکھو

محبوب رب العالمین شفیع المذنبین خواجۂ کون و مکان سرور ہر دو جہاں محمد مصطفیٰ علیہ افضل التحیۃ کی محبت جزو ایمان ہے جس دل میں حضور علیہ وسلم کی محبت نہیں اس میں نور ایمان ہی نہیں۔ بد قسمتی سے ایک ایسا فرقہ پیدا ہو گیا ہے جو اپنی بے بصیرتی سے محبوب خدا کی وقعت ایک چھٹی رساں سے زیادہ نہیں (معاذ اللہ) اور توحید پرستی میں اپنا سلسلہ اس معلم الملکوت سے ملانا چاہتا ہے جس نے آدمؑ

کو سجدہ کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ حضور رحمۃ للعلمین ہیں بالمؤمنین رؤف الرحیم ہیں۔ ہادی جن وانس آپ ہی کے ذریعہ ہم نے خدا کو پہنچانا آپ ہی کی طفیل ہمیں دین و دنیا کی نعمتیں حاصل ہوئیں ہیں آپ کے حضور میں تمام امت کے اعمال پیش کئے جاتے ہیں آپ حیات النبیؐ ہیں۔ شہیدوں کی نسبت حکم الٰہی ہے کہ انہیں مردہ گمان نہ کرو (وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَآءٌ الخ) کیونکہ وہ زندہ ہیں یہ پارہ ۴۔ ع۸ میں آیت ہے۔ دوسرے پارہ کے تیسرے رکوع میں شہیدوں کو مردہ کہنے کی ممانعت ہے۔ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ) یعنی ان کی نسبت لفظ موت زبان اور دل میں مردہ ہونے کا خیال تک لانا ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ حضور علیہ السلام مدینہ میں مزارات شہداء اور دوسروں کی قبروں پر تشریف لے جایا کرتے تھے۔ اور ان کو مخاطب کر کے فرماتے تھے اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَاِنَّا اِنْشَآءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَلَاحِقُوْنَ نَسْاَلُ اللّٰهَ لَنَا وَلَكُمُ الْعَافِيَةَ (رواہ مسلم) یعنی اے اس جگہ کے بسنے والے مسلمانوں تم پر سلام ہو تم پر سلام ہو ہم تم سے جلد ملنے والے ہیں ہم اللہ سے اپنے لئے اور تمہارے واسطے عافیت مانگتے ہیں۔ (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۱۴۶) اسی صفحہ پر حضرت عائشہؓ سے روایت ہے

کہ جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق رضی میرے گھر میں (مدفون) تھے میں بے تکلف وہاں داخل ہو جاتی تھی کیونکہ ایک اُن میں سے میرے زوج ہیں اور دوسرے باپ مگر جب سے ان کے ساتھ عمر رضی بھی دفن ہو گئے تو میں بوجہ حیا اچھی طرح کپڑے اوڑھ کر داخل ہوتی ہوں۔" اسی روایت کو حاشیہ کتاب پر حیاتِ میت کی دلیل پکڑا گیا ہے اور حجۃ الاسلام امام غزالی کا قول پیش کیا گیا ہے کہ مَنْ يُسْتَمَدُّ فِی حَيٰوتِہٖ يُسْتَمَدُّ بَعْدَ مَمَاتِہٖ) یعنی جس سے مدد زندگی میں حاصل کی جا سکتی ہے اس سے مرنے کے بعد بھی کی جا سکتی ہے بس جب عام مومنین صالحین زندہ ہیں اور اُنکی قبور کی زیارت کرنا اور ان سے استمداد کرنا جائز ہے تو کس قدر افسوس ہے ان لوگوں پر جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت قبر کو جائز نہ سمجھیں۔ حالانکہ نبیؐ کی صدیقوں اور شہیدوں پر ہر طرح سے فضیلت خود قرآن مجید سے ثابت ہے۔ دیکھو پ۵ رکوع ۶ میں آیۃ مبارک وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ط ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا۔ یہاں شہیدوں پر صدیقوں اور نبیوں کو مقدم کیا گیا ہے اور اس سے کسی مسلمان کو انکار نہیں ہو سکتا کہ انبیاء کا درجہ شہداء وغیرہم سے بلند ترین ہے۔ پھر شہیدوں کے متعلق نص صریح

وارد ہے کہ وہ زندہ ہیں انہیں نہ مردہ کہو نہ خیال کرو۔ لہذا ثابت ہو گیا کہ انبیاء، جو شہداء سے بدرجہ اولیٰ زندہ ہیں ان کی قبور کی زیارت کرنا کسی طرح بھی ناجائز نہیں ہو سکتا۔ جب حضور علیہ السلام شہداء اُحد کی قبروں پر جاتے رہے اور ان کو مخاطب ہو کر سلام بھیجتے رہے تو ہم کو بھی لازم ہے کہ باتباع نبوی بزرگوں کی مزارات پر عموماً اور محبوب خدا سرور انبیاء کے روضہ پر حاضر ہوں اور مولانا جامیؒ کے ان الفاظ میں سلام عرض کریں۔

سلام مولانا جامیؒ

السلام اے قیمتی تر گوہر دریائے جود
السلام اے تازہ تر گلبرگ صحرائے وجود

السلام اے آنکہ تا از جبہۂ آدم تافت
نور پاکت کس نہ برد از قدسیان او را سجود

السلام اے آنکہ زنگِ ظلمتِ کفر و نفاق
صیقلِ تیغِ تو از آئینۂ گیتی زدود

السلام اے آنکہ نامد در ہمہ کون و مکان
نیز بیناں را بجز نور تو در چشم شہود

السلام اے آنکہ بہر فرش راہت یافت دہر
اطلسے را گیش زشب کردند تار از روز پود

السلام اے آنکہ ابوابِ شفاعت روزِ حشر
جز کلید لطفِ تو بر حق نتواند کشود

السلام اے آنکہ تا بودم درین محنت سرائے
در سرم سودائے و در جانم تمنائے تو بود

صد سلامت میفرستم ہر دم اے فخر کرام
بو کہ آید یک علیکم در جواب صد سلام

خوش قسمت ہیں وہ مسلمان جو زیارت نبوی[1] سے بہرہ اندوز ہو کر حضورؐ کی شفاعت کے اس حدیث کی رو سے مصداق بنتے ہیں جو بر نجی حروف میں روضہ منورہ پر کندہ ہے۔ مَنْ زَارَ قَبْرِیْ وَجَبَتْ لَہٗ شَفَاعَتِیْ۔ یعنے جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لئے میری شفاعت واجب ہو گئی۔

گنبد خضراء کے سامنے حاضر ہونا یکدم نبی محمد صلعم ، صدیق (ابو بکرؓ) شہید (عمرؓ) کی زیارت کرنا ہے اس زیارت کی سعادت الحمدللہ۔ اہلسنت والجماعۃ کو از روئے حدیث نبوی (لَا یَجْتَمِعُ اُمَّتِیْ عَلَی الضَّلَالَۃِ ہدایت پر ہیں۔ حاصل ہوتی ہے یہی وہ سواد اعظم ہے۔ جو ہمیشہ غالب رہا ہے۔

این سعادت بزورِ بازو نیست   تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا استغاثہ بارگاہ نبوی صلعم میں

بد قسمتی سے مسلمانوں میں ایک ایسا فرقہ پیدا ہو گیا ہے جس کے تمام عقائد نجدیوں کے ہیں مگر جو کہلاتا حنفی ہے یہ فرقہ ندائے یَا رَسُوْلَ اللہِ

---

[1] زیارت روضہ مقدسہ کرنا خود حضورؐ کی زیارت کرنے کے ہم معنی ہے جیسا کہ حدیث مَنْ زَارَنِیْ بعد مماتی فکانما زارنی فی حیاتی یعنے جسنے میری وفات کے بعد میری زیارت کی گویا اس نے میری زندگی میں زیارت کی۔ یہ حدیث بھی روضہ منورہ پر کندہ ہے۔

سے بہت بگڑتا ہے اور جب کسی کو صلی اللہ علیک یا رسول اللہ وصلی اللہ علیک وسلم یا حبیب اللہ کہتے سن لیتا ہے تو اس سے جھگڑنے لگ جاتا ہے کہ غیر اللہ کو ندا کرنا شرک ہے۔ ایسے نجدی حنفی سے اگر کسی کو سابقہ پڑے تو اس سے کہو کہ جب نماز میں بھی حضور علیہ السلام کو ندا کرنا لازم ہے جیسا کہ ہر مسلمان۔ التحیات میں السلام علیک ایھا النبی پڑھتا ہے تو بیرون نماز کیوں ناجائز ہے۔ ملا علی قادری نے مرقات شرح مشکوٰۃ میں تصریح کر دی ہے کہ یہ خطاب (ایھا النبی) حکایتاً نہیں بلکہ تصور میں واقعی خطاب ہے۔ پس اس میں کسی منکر کو تاویل کی گنجائش نہیں۔

اگر ندا اور خطاب سے درود شریف پڑھنے کا منکر کہے کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کا کوئی قول پیش کرو تو اس کو امام ہمام کے اس مشہور قصیدہ نعتیہ[1] کے مندرجہ ذیل الفاظ سناؤ۔ جو امام عالیمقام کے اسوقت کے جوش طبع کا نتیجہ ہیں جب آپ مدینہ منورہ میں روضہ مقدسہ حضور علیہ السلام کی زیارت کو حاضر ہوئے تھے ؎

یا سید السادات جئتک قاصداً	ارجو رضاک واحتمی بحمالک
انت الذی لولاک ما خلق امرؤ	کلا ولا خلق الوریٰ لولاک

---

[1] یہ قصیدہ مبارکہ بہت بڑا ہے اس کی ایک اردو شرح رحمۃ الرحمان جو میرے کتب خانہ میں ہے ستر صفحوں میں تمام ہوتی ہے۔ میں نے یہاں صرف چند اشعار نقل کئے ہیں۔

واللہ یا خیر الخلائق ان لی
فاذا سکت ففیک صمتی کلہ
واذا سمعت فعنک قولا طیبا
یا مالکی کن شافعی فی فاقتی
یا اکرم الثقلین یا کنز الوری
انا طامع بالجود منک ولم یکن
فعساک تشفع فیہ عند حسابہ
فلانت اکرم شافع ومشفع
صلی علیک اللہ یا علم الہدی

قلبا مشوقا لا یروم سواک
واذا نطقت فمادحا علیاک
واذا نظرت فما اری الاک
انی فقیر فی الوری لغناک
جدلی بجودک وارضنی برضاک
لابی حنیفۃ فی الانام سواک
فلقد غدا متمسکا بعراک
ومن التجی بحماک نال رضاک
ما حن مشتاق الی مثواک

وعلی صحابتک الکرام جمیعہم
والتابعین وکل من والاک

ترجمہ اے سرداروں کے سردار میں حضور ہی کی زیارت کا قصد کر کے حاضر ہوا ہوں۔ میں آپ کی خوشنودی حاصل کرنے کی امید لے کر آیا ہوں کہ آپ اپنی پناہ میں لے کر مجھے بچا لیں آپ باعث ایجادِ خلق ہیں اگر حضورؐ نہ ہوتے تو کوئی شخص پیدا نہ کیا جاتا۔ اے تمام مخلوقات سے بہتر دیکھ لیں کہ میرے پہلو میں ایک ایسا دل ہے جو آپ ہی کا شیدا ہے اور اسے آپ کے سوا کسی کی چاہ نہیں جب میں خاموش ہوتا ہوں۔ تو وہ چپ آپ ہی کے تصور میں ہوتی ہے اور جب بولتا ہوں تو بھی آپ کی صفات عالیہ کی تعریف کرتا ہوں

میں سنتا ہوں تو آپ ہی کے پاکیزہ اقوال سمع افروز ہوتے ہیں۔ اور میری آنکھ سوائے آپ کے کسی کو نہیں دیکھتی۔ اے میرے مالک میں آپ کا محتاج ہوں میرے شفیع ہو جیئے۔ مجھے تمام خلق سے زیادہ آپ کی غنا کی احتیاج ہے اے ثقلین میں سے زیادہ بزرگ! اور اے خزانہ مخلوقات! اپنے جود و کرم سے مجھے بخشئے۔ اور اپنی رضاء سے مجھے راضی کیجیئے۔ ابی حنیفہ کا آپ کے سوا خلقت میں کوئی یاور نہیں ہے۔ آپ کی بخشش کی آرزو ہے۔ اسے امید ہے کہ آپ اس کے حساب و کتاب کے وقت اس کی شفاعت کریں گے۔ کیونکہ وہ آپ کے دامن مبارک سے تمسک کئے ہوئے ہے۔ بے شبہ آپ بزرگتر ہیں۔ شافع اور مقبول الشفاعت ہیں۔ جو آپ کی پناہ میں آیا۔ اس نے آپ کی خوشنودی پائی۔

اے ہدایت کے علَم! اللہ تعالیٰ کی رحمت آپ پر اسوقت تک رہے۔ جب تک کہ آپ کا مشتاق آپ کی آرامگاہ کے دیدار کا آرزومند رہے۔ نیز رحمت ہو اللہ کی آپ کے صحابہ کرام پر آپ کے تابعین پر اور آپ کے دوست رکھنے والوں پر"

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کا مقلد

تو یہ دل سے نکلی ہوئی اور اثر میں ڈوبی ہوئی نعت مبارکہ سن کر حضور علیہ السلام کی جناب سے توسل اور استغاثہ کرنے کا قائل ہو جائے گا اور جو لا مذہب ہو گا اس کا روگ کسی کے

بس کا نہیں ہے

چوں بود اصل گوہرے قابل — تربیت را درو اثر باشد
ہیچ صیقل نکو نداند کرد — آہنے را کہ بد گہر باشد

زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرب، پایۂ علم و اجتہاد، دینداری اور پرہیزگاری میں کوئی امام حضرت نعمان بن ثابت المشہور بابی حنیفہ رح کے برابر نہیں ہو سکتا۔ اس لئے جس بات کو وہ جائز بتائیں اسے وہ ناجائز کہے گا۔ جو جاہل ہو یا جسے حضور علیہ السّلام کی تنقیص شان مدنظر ہو ہے

خدا محفوظ رکھے ہر بلا سے — خصوصاً دشمنانِ مصطفٰے سے

سبز گنبد والی سرکار کے حضورؐ میں ایک مشتاقِ دیدار کی التجا

مولانا جامی علیہ الرحمتہ عاشقان نبوی میں سے تھے وہ مدینہ منورہ حاضر ہوئے۔ مسجد نبویؐ میں شکرانہ کے نفل ادا کئے کہ حضورؐ کا دیدار نصیب ہوا۔ روضہ کا طواف کیا۔ پیشانی آستانِ مبارک پر رکھدی حرم کی خاک کو آنکھوں کا سرمہ بنایا آبِ چشم سے فرش پہ چھڑکاؤ کیا جہاں حضورؐ قدم رکھتے تھے وہاں سر رکھا اور رحمتہ للعالمین کی حضور میں کھڑے ہو کر جو دعا کی وہ اثر میں ڈوبی ہوئی ہے اور دلمیں ایسی رقت پیدا کر دیتی ہے کہ اس کا ختم کرنا مشکل ہو جاتا ہے بشرطیکہ

دل میں درد ہو اور محبت رسول علیہ السلام ہو۔ ناظرین اس دعا کو بغور پڑھیں اور حفظ کر لیں۔

ز مہجوری برآمد جانِ عالم
ترحم یا نبی اللہ ترحم

نہ آخر رحمۃ للعالمینی
ز محروماں چرا فارغ نشینی

ز خاک اے لالۂ سیراب برخیز
چو نرگس خواب تا چند از خواب برخیز

بروں آور سر از بُردِ یمانی
کہ روئے تست صبح زندگانی

شب اندوہ مارا روز گرداں
ز رویت روزِ ما فیروز گرداں

بہ تن در پوش عنبر بوئے جامہ
بسر بربند کافوری عمامہ

فرود آویز از سر گیسواں را
فگن سایہ بپا سرو رواں را

ادیم طائفی نعلینِ پا کن
شراک از رشتۂ جانہائے ما کن

جہانے دیدہ کردہ فرش رہ اند
چو فرش اقبال پابوست خواہند

ز حجرہ پائے در صحنِ حرم نہ
بفرق خاکِ رہ بوساں قدم نہ

بدہ دستے ز پا افتادگاں را
بکن دلدارئ دلدادگاں را

اگرچہ غرق دریائے گناہیم
فتادہ خشک لب بر خاک راہیم

تو ابر رحمتی آں بہ کہ گاہے
کنی بر حالِ لب خشکاں نگاہے

خوشا کز گرد رہ سویت رسیدیم
بدیدہ گرد از کویت کشیدیم

بمسجد سجدۂ شکرانہ کردیم
چراغت را ز جاں پروانہ کردیم

بگردِ روضہ ات گشتیم گستاخ
ذلم چوں پنجرہ سوراخ

زدیم از اشک ابر چشم بیخواب
گہے رفتیم زاں ساحت غبارے

حریم آستانِ روضات آب
گہے چیدیم زو خاشاک و خارے

ازاں نورِ سواد دیدہ دادیم
بسوئے منبرت رہ برگرفتیم

وزیں بر ریش دل مرہم نہادیم
زچہرہ پایہ اش در بر گرفتیم

زمحرابت بسجدہ کام جستیم
قدم گاہت بخونِ دیدہ شستیم

بپاسے ہر ستون قدر است کردیم
مقام راستاں درخواست کردیم

زداغ آرزوئیت با دلِ خوش
زدیم از دل بہر قندیل آتش

کنوں گر تن بخاک آں حریم است
بحمد اللہ کہ جاں آنجا مقیم است

بخود درماندہ ام از نفس خود رائے
بہ بیں درماندۂ چندیں بہ بخشائے

اگر نبود چو لطفت دست یارے
ز دست ما نیاید ہیچ کارے

قضا می افگند از راہ مارا
خدارا از خدا درخواہ مارا

چو ہولِ روز رستاخیز خیزد
بآتش آبروے ما نریزد

کند با ایں ہمہ گمراہی ما
ترا اذنِ شفاعت خواہی ما

چو چوگاں سر فگندہ آوری روئے
بمیدان شفاعت امتی گوئے

بحسن اہتمامت کار جامی
طفیل دیگراں یابد تمامی

وہ دعائیں جو نبی کریم وصحابہ کرام کے مزارات پر پڑھی جاتی ہیں

دعائے زیارت نبی کریم صلعم | السلام علیک ایھا النبیّ ورحمۃ
اللہ وبرکاتہٗ الصّلواۃ والسلام علیک یا رسول اللہ الصّلوۃ والسلام
علیک یاحبیب اللہ الصّلواۃ والسلام علیک یا خیر خلق اللہ
الصلواۃ والسلام علیک یاجمال ملک اللہ الصّلواۃ والسلام علیک
یامقدم جیش الانبیا والمرسلین الصلواۃ والسلام علیک یا سیدنا
ونبیّنا وقرۃ اعیننا یارسول اللہ السلام علیک السید الکریم
والرسول العظیم والروف الرحیم الصّلوۃ والسلام علیک یا
نبی اللہ الصّلوۃ والسلام علیک یا شفیع المذنبین عند اللہ
الصّلوۃ والسلام علیک یامن ارسلہ اللہ تعالیٰ رحمۃ للعٰلمین
وقد قال اللہ تعالیٰ فی حقک العظیم ولوانھم اذظلموا انفسھم
جاؤک فاستغفر اللہ واستغفر لھم الرسول لوجد اللہ توابا
رحیمًا - یعنے آپ پر اے نبی سلام ہو اور اللہ کی رحمت اور برکتیں
نازل ہوں - درود وسلام ہو آپ پر یا رسول اللہ - درود وسلام ہو آپ
پر اے حبیب اللہ - درود وسلام ہو آپ پر اے مخلوق خدا سے
بہتر - درود وسلام ہو آپ پر اے اللہ کے جمال درود اور سلام ہو آپ

پر اے نبیوں اور رسولوں کے سالار۔ درود اور سلام ہو آپ پر اے ہمارے
سردار۔ ہمارے حبیب ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک یا رسول اللہ سلام ہو
آپ پر اے سخی سردار عظیم رسول اے رؤف رحیم درود اور سلام ہو آپ
پر اے اللہ کے نبیؐ۔ اے اللہ کے پاس گنہگاروں کے شفیع جن کو
اللہ تعالےٰ نے جہاں والوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا اور تحقیق اللہ
تعالےٰ نے آپ ہی کے حق میں فرمایا ہے کہ اگر یہ لوگ اپنی جانوں
پر ظلم کرنے والے آپ کے پاس چلے آئیں پھر اللہ سے معافی مانگیں
اور آپ بھی ان کے لئے بخشش چاہیں تو خدا کو وہ توبہ قبول کرنے والا اور
مہربان پائیں گے الخ نعم ما قلت ؎

نبی بخشے جسے اُسکو گیا خدا بخشے   خدا بخشے اسے جسکو محمد مصطفےٰؐ بخشے

دُعائے زیارت صدیق اکبرؓ

السلام علیک یا سیدنا ابا بکر الصدیق السلام
علیک یا خلیفۃ رسول اللہ علی التحقیق السلام علیک یا صاحب
رسول اللہ ثانی اثنین اذ ھما فی الغار و رفیق فی الاسفار۔
السلام علیک۔ یا من انفق مالہ کلہ فی حب اللہ و حب رسولہ
حتی تخلل بالعباء رضی اللہ تعالیٰ عنک وارضاک احسن
الرضٰی وجعل الجنۃ منزلک و مسکنک و محلک و ماواک
السلام علیک یا اول الخلفاء و تاج العلماء و صھر النبی
المصطفٰے و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ ۔

یعنی سلام ہو آپ پر اے ہمارے سردار ابو بکر صدیق رضؓ اور سلام ہو آپ پر اے رسول اللہ کے بالتحقیق خلیفہ سلام ہو آپ پر آے رسول اللہؐ کے صاحب غار میں دو میں دوسرے اور رفیق سفر۔ سلام ہو آپ پر اے خدا اور رسول کی محبت میں کل مال دیکر ایک کملی پہن لینے والے آپ سے اللہ پاک اچھی طرح خوش ہوا اور اس نے آپ کو جنت میں جگہ دی سلام ہو آپ پر خلیفہ اوّل اور علماء کے تاج اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خسر آپ پر اللہ کی رحمت اور برکتیں نازل ہوں۔ نعم ما قلت ؎

صدیق یار غار نبیؐ افضل البشیر　　بعد از نبی بزرگ توئی قصہ مختصر

دعائے زیارت فاروق اعظم رضؓ

السّلام علیک یا سیدنا امیر المومنین عمر الفاروق السلام علیک یا من نطق بالصواب و وافق قولہ بحکم الکتاب السلام علیک یا من استجاب اللہ فیک دعوۃ خاتم النبیّن السلام علیک یا من اظہر اللہ بک الدین السلام علیک یا مکسر الاصنام السلام علیک یا ابو الفقراء والضعفاء والارامل والایتام انت الذی قال فی حقک سیّد البشر لو کان نبی من بعدی لکان عمر رضی اللہ تعالیٰ عنک وارضاک احسن الرضی وجعل الجنۃ منزلک ومسکنک ومحلک وماواک السّلام علیک

یا ثانی الخلفاء و تاج العلماء و صهر النبی المصطفیٰ و رحمۃ اللہ

و برکاتہ‘‘۔

یعنی سلام ہو آپ پر اے ہمارے سردار امیر المومنین عمر فاروق رضؓ
سلام ہو آپ پر اے باصواب کہنے والے اور اپنے قول کے ساتھ کلام
الٰہی کو موافق پانیوالے سلام ہو آپ پر کہ آپ کے حق میں اللہ تعالیٰ
نے خاتم النبیین کی دعاء کو قبول فرمایا۔ سلام ہو آپ پر اے دین کو
غالب کرنے والے۔ سلام ہو آپ پر اے بتوں کو توڑنے والے۔ سلام ہو
آپ پر اے فقیروں ضعیفوں۔ بیواؤں اور یتیموں کے سہارا
دینے والے وہ آپ ہی ہیں جن کے حق میں حضرت سید البشر نے
فرمایا تھا کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمرؓ ہوتے راضی ہو
آپ پر اللہ پاک جیسا کہ راضی ہونے کا حق ہے اور اس نے آپکا
محل و مسکن جنت بنائی۔ سلام ہو آپ پر اے خلیفۂ ثانی اور عالموں
کے سرتاج اور وہ جس کے ہیں نبی داماد اللہ کی رحمت اور برکتیں ہوں
آپ پر۔ نعم ما قلت ؎

نبی داماد تیرے اور تو داماد حیدر کا   عمر محبوب تجھ سا کون ہے آل پیغمبر کا

نبی کے حضور میں بچوں کی حاضری

اہالیان مدینۃ النبیؐ جو شیر خوار بچوں کو
روضہ مبارک کی زیارت کرانا بڑی سعادت کا موجب سمجھتے ہیں روز
پنجشنبہ اس کے لئے مقرر ہے۔ نوزائیدگان کو صاف ستھرے لباس پہنا

کر خواجہ سراؤں کی گود میں دے دیتے ہیں جو انہیں مزار شریف کے گرد پھرا کر واپس لوٹا دیتے ہیں۔ جسوقت یہ بچے باہر آتے ہیں تو خلقت دیوانہ وار ان کی طرف لپکتی ہے اور ان کو مس کرنا اور آنکھوں سے لگانا شروع کر دیتی ہے۔ حاضرین بچوں کے والدین کو مبارک دیتے ہیں کہ خوش قسمتی سے خدا نے تم کو یہ دن دکھایا کہ تمہارے بچے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دربار میں باریاب ہوئے جن لوگوں نے یہ رسم ادا ہوتی دیکھی ہے ان کا بیان ہے کہ بچے باہر خواہ کتنے ہی رو یا کلبلا رہے ہوں۔ جونہی قبہ پاک کے اندر جاتے ہیں۔ چپ ہو جاتے ہیں اور باہر نکل کر اسوقت بھی نہیں روتے جب کہ خلقت ان کو چومنے کے لئے جھپٹی اور کھینچا تانی کرتی ہے۔ کیوں نہ ہو رحمۃ للعالمین کا دربار ہے یہاں آرام و سکینہ حاصل نہ ہو تو اور کہاں ہو۔ اس سعادت کے حصول کی خوشی میں شیرینی تقسیم کی جاتی ہے خوش قسمت ہیں وہ لوگ جن کو حبیب خدا کی ہمسائگی میں رہنے کا شرف حاصل ہے۔ خدا ہر مسلمان کو اس سعادت سے بہرہ اندوز فرمائیے۔ آمین۔

خندق الرصاص

حضور علیہ السلام جب مبعوث برسالت ہوئے تو تمام سرزمین عرب

آپ کی دشمن ہو گئی۔ آپ کے مارنے کے کئی منصوبے اور سازشیں کی گئیں مگر سب ناکام ہوئیں۔ ایران کے مغرور بادشاہ خسرو اور شام کے رئیس حارث غسانی نے آپ کو گرفتار اور شہید کرنے کی سعی لاحاصل کی آپ کو خدائے حفیظ نے شریر دشمنوں کے ہاتھ سے ہر طرح مامون ومصئون رکھا کیونکہ اس کا وعدہ واللہ یعصمک من الناس اٹل تھا۔ حضورؐ کے چشم خلائق سے نہاں ہو جانے کے بعد خلفائے راشدین اور بنو امیہ و بنو عباس کی تلواروں نے دشمنانِ دین کی سلطنتوں کا تختہ الٹ دیا اور کسی میں ہمت نہ رہی کہ مسلمانوں کے منہ آتا (دشمنوں نے دیکھا کہ محمد صلعم) زندگی میں ہم پر غالب رہا۔ اور مرنے کے بعد وہ زیر زمین بھی ہمیں چین لینے نہیں دیتا۔ اس کا مزار مسلمانوں کی قوتوں کا مرکز ہے اس کو کسی طرح اکھاڑنا چاہیے تاکہ یہ مرکز فنا ہو کر ان کے شیرازہ قومی کو پراگندہ کر دے۔ اس کے لئے انہوں نے حضورؐ کے جسم اطہر کو نکال لے جانے کی سازش کی اور چند عیسائیوں کو اس مہم کے سرانجام دینے کے لئے مامور کیا۔ یہ نصرانی اندلس کے حاجیوں کا لباس پہن کر مدینہ منورہ میں داخل ہوئے اور رباط العجم میں قیام کیا۔ نمائشی زہد و ریاضت اور صدقہ و خیرات سے اہالیان مدینہ کو گرویدہ کر لیا۔ اپنے مسکن میں سے روضہ مطہر کی طرف سرنگ کھودنی شروع کر دی یہ کام در پردہ شب میں کرتے اور مٹی کہیں دور پھینک آتے۔

حضور علیہ السلام نے سلطان نور الدین شہید[۱] کو متواتر تین بار خواب میں فرمایا کہ اٹھ اور ان دو کتوں کو مار ڈال۔ وہ گھبرایا ہوا اٹھا۔ اس نے معلوم کر لیا کہ مدینہ منورہ میں کوئی حادثہ وقوع پذیر ہوا اس نے فوراً اپنے وزیر[۲] جمال الدین موصلی کو ان نصرانیوں کا حلیہ بتا کر مدینہ منورہ کی طرف رخصت کیا اس نے آکر سکانِ مدینہ کو یکجا جمع کر کے معاینہ کیا۔ مگر وہ دونوں نظر نہ آئے۔ استفسار پر معلوم ہوا کہ دو زاہد بن تارض اور ہیں جو محو عبادت رہتے ہیں اور حجرۂ عبادت سے کم ہی نکلتے ہیں۔ وزیر نے ان کو حاضر کرنے کا حکم دیا اور دیکھ کر پہچان لیا کہ یہ دو کتے وہی ہیں جن کا حلیہ حضورؐ نے بتایا تھا مکان کی تلاشی کی گئی۔ تو پھاوڑے۔ کدالی اور بیلچے وغیرہ آلات زمین کادی بر آمد ہوئے اور مصلے کے نیچے لمبی سرنگ پائی گئی جو حضورؐ کے مزار کے قریب پہنچ چکی تھی۔ اس جرم کی پاداش میں ان جعلی زاہدوں کی گردن ماردی گئی۔ سرنگ کو پر کر دیا گیا اور روضہ منورہ کے گرد پانی کی تہ تک سیسہ پلوا کر ۵۵۷ھ میں بند روئیں کھینچ دی گئی۔ تاکہ پھر کسی دشمن دین

---

[۱] سلطان نور الدین اپنے باپ زنگی کے بعد بغداد، موصل، سنجار، جزیرہ، ماران اور حلب وغیرہ پر حکمران تھا۔ جس نے عیسائی مجاہدین بیت المقدس کے مقابل میں اعلیٰ درجہ کی ناموری حاصل کی تھی اور سلطان صلاح الدین ایوبی کا دایاں بازو اور پیشرو رہا تھا۔ ۵۴۱ھ سے ۵۶۹ھ تک شام کا والی رہا۔ [۲] جذب القلوب میں مذکور ہے کہ سلطان نور الدین شہید خود حاضر مدینہ ہوئے اور درست بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔

کے لئے گنجائش رخنہ اندازی نہ رہے۔ اسی حجرہ مقدسہ کے گرد سیسہ سے پر کردہ خندق کو "خندق الرصاص" کہتے ہیں جو اس مضمون کا عنوان ہے۔

اس واقعہ سے حضورؐ کے نبی برحق اور کلام اللہ کے منجانب اللہ ہونے کا زبردست ثبوت ملتا ہے کہ واللہ یعصمک من الناس کا خدا نے جو اپنے رسول سے وعدہ کیا تھا وہ حضورؐ کی دنیاوی اور اخروی زندگی یعنی ہمیشہ کے لئے تھا۔ اور اس سے دائمی حیات النبیؐ ثابت ہوتی ہے۔

بنی یاران نبی صلعم کے جسم مطہر نکالنے والوں کی بربادی

کفار ورافض نے کئی بار حضور علیہ السلام اور شیخین کے اجسام مطہرہ کو نکالنے کی سعی لاحاصل کی مگر یہ بدبخت ہمیشہ اپنے ارادوں میں ناکام ہی رہے ایسے لوگوں کا مختصر حال لکھا جاتا ہے۔

(۱) واقعہ نقب حجرہ شریف | جو ۵۵۷ھ میں ظہور پذیر ہوا۔ اس کا مفصل ذکر ہم نے خندق الرصاص کے زیر عنوان کر دیا ہے۔

(۲) عبیدیہ زنادقہ مصر کی نامرادی | ابن نجار تاریخ بغداد میں لکھتے ہیں کہ الحاکم بامر اللہ سوم فاطمی خلیفہ کے عہد میں بعض امراء عبیدیہ مصر کو کہ حرمین شریفین بھی ان کے تحت تصرف تھے۔ بعض

زندیقوں نے مشورہ دیا کہ اگر رسول صلعم اور صدیق اکبرؓ و فاروق اعظمؓ کے مقدس جسموں کو مصر میں لے آئیں اور یہاں ان کا مقبرہ بنائیں تو خلائق کا رجوع اسی طرف ہو جائے۔ حاکم مصر کو یہ بات بڑی پسند آئی لہذا اس نے اس کے لئے ایک بڑا عالیشان مکان بنوایا اور اپنے ایک معتبر شخص کو جس کا نام ابوالفتوح تھا اس مقصد کے لئے مدینہ منورہ کیطرف ۴۱۲ھ میں روانہ کیا۔ اہل مدینہ کو اس کی پہلے ہی سے اطلاع تھی۔ ابوالفتوح کو دیکھ کر ایک قاری نے سورۃ التوبہ بلند آواز سے پڑھنا شروع کیا جس میں آیہ ذیل کو نہایت پرزور اور موثر آواز میں تلاوت کیا۔

اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ وَهَمُّوْا بِاِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ وَهُمْ بَدَءُوْكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ؕ اَتَخْشَوْنَهُمْ ۚ فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَوْهُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (یعنے مسلمانو! تم ان لوگوں سے کیوں نہ لڑو جنہوں نے اپنی قسموں کو توڑ ڈالا۔ اور رسول کے نکالنے کا ارادہ کیا اور تم سے چھیڑ خانی بھی اوّل انہوں نے شروع کی۔ کیا تم ان لوگوں سے ڈرتے ہو۔ پس اگر تم ایمان رکھتے ہو۔ تو ان سے کہیں بڑھ کر خدا حق رکھتا ہے کہ تم اس سے ڈرو)

خدائے جبار کا یہ پر عظمت و ہیبت کلام سن کر اہل مدینہ کے دلوں میں حرکت و ہیجان عظیم پیدا ہوا اور قریب تھا کہ ابوالفتوح

معہ اپنے ہمراہیوں کے مار ڈالا جائے اس کا ابو الفتوح کے دل پر بہت برا اثر ہوا اس نے ارادہ بد سے رجوع کیا اور کہا اے اہل مدینہ میرے لئے قتل ہو جانا اس سے بہتر ہے کہ میں اس موضع شریف پر ہاتھ ڈالوں اسی رات کو ایک ہوائے تند ایسی چلی کہ زمین ہلتی تھی۔ اور اونٹ پالان اور گھوڑے زینوں سمیت لڑھکتے پھرتے تھے۔ اس سے ابو الفتح اور بھی ڈر گیا اور بے نیل مرام مدینہ سے رخصت ہوا۔

(۳) روافض حلب کا خسف

محدث طبری ریاض النضرہ میں تحریر کرتے ہیں کہ ایک قوم روافض حلب میں سے امیر مدینہ کے پاس بہت سے اموال و تحائف لے کر حاضر ہوئی اور رشوت دے کر اس بد مذہب اور طماع امیر کو راضی کر لیا کہ وہ چوری چوری شیخین رضی اللہ تعالٰے عنہما کی مقدس نعشوں کو نکال ڈالیں۔ چنانچہ بواب حرم کو بلا کر اس نے حکم دیا کہ رات کو ان لوگوں کو داخل حرم کر دینا۔ اور کسی امر میں مداخلت نہ کرنا۔ جب سب اہل مدینہ سو گئے تو یہ اشخاص پھاوڑے کدال لے کر باب اسلام سے اندر گھس گئے مگر یہ شیاطین ابھی منبر شریف کے پاس بھی نہ پہنچے تھے کہ سب کے سب بمعہ آلات و اسباب اس ستون کے پاس جو زیارت عثمانؓ کے پاس واقع ہے۔ زمین میں دھس گئے۔ امیر انتظار سے اکتا کر خود موقعہ پر آیا اور آنکھ سے خسف کا اثر دیکھ کر حیران و ششدر ہو کر رہ گیا۔ طبری نے اس روایت

کو ثقات راویوں کیطرف منسوب کیا ہے اور یہ روایت اکثر مورخین مدینہ نے بھی بیان کیا ہے۔ مقامِ خسف کو صحن حرم میں سرخ پتھر لگا کر نمایاں کیا گیا ہے۔

جَنّتُ البقیع

مدینہ منورہ کے شرقی دروازوں میں سے ایک باب البقیع بھی ہے اس کے باہر ایک مستطیل حصار ملتا ہے۔ جو عظیم الشان قبرستان کو محیط ہے جسے جنت البقیع اور بقیع الغرقد بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ اس میں غرقد کے بہت سے درخت ہیں۔ فصیل شہر اور اس کے درمیان ضرب الجنازہ حائل ہے۔ باب الجمعہ سے جو سٹرک مشرقی ریگستان کو جاتی ہے وہ بقیع کے شمال کی طرف سے گذرتی ہے اس کے گرداگرد کھجوروں کے نخلستان ہیں۔ بقیع میں عام طور پر قبریں پختہ ہیں اور اُن کے گرد لکڑی اور آہنی جالی اور سرہانے صاحب مزار کا نام پتھر پر کندہ کر کے لٹکا دیتے ہیں۔ جمعرات اور جمعہ کو اہل مدینہ زیارت مزارات کو جنت البقیع میں جاتے ہیں اور شاخ ریحان اور خرمالے جا کر قبروں پر ڈالتے ہیں تاکہ مدفونین کو ثواب پہنچتا رہے قبروں پر پھول دار پودے بھی لگاتے ہیں۔ ہمارے ہاں کی قبروں کی طرح یہاں وحشت نہیں برستی، بلکہ انس و رغبت زیادہ ہوتی ہے

اس قبرستان میں مشہور بزرگانِ دین کے مزارات از عہدِ نبویؐ زیارت گاہ مسلمین چلے آتے ہیں بڑی بڑی مقدس ہستیاں گنبد کے نیچے آرام فرما ہیں۔ عربی میں گنبد کو قبہ کہتے ہیں اس کی جمع قباب ہے جنت البقیع میں متعدد قباب ہیں ہر قبہ اپنے نیچے آسودہ بزرگوں میں سے ایک مشہور بزرگ کے نام پر مشہور ہے۔ ہم ان قبوں کی فہرست معہ ان مقدس ہستیوں کے جو ان میں آرام فرما تھے درج ذیل کرتے ہیں (لیکن آجکل وہاں ایک بھی قبہ نہیں ہے)

شمار	نام قبہ مبارکہ	اسمائے بزرگان آسودہ	کیفیت
۱	قبہ سیدنا عثمان ابن عفان۔ پہلے یہ جگہ ایک باغ حسن کوکب کی تھی پھر بقیع میں شامل کر دی گئی۔	حضرت ذوالنورین عثمان ابن عفان خلیفہ ثالث جو ۱۸ ذوالحجہ کو فرقہ سبائی کے ہاتھ سے شہید ہوئے۔	بڑا عالیشان قبہ تھا۔ مزار کے گرد جالی کا کٹہرا تھا پہلے آپ کے مزار کی زیارت کر کے پھر دوسروں کیطرف جاتے ہیں۔
۲	قبہ سیدنا ابراہیم ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ بھی معدوم کر دیا گیا ہے۔	(۱) سیدنا ابراہیم (۲) حضرت عبدالرحمٰن بن عوف سنہ ۱۰ھ (۳) حضرت سعد بن ابی وقاص سنہ ۳۲ھ (۴) حضرت سعد بن زید جو سنہ ۵۵ھ اول الذکر ہر دو صحابہ کے ساتھی زمرہ عشرہ مبشرہ میں	عشرہ مبشرہ (دس جنتی) وہ صحابہؓ ہیں جن کی نسبت حضور صلعم نے بارلہا جنتی ہونے کی خوشخبری دی ہے دو کے مزار حضورؐ کے پاس ہیں تیسرے حضرت عثمانؓ اور چوتھے حضرت علیؓ رہیں حضرت طلحہؓ و

لہ ان سکے اور (۵) کا مزار حضور علیہ السلام نے خود سنگریزوں اور پتھروں سے پختہ کیا تھا۔

شمار	نام قبہ مبارکہ	اسمائے بزرگان آسودہ	کیفیت
۲		داخل ہیں (۵) حضرت عثمان رض بن مظعون جو سب سے پہلے جنت البقیع میں بعد ہجرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدفون ہوئے۔	وزبیر رض کے مزارات بصرہ کی طرف ہیں اور حضرت عبیدہ بن الجراح کا بمقام اردن جہاں وہ ۱۸ھ میں طاعون سے شہید ہوئے تھے
۳	قبۂ ازواج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم۔ (۹) نو ازواج مطہرات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبور میں سے صرف دو کے نشان باقی ہیں۔	(۱) حضرت عائشہ صدیقہ رض ۵۸ھ بنت ابوبکر صدیق رض (۲) حضرت صفیہ رض سنہ ۵۰ھ (۳) حضرت سودہ (۴) حضرت ام حبیبہ رض سنہ ۴۴ھ (۵) حضرت حفصہ رض سنہ ۴۵ھ (۶) حضرت ام سلمہ رض سنہ ۵۹ھ (۷) حضرت زینب (۸) حضرت زینب سنہ ۲۰ھ بنت حجش (۹) حضرت جویریہ رض سنہ ۵۰ھ سنہ ۵۶ھ	اس قبہ میں سوائے حضرت خدیجہ الکبریٰ رض و میمونہ رض کے باقی تمام امہات المومنین مدفون ہیں سب کے نام باہر ایک تختی پر لکھے ہوئے ہیں لوگ ادباً اندر نہیں جاتے جس طرح حضور صلعم کے مزار مقدس پر سوائے یار غار و رفیق غمگسار یعنی حضرت ابوبکر صدیق رض و عمر فاروق رض کے کوئی نہیں جاسکتا اسیطرح حضور کی ازواج مطہرات کی خوابگاہ کے پاس قدم فرسائی کرنا واضح بے ادبی سمجھا گیا ہے۔
۴	قبہ بنات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	(۱) سیدتنا رقیہ بنت حبیب اللہ سنہ ۲ھ	حضرت خدیجہ الکبریٰ کے بطن سے حضور کی چار صاحبزادیاں تھیں

نمبر	نام قبۂ مبارکہ	اسمائے بزرگان آسودہ	کیفیت
۴	افسوس نجدیوں نے اسے بھی شکستہ کر دیا)	(۲) سیدتنا ام کلثوم بنت رسول اللہ صلعم ۹ھ (۳) سیدتنا زینب بنت نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۸ھ	فاطمہؓ سب سے چھوٹی تھیں۔ قبۂ بنات النبی میں تین کے مزارات ہیں وہ نجران کے عیسائیوں سے مباہلہ کرنے کو نکلنے سے پہلے ہی فوت ہو چکی تھیں۔
۵	قبہ اہلبیت عظام اسے بھی توڑ پھوڑ دیا گیا۔ اور قبریں ملبہ کے نیچے دبا دی گئیں۔	(۱) سیدنا عباس رضؓ عم رسول اللہ ۳۲ھ (۲) امام حسنؓ (۳) امام حسین رضؓ ۶۱ھ کا سر مبارک (۴) امام زین العابدین ۹۵ھ (۵) امام باقرؓ (۶) امام جعفر صادق ۱۱۴ھ ۱۴۸ھ رضی اللہ عنہ (۷) سیدہ فاطمہ رضؓ ۱۱ھ	اس قبہ کے ایک گوشہ میں ذرا بلندی سے مزار مقدس حضرت فاطمۃ الزہرا ہے۔ اس پر سب کا اتفاق ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ حضرت علی رضؓ نے حضرت فاطمہؓ کو راتوں رات دفنا دیا تھا اور غالباً نشان مزار قائم نہیں رکھا تھا۔ اسلئے اختلاف پڑ گیا۔ حضرت حسین رضؓ کا سر حضرت عباس رضؓ کے پاؤں کی جانب ہے اس مبارک سر کے مدفن کے متعلق اختلاف ہے کوئی اسے کہیں مدفون بتاتا ہے کوئی کہیں؟

شمار	نام قبہ مبارکہ	اسمائے بزرگان آسودہ	کیفیت
۵			نہ حضرت علیؓ کے مزار کا پختہ پتہ ہے۔ نہ اس سر مبارک کا
۶	قبہ حضرت عقیلؓ ابن ابی طالب	(۱) حضرت عبداللہ بن جعفر طیارؓ سنہ ۸۰ھ (۲) حضرت ابوسفیان بن الحارث بن عبدالمطلب سنہ ۲۰ھ (۳) ابویزید حضرت عقیلؓ والد امام مسلم شہید کوفہ سنہ ۶۰ھ	حضرت عقیلؓ حضرت علیؓ کے بڑے بھائی تھے۔ حضرت معاویہؓ کے پاس بہت عرصہ شام میں رہے۔ انہی کے عہد میں وفات پائی۔
۷	قبہ حضرت فاطمہؓ بنت الاسد	حضرت فاطمہ والدہ حضرت علیؓ	انہوں نے حضور علیہ السلام کے عہد میں وفات پائی تھی۔ اور حضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں خود قبر میں اتر کر دفن کیا تھا۔
۸	قبہ امام مالکؒ سنہ ۱۷۹ھ	(۹) امام مالکؒ عاشق رسول مقبول و مہاجر مدینہ	امام مالکؒ ان چار آئمہ فقہ میں سے ایک ہیں جن کی دنیا مقلد ہے۔
۹	قبہ حضرت ابوسعیدؓ خدری بیرون جنت البقیع	حضرت ابوسعید خدری رضؓ (راوی احادیث)	رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے مشہور صحابی ہیں۔ انہی کے والد مالک بن سنان تھے جن کا مزار سیدنا عبداللہ کے مزار کے پاس ہے۔

(والدہ حضرت علیؓ)
فاطمہ بنت اسد
ابوسعید
حذری (راوی حدیث)
جنت البقیع
دائی حلیمہ سعدیہ
شہادت
سنہ ۳۵ھ
حضرت عثمان
غنی خلیفہ سوئم
دیگر قبور
قبلہ
(فرزند رسول)
حضرت ابراہیم
عثمان بن مظعون
شہدا
حضرت نافع
امام مالک
چار امام
حضرت فاطمہ
حسن زین باقر صادق رضی
عباس
ازواج رسول
بنات رسول
عقیل عبداللہ جعفر طیار
حضور کے والد محترم حضرت عبداللہ
پر فاتحہ پڑھنے کی
سمت
اسمٰعیل بن جعفر صادق
حضور کی پھوپھیاں
ڈیوڑھی
مکانات
مسجد نبوی الشریف
گنبد خضرا
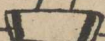
شمار	نام قبہ مبارکہ	اسمائے بزرگان آسودہ	کیفیت
۱۰	قبہ امہات النبیؐ (در قدیم جنت البقیع متصل دیوار شہر پناہ)	(۱) حضرت صفیہ والدہ ماجدہ حضرت زبیر بن العوام (۲) عاتکہ بنت عبد المطلب	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حواری اور ہمزلف حضرت زبیرؓ کی والدہ حضرت صفیہ حضورؐ کی پھوپھی تھیں اور یہی ایک مسلمان ہوئیں تھیں بعض اروی بنت عبد المطلب کے مشرف باسلام ہونے کے قائل ہیں۔
۱۱	قبہ سیدتنا حلیمہ سعدیہ	سیدتنا حلیمہ سعدیہ	یہ حضور علیہ السلام کی مشہور دایہ ہیں۔

جنت البقیع ہی میں حضرت عمر بن عاص فاتح مصر دفن ہیں۔ حضرت ابن خدافہ ماسہمی۔ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ۔ ابو لحمہ بن عمرؓ۔ سعد بن معاذؓ، سعد بن زوارہ کے مزارات بھی یہیں ہیں۔ یہیں گنج شہیداں ہے۔ جہاں واقعہ حرہ (جو عہد یزید عنید میں پیش آیا) کے شہدا دفن ہیں۔

جنت البقیع کا گوشہ گوشہ بزرگوں اور اولیاء اللہ سے معمور ہے قیامت کے دن قبر سے سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھیں گے۔ پھر حضرت ابو بکر صدیق و عمر فاروق رضؓ

پھر جنت البقیع کے تمام مدفون پھر مکہ کے قبرستان جنت المعلیٰ میں آرام کرنے والے۔

جنت البقیع سے ایک حدیث کے مطابق ستر ہزار اور دوسری کے مطابق ایک لاکھ اولیاء اللہ بروز قیامت محشور ہوں گے۔ اور اس وقت ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتے ہونگے۔

حضرت صفیہ رضؓ بنت عبدالمطلب (عمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واخت یعنی حضرت حمزہؓ) کا مزار جنت البقیع سے شمال کی طرف ایک قبہ میں برلب سڑک دروازہ شہر سے دائیں طرف واقعہ ہے۔

حضور علیہ السّلام کے والد ماجد کا مزار

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیدہ آمنہ کے شکم مبارک میں تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد سیدنا عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم اپنے ماموں سے ملنے یثرب کو تشریف لے گئے اور وہیں بیمار ہو کر چوبیس ۲۴ سال کی عمر میں انتقال فرمایا جہاں آپ کا مزار زیر قبہ ہے وہاں ایک محلہ شہر مدینہ میں آباد ہے اور اس کا نام آپ کے نام نامی پر "زقاق سیدنا عبداللہ" ہے آپ کے قبر پہ سبز غلاف پڑا رہتا ہے جس میں سفید ریشم سے آپ کا اسم گرامی بافتہ ہے۔

لیکن نجدیوں نے جہاں جنت البقیع کے تمام قبوں کو گرایا وہیں

اسے بھی معدوم کر دیا۔

زیارت حضرت مالک بن سنان رضؓ

سیدنا عبداللہ کے قبۂ مزار کے قریب ایک گنبد میں

حضرت مالک بن سنان رضؓ آسودہ ہیں اہل مدینہ کو انکا بڑا احترام ہے۔ اور ان کی جھوٹی قسم کوئی نہیں کھاتا۔ ان کے متعلق مشہور ہے کہ یہ جنگ اُحد میں شہید ہو گئے تھے حضور کے منہ سے اُن کی والدہ کے پوچھنے پر نکل گیا۔ کہ وُہ زندہ ہیں اور پیچھے آ رہے ہیں۔ خدا نے اپنے رسولؐ کی بات کی صداقت کے لیے انہیں زندہ کر دیا۔ چنانچہ وہ گھر آئے اور اپنی والدہ سے ملے اور پھر فوت ہوئے۔

دعائے زیارت ذوالنورین

السلام عَلَیْکَ یا سیدنا عثمان بن عفان السلام علیک یامن استحییت منک ملٰئکۃ الرحمٰن السلام علیک یامن زین القرآن بتلاوتہ ونور المحراب بامامۃ وسراج اللہ تعالیٰ فی الجنۃ السلام عَلَیْکَ یا ثالث الخلفاء الراشدین رضی اللہ تعالیٰ عَنْکَ وَارضاک اَحسن الرضاء وجعل الجنۃ منزلک مسکنک ومحلک وماواک السلام علیک ورحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔

یعنی سلام ہو آپ پر اے ہمارے سردار عثمان بن عفان سلام ہو آپ پر اے جن سے خدا کے فرشتے بھی حیا کرتے ہیں۔ سلام ہو آپ پر قرآن کو تلاوت سے زینت دینے والے اور محراب کو امامت

سے منور کرنے والے اور جنت میں اللہ کے چراغ۔ سلام ہو آپ پر اے خلفائے راشدین میں سے تیسرے۔ آپ سے اللہ راضی ہوا اچھی طرح راضی ہونا اور آپ کو فردوس بریں میں جگہ دی۔ آپ پر اللہ کا سلام رحمت اور برکتیں ہوں۔ نعم ماقلت ؎

بنے بھنوئی زہرا کے بنے ہمزلف حیدر کے
بڑے رتبے ہیں ذوالنورین داماد پیغمبر کے

دعائے زیارت امہات المومنین السلام علیکنّ یا ازواج رسول اللہ السلام علیکن یا ازواج نبی اللہ السلام علیکن یا ازواج حبیب اللہ۔ السلام علیکن یا ازواج المصطفےٰ رضی اللہ تعالیٰ عنکنّ وارضاکنّ احسن الرضٰے وجعل الجنۃ منزلکنّ ومسکنکن ومحلکنّ ومأواکنّ السلام علیکنّ ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

یعنے سلام ہو آپ پر اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک بیبیو! سلام ہو آپ پر اے نبی اللہ کی ازواج مطہرات۔ سلام ہو آپ پر اے حبیب اللہ کے گھر والو۔ سلام ہو آپ پر اے مصطفےٰ کی اہلبیت۔ راضی ہوا آپ پر اللہ تعالیٰ اچھی طرح۔ اور اس نے آپ کو جنت میں جگہ دی آپ پر خدا کی رحمت اور برکتیں نازل ہوں ؎

نبیؐ کی بیووں امت کی ماؤں کا جو دشمن ہو
اُسے تو آبِ کوثر شیرِ مادر ہو نہیں سکتا

دعائے زیارت بنات النبیؐ صلعم

اَلسَّلَام علیکنَّ یا بنات رسول اللہ السلام علیکنَّ یا بنات نبی اللہ السلام علیکن یا بنات حبیب اللہ السلام علیکن یا بنات المصطفٰے رضی اللہ تعالٰی وارضاکنَّ احسن الرضیٰ وَجعل الجنۃ منزلکنَّ و مسکنکنَّ و محلکنَّ دماواکنَّ السلام علیکنَّ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

یعنے سلام ہو آپ پر اے رسول اللہ کی بیٹیو۔ سلام ہو آپ پر اے نبی اللہ کی لڑکیو! سلام ہو آپ پر اے حبیب اللہ کی بلند اختر دخترو! سلام ہو آپ پر اے مصطفٰے کی صاحبزادیو! آپ کو اللہ تعالٰی نے بہترین خوشنودی کی نعمت عطا کی اور آپ کی قیام گاہ اور دار القرار بہشت کو قرار دیا۔ آپ پر اللہ کی رحمت اور برکات نازل ہوں۔

امام حسینؓ کے سر مبارک اور اُن کے والدین کے مدفن میں اختلاف عظیم

حضرت فاطمۃ الزہرا ۱۱ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے چھ ماہ بعد فوت ہوئیں ان کے مدفن کے متعلق تین مختلف اقوال ہیں۔ (۱) آپ اسی جگہ دفنا دی گئیں۔ جہاں کہ فوت ہوئیں چنانچہ اس قول کے مطابق آپ کا مزار حرم نبوی میں ہے (۲) امام

امام حسن رضؓ نے وصیت کی تھی کہ اگر مجھے رسول اللہ صؐ کے پہلو میں جگہ نہ ملے تو مجھے میری والدہ کے پاس دفن کر دینا۔ چنانچہ وہ موخر الذکر مقام پر مدفون ہوئے لہذا حضرت فاطمہ رضؓ کی قبر جنت البقیع میں ہے۔ (۳) قبہ عباس رضؓ کے جنوب میں ایک جگہ ہے۔ جہاں کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ اپنے والد بزرگوار کے غم میں آدمیوں میں رہنے سے متنفر ہو کر حضرت فاطمہ نے اس مقام کو اپنی اقامتگاہ بنا لیا تھا۔ جہاں وہ اکیلی بیٹھ کر رویا کرتی تھیں۔ یہ جگہ بیت الحزن (غمکدہ) کے نام پر موسوم ہو گئی۔ اب یہاں ایک مسجد ہے جسے مسجد بیت الحزن کہتے ہیں۔ ایک روایت کی رو سے حضرت فاطمہ یہیں آرام فرما ہیں۔

حضرت علی رضؓ نے جب مسلمانوں سے قتال کر کے صلح کر لی اور برضا و رغبت حضرت معاویہ رضؓ کو نصف مملکت اسلامیہ کا سلطان تسلیم کر لیا۔ اور ایک مراسلت شائع کی کہ ہماری جنگ کوئی دینی اختلاف کی وجہ سے نہ تھی۔ بلکہ صرف حضرت عثمان رضؓ کے قتل پر فساد بڑھ گیا اور جدال و قتال پر نوبت پہنچی تو شیعان علی دو گروہ میں متفرق ہو گئے۔ ایک گروہ (روافض) تمام صحابہ اکرام پر تبرا اور دوسرا گروہ (خوارج) حضرت علی رضؓ پر تبرا کہنے اور ان کو خارج از اسلام بتانے لگا۔ اور نوبت بایں جا رسید کہ انہی میں سے ایک شخص عبدالرحمن ابن ملجم نے رمضان سنہ ۴۰ھ میں حضرت علیؓ کو کوفہ میں شہید کر دیا۔ اس خوف سے کہ خارجی شیعہ آپ کی لاش کی بیحرمتی نہ کریں۔ حضرت

علیؓ کو رات کے اندھیرے میں کہیں دفن کر دیا گیا۔ اور کسی کو نشان مزار نہ بتایا گیا۔ بعد ازاں قیاس سے کئی مقامات پر آپ کی قبر کا نشان کھڑا کر دیا گیا۔ چنانچہ ایک نشان نجف میں ہے اور ایک مدینہ میں بھی ہے۔ بعض مورخین کا بیان ہے کہ ۸۶۷ھ میں قبہ عباسؓ یعنی شہید حسینؓ و عباسؓ میں ایک قبر جانب قبلہ کھدواتے تھے کہ زمین کے اندر سے ایک تابوت لکڑی کا نکلا۔ اس پر سرخ پوشش تھی۔ اور چمکدار پینیل کی میخیں جڑی ہوئی تھیں۔ ان میں چمک دمک ویسی ہی قائم تھی۔ زنگ وغیرہ نہیں لگا تھا۔ اور تعجب کی بات ہے کہ پوشش بھی پرانی نہیں ہوئی تھی۔ لوگوں کو یقین ہوا کہ یہ تابوت حضرت علیؓ کا ہے۔ جس کو امام حسینؓ نے یہاں لا کر دفن کر دیا ہوگا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

امام حسینؓ دہم محرم ۶۱ھ میں بمقام کربلا شیعان کوفہ کی غداری کا شکار ہو گئے۔ آپ کا سر مبارک کاٹ کر دمشق پہنچایا گیا۔ وہ سر کہاں مدفون ہوا؟

اس کے متعلق بھی اخبار مختلفہ و اقوال متنوعہ ہیں کوئی اس کا دمشق میں دفن ہونا بتاتا ہے۔ کوئی مصر[1] میں کوئی کربلا میں اور

---

[1] یہاں سر امام مسجد سیدنا حسینؓ واقعہ مصر کے اندر ایک مختصر قبہ میں ہے۔ جس کے چاروں طرف خوشنما برنجی جالی لگی ہے۔ ایک صندوق خیرات کے لئے رکھا ہے اور بہت سے چاندی کے چراغ مسلمانوں کی طرف سے وقف ہیں۔

کوئی مدینہ میں آخری روایت کے متعلق یوں بیان کیا جاتا ہے۔ کہ یزید نے حضرت عمرو بن عاص گورنر عامل مدینہ کو سرِ امام حسینؓ بھیجا۔ جنہوں نے اسے کفن دے کر بعزت و احترام بقیع میں ان کی والدہ سیدۃ النسا، فاطمہ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی قبر شریف کے پاس دفن کر دیا۔

اِن بزرگان ثلاثہ کے مدفن میں اختلاف خدا تعالیٰ کیطرف سے ایک حکمت پر مبنی ہے۔ خدائے علیم کو معلوم تھا کہ ایک غالی فرقہ ان کو خدائی مرتبہ تک پہنچا دے گا۔ اس لئے اس کی تکذیب کیلئے قبروں کے صحیح نشانات بھی ظاہر نہ ہونے دیئے۔ تاکہ گمراہوں پر ثابت ہو جائے کہ اللہ بس اور باقی ہوس ہے۔

مدینہ منوّرہ کی دیگر زیارات

مکان حضرت ابو ایوب انصاریؓ

حضرت ابو ایوب انصاریؓ ہی وہ خوش قسمت بزرگوار تھے جن کے گھر کو بعد ہجرت حضور علیہ السلام کی اقامتِ اوّل کا شرف حاصل ہوا تھا۔ اسی وجہ سے یہ مکان محفوظ اور زیارت گاہ مسلمین ہے۔ یہاں دوگانہ ادا کیا جاتا ہے اور تبرکات بھی برائے زیارت موجود ہیں۔

مشہد سیدنا عثمان رضؓ

جہاں جامع قرآن حضرت عثمانؓ سبائی باغیوں کے ہاتھ سے قرآن مجید پڑھتے شہید ہوئے تھے۔ اس مکان کو مسلمانوں نے خیر اندیش مسلمین خلیفہ کی یادگار کو قائم رکھنے کے لئے محفوظ رکھا ہوا تھا۔ اس پر لکھا "مشہد سیدنا عثمانؓ" موٹے سنہری حروف میں تحریر ہے یہاں بھی زائرین دوگانہ ادا کرتے ہیں اور اس کا ثواب شہید مظلوم کو پہنچاتے ہیں یہ مشہد مشیمت جلیلہ کے متصل اور دار عشرہ مبشرہ کے بالمقابل ہے۔ لیکن توسیع مسجد حرم کے سلسلہ میں منہدم کر دیا گیا ہے۔

دار عشرہ مبشرہ

یہ مسلمانوں کا دار الندوہ یا ایوان پارلیمنٹ ہے) اسی میں حضرۃ ابو بکر صدیق رضؓ کے ہاتھ پر مسلمانوں نے بیعت کی تھی۔ یہیں سے جمہوری سلطنت کی بنیاد پڑی۔ اور مسلمانوں کی بہتری کے لئے والی امر کے انتخاب میں عام حق وراثت پر قابلیت و دینداری کو ترجیح دی گئی۔ اسی کی برکت سے مسلمان دنیا میں سرسبز و کامیاب ہوئے۔ اور آج اسی اصول پر دنیا کی مہذب اقوام عمل پیرا ہیں۔ دار عشرہ مبشرہ میں دس خاص جنتیوں کے نام جن کی طرف یہ مقام منسوب ہے دیواروں پر لکھے ہوئے ہیں۔ وہ عشرہ مبشرہ یہ ہیں۔ (۱) سیدنا ابو بکر رضؓ (۲) سیدنا عمر رضؓ (۳) سیدنا عثمان رضؓ (۴) سیدنا علی رضؓ (۵) سیدنا طلحہ رضؓ (۶) سیدنا زبیر (۷) سیدنا سعد رضؓ

(۸) سیّدنا سعیدؓ (۹) سیّدنا عبدالرحمنؓ (۱۰) سیّدنا عبیدہؓ۔
میں نے حفظ کے لئے اِن مبارک ناموں کو ایک شعر میں گن دیا ہے تاکہ مسلمان یاد کر لیں ؎

دس وہ قطعی جنتی اصحاب خیرالمرسلین
خدمت دیں سے ہے گویا جن کی جنت زرخرید
ہیں وہ ابوبکرؓ و عمرؓ عثمانؓ و حیدرؓ اور زبیرؓ
ابو عبیدہؓ سعدؓ و طلحہؓ عبدالرحمنؓ و سعیدؓ

مزار سیدنا حمزہ و دیگر زیارت اُحد

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حمزہؓ بن عبدالمطلب کا مزار مدینہ سے جانب شمال تین میل کے فاصلہ پر ہے باب مجیدی سے راستہ ملتا ہے۔ یہ مزار دامن کوہ اُحد سے نصف میل درّے میں ہے۔ غزوہ اُحد ۳ھ میں ہوا تھا۔ اسی میں حضرت حمزہؓ وحشی کے حربہ سے شہید ہوئے تھے اور مسلمانوں کو چشم زخم پہنچا تھا۔

مزار ایک عالیشان قبہ میں ہے (جسے اب نجدیوں نے منہدم کر دیا ہے) اندر داخل ہوتے ہی ہیبت سی چھا جاتی ہے کیوں نہ ہو اسد اللہ و رسولہ[1] (شیر خدا و شیر مصطفےٰ) کی خوابگاہ ہے۔ قبر بہت طویل و عریض ہے ارغوانی رنگ کا مخمل کا غلاف مطلّا پڑا رہتا ہے۔ چاروں طرف ہشت دھاتی جالی ہے۔ مرقد کے ایک طرف مسجد ہے جسمیں خوبصورت

[1] درحقیقت اسد اللہ حضرت حمزہ کا لقب ہے جو حضور صلعم نے عطا فرمایا تھا حضرت علیؓ کیلئے بعد میں یہ لقب وضع کیا گیا

نقش ونگار اور سنہری قطعات آویزاں ہیں۔ (نجدیوں نے یہ سب کچھ نوچ گھسوٹ لیا ہے) سید الشہداء حضرت حمزہ رضؓ کا عرس ۱۲ رجب المرجب کو بڑی دھوم دھام سے منایا جاتا تھا۔ مدینہ و اطراف مدینہ سے مسلمان حاضر ہوتے ہیں۔ مگر مجالس سماع اور دیگر قابل اعتراض حرکات جیسے طائفوں کا آنا سلام کرنا اور ناچنا گانا جو ہندوستان میں بزرگوں کے اعراس پر ہوتا ہے یہاں کا تو کیا ذکر کل سرزمین عرب میں اس کا نام تک نہیں (خدا ہندوستان کو بھی ان بدعات سے پاک کرے آمین۔

عبداللہ بن حجش رضؓ اور ان کے بھانجے حضرت حمزہ رضؓ کے سرہانے ایک ہی قبر میں آرام فرما ہیں حضور علیہ السلام کے علمبردار حضرت مصعبؓ بن عمیرؓ بھی یہیں ایک علیحدہ مزار میں آسودہ ہیں۔

قبہ کے باہر "**گنج شہیداں**" ہے جو ستر "شہدائے اُحد کو آغوش میں لئے ہوئے ہے پاس ہی ایک باؤلی ہے جس میں نہر کا پانی گرتا ہے۔ اس کے آگے مسجد ثنایا ہے جہاں دو رکعت نماز پڑھتے ہیں۔ دیوار میں ایک پتھر نصب ہے جس میں حضور علیہ السلام کے دندان مبارک کے نشان موجود ہیں۔ کوہ اُحد میں وہ گڑھا بھی موجود ہے جس میں جنگ کرتے کرتے حضور علیہ السلام گر گئے تھے۔ اور مشہور ہو گیا تھا۔ کہ آپ شہید ہو گئے جس سے بعض صحابہ رضؓ اوسان بلختہ ہو کر ادھر اُدھر نکل گئے تھے اور پھر خبر صحیح معلوم ہونے پر حضور ؐ

صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد آ جمع ہوئے تھے اور کفّار کو بھاگتے ہی بن پڑی تھی۔

مقامات متبرکہ سے انتفاع

جو مقامات بزرگان دین کی رہائش وغیرہ کی وجہ سے متبرک ہو گئے ہیں۔ ان کو بیکار طور پر محفوظ نہیں رکھا گیا۔ بلکہ ان پر عالیشان مکان بنا کر زائرین کو ان میں راحت پہنچائی جاتی ہے چنانچہ مکان سیدنا ابوبکر صدیق رض مکان سیدنا عمر رض۔ مکان سیدنا علی رض باغ سیدنا طلحہ رض۔ زاویۂ جناب محبوب سبحانی۔ مکان حضرت تمیم داری انصاری رض وغیرہا استعمال میں آ کر مسلمانوں کو فائدہ پہنچا رہے ہیں۔ اسیطرح حضرات خلفائے راشدین وغیرہ کے ناموں پر تعمیر شدہ مساجد بھی اہل اسلام کے کام آ رہی ہیں۔

پانچ متبرک مساجد

مساجد خمسہ (پنج مساجد) کی زیارت کرنے کا ہر ایک زائر کو حکم ہے۔

یہ پانچ مساجد یہ ہیں۔

۱۔ مسجد النبیؐ جو مناخہ میں واقع ہے (۲) مسجد ابوبکر رض صدیق رض جو عین الزرکا کے نزدیک ہے (۳) مسجد عمر رض جو مناخہ کے باب قبا کے قریب ہے۔ (۴) مسجد علی رض جسے بعض لوگ (مصلائے عید) بھی کہتے ہیں۔ اور جو مناخہ کے زقاق الطیار میں ہے۔ (۵) مسجد بلال رض

مشہور مساجد مدینہ منوّرہ

مسجد النبی مسجد قبا اور مساجد خمسہ کا ذکر ہم اوپر کر چکے ہیں۔اس جگہ کی دیگر مشہور تاریخی مساجد کا حال بصورت نقشہ پیش کرتے ہیں۔

نمبر شمار	نام مسجد	محل وقوع	کیفیت
۱	مسجد بنی سلمہ ثم قبلتین	شہر سے جانب شمال مغرب بفاصلہ ۲ میل نزدیک وادی عقیق	اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ حضور صلعم اس مسجد میں دو رکعت نماز ظہر پڑھ چکے تھے کہ بیت المقدس سے کعبہ شریف کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم آگیا۔ پس باقی دو رکعت نماز اس طرف رخ کر کے ادا کی اس لئے اس مسجد کا نام مسجد قبلتین یعنے دو قبلوں والی مشہور ہو گیا۔
۲	مسجد بنو ظفر یا مسجد بغلہ	جانب مشرق از جنت البقیع	اس مسجد کے جانب جنوب کی پہاڑی (حرّہ) میں بہت سے پتھر ہیں جن پر رسول اللہ صلعم کے نشانات و آثار ہیں ایک پتھر پر حضورؐ کی کہنی کا نشان ہے اور ایک پر بغلہ (خچر "دلدل نامی) کے سم کا جو مقوقس والی مصر نے ہدیتاً بھیجی تھی۔ ایک اور پتھر ہے جس پر جلوہ فرما کر حضورؐ نے ایک فارسی سے قرآن شریف سنا تھا۔ اس پتھر پر اگر بے اولاد عورت بیٹھے تو صاحب اولاد ہو جاتی ہے۔

نمبر شمار	نام مسجد	محل وقوع	کیفیت
۳	مسجد الجمعہ یا غاتکہ	حوالیٔ قبا کی وادی میں	حضور جب مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو پہلا جمعہ آپ نے یہیں پڑھا تھا۔
۴	مسجد فضیح یا مسجد الشمش	قبا سے جانب مشرق	مسجد فضیح اس کو اس لئے کہتے ہیں کہ حرمت خمر کا حکم نازل ہونے پر صحابہؓ نے فضیح (شراب خرما) کو جو وہ پی رہے تھے ساغر و خم توڑ کر بہا دیا تھا اور مسجد الشمس اسلئے کہ ایک بلند ٹیلہ پر واقع ہے اور طلوع آفتاب کے وقت آفتاب کی کرنیں پہلے اس پر پڑتی ہیں۔ یہود بنی نضیر کیسا تھ لڑائی کے دوران میں حضورؐ نے چھ روز تک یہیں نماز ادا فرمائی تھی۔
۵	مسجد بنی قریظہ	مسجد الشمس کے مشرق میں	یہ مسجد اس جگہ ہے جہاں حضور علیہ السلام بعد غزوہ خندق بد عہد یہود بنی قریظہ کا محاصرہ کرنے کے لئے فرد کش ہوئے تھے اور پچیس ۲۵ روز کے محاصرہ کے بعد حسب فیصلہ حضرت سعد بن معاذ اس ناہنجار قوم کے جوان مرد نیست و نابود کر دیئے گئے تھے۔
۶	مسجد مشربہ ام ابراہیم	مسجد بنی قریظہ سے جانب شمال حوالیٔ مدینہ (بلند حصہ) میں	یہ مسجد اس جگہ ہے جہاں سیدنا ابراہیمؑ کی والدہ حضرت ماریہ قبطیہ رضؓ کا ایک باغ تھا۔ اسی جگہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پیدا ہوئے تھے۔

نمبر شمار	نام مسجد	محل وقوع	کیفیت
۷	مسجد الاجابہ	بقیع سے شمال کی طرف	یہاں حضورؐ نے امت کے لئے تین دعائیں کیں (۱) وہ قحط میں مبتلا ہو کر ہلاک نہ ہوں (۲) عذاب غرق میں گرفتار نہ ہوں (۳) باہمی قتال و جنگ و جدال نہ کریں۔ پہلی دو دعائیں مقبول ہو گئیں تھیں۔
۸	مسجد الفتح یا مسجد الاحزاب	مسجد قبلتین سے مشرق کی طرف بفاصلہ نصف میل	یہاں حضور علیہ السلام نے غزوہ خندق یا احزاب کے موقعہ پر تین روز نماز پڑھی اور دعا مانگی تھی جسکا یہ اثر ہوا کہ مشرکین مکہ باد و باران کا طوفان نازل ہوا اور وہ لوگ دم بھاگ گئے اور پھر کبھی مدینہ کا رخ نہ کیا مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ جو دعا اس مسجد میں مانگی جائے وہ رد نہیں ہوتی۔
۹	مسجد سلیمان فارسیؓ	مسجد الفتح کے نیچے جانب جنوب	حضرت سلیمان فارسیؓ کے نام نامی پر یہ مسجد مشہور ہے۔
۱۰	مسجد علیؓ	مسجد سلیمان فارسی کے پیچھے	یہ دراصل جنگ میں حضرت علیؓ کا خیمہ تھا۔
۱۱	مسجد ابو بکرؓ	مسجد علیؓ کے قریب پہاڑ کی جڑ میں	یہ تمام مساجد اس جگہ ہیں جہاں غزوہ احزاب واقعہ ہوا تھا جہاں جہاں کسی مشہور صحابی نے قیام فرمایا

	نام مسجد	محل وقوع	کیفیت
			وہاں مسجد تعمیر کردی گئی خلیفہ ولید اموی اور اس کے جانشین ان کی بنا مرمت کے متکفل رہے
۱۲	مسجد الرایہ (جھنڈے کی مسجد) یا مسجد الذباب	ایک پہاڑی ذباب نامی پر واقع ہے	یہاں حضور علیہ السلام کا علم نصب تھا خلیفہ ولید نے یہاں مسجد بنوادی (جزاء اللہ)
۱۳	مسجد جبل ثواب	مسجد الفتح والرایہ کے درمیان	جبل ثواب کی مشرقی ڈھلوان پر مسجد الرایہ اور مغربی پر الفتح واقع ہے یہ مسجد مقام بلند پر نہایت مفرح و مروح اور منور ہے۔ مدینہ منورہ اور قبہ مطہرہ وہاں سے صاف نظر آتا ہے۔
۱۴	مسجد قوت الاسلام	بقیع سے جانب جنوب مشرق ڈیڑھ میل پر ہے	یہاں حضور علیہ السلام سے دو معجزے ظہور پذیر ہوئے (۱) کھجور کی خشک لکڑی سرسبز ہو کر پھل لائی (۲) ایک سال جب مسلمان حج کرنے نہ جاسکے تو یہیں سے حضورؐ نے ان کو کعبہ و عرفات کا منظر دکھا دیا۔
۱۵	مسجد عینین	مقبرہ حضرت حمزہ کے جنوب میں جبل الرمات پر	غزوہ اُحد کے روز حضورؐ نے اپنے تیر اندازوں کو یہاں دشمن کی کمین میں مکین فرمایا تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ حضرت حمزہؓ کے یہیں حربہ لگا تھا۔
۱۶	مسجد الوادی یا مسجد العسکری	جبل عینین کے شمال کنارہ پر	بعض کا بیان ہے کہ مسجد عینین سے زخمی ہو کر حضرت حمزہؓ یہیں آکر جان بحق تسلیم ہوئے تھے۔ مگر یہ مقام قبۃ المسرے بتایا جاتا ہے۔

علاوہ ان مساجد کے چالیس اور مساجد کے نام بھی کتب میں مذکور ہیں۔ مثلاً "مسجد بنو عبد الاشہل۔ مسجد بنو حارثہ۔ مسجد بنو حرام۔ مسجد الفسیح مسجد السقیا۔ مسجد بنو بیاضہ۔ اور مسجد بنو فاطمہؓ مگر اب ان کا پتہ نہیں۔

حجاز میں نجدیوں کی تاریخ

نجد حسب فرمان نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مندرجہ صحیح بخاری مطلع قرن شیطان ہے اور یہ فرمان حضور علیہ السلام نے اسوقت صادر فرمایا جب ایک نجدی نے آپ کو شام و یمن کے لئے دعائے برکت مانگتے دیکھ کر نجد کے لئے بھی دعا مانگنے کی درخواست کی حضور نے اس کے بار سوم اصرار دعاء پر فرمایا۔ ھُنَاکَ الزَّلَازِلُ وَالْفِتَنُ وَبِھَا یَطْلُعُ قَرْنُ الشَّیْطَان۔ یعنی اس میں زلزلے اور فتنے برپا ہوں گے اور اس میں سے قرن شیطان (شیطانی گروہ یا شیطانی سینگ) نکلے گا۔ ایک روایت میں ہے کہ دو قرن نکلیں گے۔ علماء نے ایک قرن سے مسیلمہ کذاب مراد لیا ہے اور دوسرے سے ابن عبد الوہاب جسکا فتنہ نجد سے اٹھا اور عرب و ہند پر چھا گیا۔

ابن عبد الوہاب جسے شیخ نجد بھی کہتے ہیں ملک نجد میں جو حجاز سے مشرق کی طرف ہے۔ ۱۱۱۵ھ میں پیدا ہوا اور ۹۲ برس زندہ رہ کر ۱۲۰۶ھ میں مر گیا۔

اسکی تمام تعلیم کا لب لباب اور اسکا مشن مقبولان الٰہی کی تعظیم وتکریم کے نقوش مٹانا تھا۔ پس بزرگانِ دین کو وسیلہ پکڑنے کی ممانعت ان کے مآثر کی توہین۔ ان کے مقابر کی تدمیر۔ ان کی بارگاہ میں حاضر ہونے کو جرم قرار دیا جانا۔ سب اُسی متمردانہ تعلیم کے اثرات ونتائج ہیں۔

اسی تعلیم سے متاثر ہوکر ۱۲۱۶ھ میں پیروان شیخ نجد نے کربلائے معلی کو برباد اور اس سے اگلے سال طائف میں قتل وغارت کا بازار گرم کیا۔ مسلمانوں کے اموال پر بطور مال غنیمت قبضہ کیا اور اس میں سے خمس امیر نجد کے لئے حصہ نکالا (گویا سب مسلمان کافر ہیں) حضرت ابن عباس رضؓ کے مقبرہ کو توڑا۔

۱۲۱۸ھ میں داخل مکہ ہوکر قبہ مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ قبہ مولد ابوبکر صدیق رضؓ مولد علی رضؓ اور قبہ خدیجۃ الکبریٰ وغیرہ کو منہدم کیا اور کہا کہ ہم نے طاغوتوں کا نام ونشان مٹا دیا ہے (نعوذ باللہ من ذالک) یہی شیطانی لشکر جب ۱۲۲۱ھ میں مدینہ منورہ پہنچا تو اس نے جنت البقیع کے تمام قبات گرا دیئے۔ اور حضورؐ پر درود وسلام پڑھنے سے روک دیا اور حضورؐ کے روضہ مطہرہ کو صنم اکبر کہہ کر جب شیخ نجد کے دو چیلے اوپر چڑھے تو فوراً گر کر فی النار ہو گئے ؎

زبالۂ بقعرِ سقر آمد تد ۔۔۔ یدوزخ دواں چوں شرر آمد ند

جب ان کی دراز دستیاں حد سے گذر گئیں تو بحکم سلطان المعظم مصطفےٰ الرابع مصری افواج ان بے ادبوں کی تادیب کے لئے روانہ

ہوئیں اور مدینہ منورہ ۱۲۲۶ھ میں ان کے منحوس قدم سے پاک ہو گیا اور ان قبوں کے دشمنوں کی پندرہ سو کھوپڑیوں کے قبوں سے قبۃ الشرادس تیار ہوا۔ تاکہ بے ادبوں کے لئے عبرت ہو۔ الغرض مقلدان شیخ نجد اگلے سال تک ملک حجاز سے نابود ہو گئے۔ ان کا سپہ سالار مضائفی قسطنطنیہ لے جا کر قتل کر دیا گیا۔ اسلامی فوج طوسون پاشا خلف الرشید محمدؐ علی پاشا والئی مصر کے ماتحت تین سو میل یلغار کرتی ہوئی نجدی امیر عبداللہ بن سعود کے سر پہ جا پہنچی جس نے جان کی امان مانگی اور سلطان المعظم کا وفادار غلام بن کر رہنے کا اقرار کیا۔ پاشائے موصوف نے اس کی سوگند پر اعتبار کر کے نجد پھر اسے بخش دیا۔

مگر ابن سعود نے پھر عہد شکنی کر کے پر پرزے نکالے اس دفعہ محمدؐ علی پاشا نے مکمل طور پر اس کی سرکوبی کا عہد کر لیا اور اپنے دوسرے بیٹے ابراہیم پاشا کو اس مہم کے سر کرنے پر مامور کیا اور خود فوج و اسلحہ سے اس کی مدد کرتا رہا۔ نجدی چھ مہینے تک لڑتے رہے آخر ان کا بادشاہ گرفتار ہوا۔ اور ۱۲۴۲ھ میں بعہد سلطان محمود ثانی دار الخلافت میں اس کے نامسعود وجود سے دنیا کو پاک کیا گیا اور حجاز نے ایک سو برس کے لئے نجدی فتنہ سے نجات پائی۔ نجدیوں کے اس استیصال پر قاہرہ اور قسطنطنیہ میں بڑی خوشیاں منائی گئیں کہ بزرگان دین اور تہذیب کے دشمن نجدیوں کا قلع قمع ہو گیا۔ منہدمہ متبرک عمارتیں از سر نو بنوا دی گئیں۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔

پہلی جنگ عظیم میں جب ترک چاروں طرف سے دشمنوں میں گھر گئے تو نجدیوں کو عیسائیوں کی شہ پر پھر سر اٹھانے کا موقع مل گیا۔ ترکوں کی حلیف سلطنت جس کا صدر مقام حائل تھا۔ یہ لوگ پہلے تباہ کر چکے تھے۔ حسین شریف مکہ بھی ان کا خواجہ تاش تھا اس نے پہلے ترکوں سے بغاوت کی پھر حجازیوں اور حجاج و زائرین کو تنگ کیا۔ آخر شہ دینے والوں نے بھی اس غلام سے دست کرم کھینچ لیا۔ ۱۳۴۳ھ میں نجدی غلام پھر بڑھا اور طائف و مکہ و مدینہ میں پھر وہی حشر برپا کر دیا۔ جو سوا سو سال پہلے اسی کے ہمنام ابن سعود نے برپا کیا تھا۔ اب ماثرہ مقابر مٹانے کے ساتھ مریدانِ شیخ نجد نے ان مساجد کو بھی قبے گرا گر ویران کر دیا ہے جو کسی اسلامی یادگار کا پتہ دیتی تھیں چنانچہ مسجد جن، مسجد بوقبیتس، مسجد انا اعطیناک الکوثر، مسجد بلال۔ وغیرہ منہدم کر دی گئیں۔

صرف خانہ کعبہ مسجد و روضہ نبوی باقی ہے اللہ ان کا محافظ ہو۔ ورنہ بے ادب نجدی تو ہر قابل عظمت شے کو برباد کرنا عین ثواب سمجھتے ہیں ؎

پیشِ آدم نہ جھکایا سر تسلیم و نیاز
یہ خطا کرتے ہی شیطان کا ایمان گیا
فخرِ آدم کے در فیض پہ بھی سر نہ جھکے
نجدیو! کلمہ پڑھانے کا بھی احسان گیا

کیا مآثر و مقابر کا قیام خلاف شریعت ہے

جہاں تک تاریخ اسلام رہنمائی کرتی ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ قرون اولے کے مسلمانوں نے مآثر و مقابر انبیاء و اولیاء کو برقرار رکھا ہے حضرت عمرؓ کے زمانہ میں شام و بیت المقدس فتح ہوا جس میں انبیاء علیہ السلام کے بیشمار مقابر و مآثر تھے۔ مگر کسی مسلمان نے ان کے انہدام کی کوشش نہ کی۔ وہیں ایک درخت تھا۔ جس کے نیچے بیٹھ کر حضرت ابراہیم علی نبینا و علیہ السلام تعلیم دیا کرتے تھے اسے بھی محفوظ رکھا گیا۔ مکہ میں جہاں بی بی ہاجرہ تلاش آب میں دوڑی تھیں وہاں سعی فرض قرار دی گئی۔ جہاں محبوبان خدا کے قدم (بر صفا و مروہ) آئے تھے انہیں شعائر اللہ قرار دیا گیا۔

جہاں حضرت ابراہیم نے شیطان کے کنکرے مارے تھے ہمیں بھی مارنے کا حکم ہے۔ جس جگہ آپ کعبہ میں کھڑے ہوئے تھے وہاں سجدہ کرنے کا حکم ہے۔ فاتخذ وامن مقام ابراھیم مصلے۔

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معراج کو تشریف لیجاتے ہیں راہ میں مولد حضرت عیسیٰ علیہ السلام آتا ہے۔ جبرائیل عرض کرتے ہیں کہ یہاں دوگانہ نفل ادا کریں۔ افسوس ہے نجدیوں کی عقل پر کہ انہوں نے مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم (جو فخر جلتے ہیں) کو جہاں

مسلمان اپنے مالک کے سامنے سربسجود ہوتے ہیں۔ منہدم کر دیا۔
اگر ان کے تعصب کا یہی عالم رہا تو وہ ایک دن مقام ابراہیمؑ کو بھی
اکھیڑ پھینک دیں گے اور خانہ کعبہ کو بھی ڈھا دیں گے کہ خدا کی طرف
سے جو جہت و مکان کی قید سے منزہ ہے کیوں ایک انسانی بنا کر وہ
مکان کو منسوب کیا جائے۔ حجر اسود کی کیوں تعظیم کی جائے۔ کیونکہ
یہ محض ایک پتھر ہے۔

قبروں پر عمارت بنانے کا مسئلہ۔ مدینہ میں حضرت عثمان بن مظعون
حضور علیہ السلام کے سامنے فوت ہوئے حضورؐ نے ان کے مزار پر ایک
بڑا اونچا پتھر نشان کے طور پر نصب فرمایا۔ جو اس امر کی دلیل ہوا۔ کہ
قبور کو برائے شناخت بلند بنا سکتے ہیں۔ اپنے فرزند سیدنا ابراہیمؑ
کے مزار پر سنگریزے چن دیئے تاکہ محفوظ رہے جس سے ثابت ہوا کہ
قبر کو محفوظ رکھنا چاہیئے۔

قبر کا زیر سقف اور چار دیواری کے اندر جائز ہونا خود اس امر سے
ثابت ہے کہ حضور اسی حجرہ میں دفنائے گئے جس میں فوت ہوئے۔ اگر
کہا جائے کہ یہ بات انبیاء کے لئے خاص ہے تو پھر سوال ہوگا۔ کہ
کیوں حضرت صدیق اکبرؓ اسجگہ پیوند خاک کئے گئے۔ اور پھر حضرت
عمر رضی اللہ عنہ نے خود حضرت عائشہ صدیقہؓ سے درخواست کر کے اپنا
مرقد حجرہ میں بنوایا۔ حضرت میمونہ ام المومنینؓ جو فوت ہوئیں تو وہ اسی
مقام پر دفن کی گئیں۔ جہاں حضورؐ سے ان کا نکاح ہوا تھا اور وہ ایک

چھت اور دیواروں والا مکان تھا۔

پھر قبور پر سائبان استادہ کرنا زمانہ صحابہؓ سے ثابت ہے۔ یہ تمام باتیں قبور کے زیر سقف و درمیان چار دیواری بننے کے جواز میں ہیں۔

اب رہی قبہ و گنبد کی بحث سو اس کے متعلق عرض ہے کہ یہ بھی ایک چھت کی قسم ہے ہموار ہو تو سقف کہیں گے گول ہو تو قبہ ابتدائے اسلام میں جب کہ مسلمانوں کے مکان کچے تھے ان کی مساجد و قبور بھی کچی تھیں جب خدا نے انہیں خوشحالی دی تو جہاں انھوں نے اپنے مکانات پختہ بنائے اپنے موتے کے مکانات کو بھی پختہ بنا دیا اور مسجدیں بھی رفیع الشان تعمیر کر دی۔

اگر عہد نبوی کے بعد کی تمام ایجادات بدعت ہیں تو پھر تو قرآن شریف و حدیث بھی بصورت موجودہ بدعت ہے پختہ مسجدیں بدعت ہیں پکے مکان بھی بدعت ہیں۔ لاؤڈ سپیکر۔ ہوائی جہاز۔ ریلیں دخانی جہاز۔ بجلی۔ موٹریں۔ الغرض تمام نئی چیزیں بدعت ہیں۔ اگر نجدی ایسے ہی متبع سنت ہیں تو ان تمام اشیاء سے متمتع ہونا ترک کر دیں مگر نہیں وہ انہیں نہیں ترک کریں گے۔

کیا وسیلہ پکڑنا شرک ہے

نجدیوں کو صرف بزرگانِ دین سے دشمنی ہے ان کو وسیلہ پکڑنا جرم ہے۔ خود سگِ دنیا کے پاس سو مرتبہ حاضر ہوں گے اس سے مدد طلب کریں گے اس کے سامنے منتیں اور خوشامدیں کریں گے اور

یہ سب کچھ جائز ہو گا۔ مگر جب کسی مسلمان کو کسی بزرگ کے پاس جسے وہ خدا کا محبوب اور محض دینداری کی وجہ سے معزز جانتا ہے جاتا دیکھ لیں گے تو جھٹ کفر و شرک کا فتوے لگا دیں گے۔ اگر کوئی مصیبت آپڑے تو کفار کے پاس بھی فریاد و استغاثہ کرنے سے نہیں جھجکیں گے مگر اگر کوئی مسلمان اَغِثْنِیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ کہدے تو فوراً مشرک کہہ دیں گے۔ کیوں کہ ان کا مستغاث الیہ ایک کافر مشرک ہو سکتا ہے۔ مگر رحمۃ للعالمین نہیں ہو سکتے نعم ما قلت ؎

آپڑے مشکل تو جھٹ حکام سے مانگیں مدد
یارسول اللہ اغثنی گر کہیں جائز نہیں

ہو نہ مرجوعین کے احوال کی جبتک خبر
بن نہیں سکتا وہ تب تک رحمۃ للعلمین

نورِ حق کی چشم رحمت وا ہے ہر محتاج پر
وائے ناکامی کہ تجھ کو دیکھنا آتا نہیں

نورِ احمد سے ضیا پاکر ہے سورج نور بیز
ماہ و انجم ہاں انہی سے سب کے سب روشن جبیں

عینِ خود محتاجِ احمد ہو کے پہنچے ہر جگہ
پھر نہ دیکھے ہم کو نورِ حق کی چشم دوربین

چشمِ ظاہر بین سے تو محتاج کا قائل ہوا
شانِ محتاجٌ الیہ دیکھ با عین الیقین

چھوڑ کر بوجہل سی چشم غلط بین کو تو دیکھ
دیدۂ صدیق سے شانِ شفیع المذنبین

خیرہ چشمی چھوڑ کر چشم بصیرت کھول کر
دیکھ جلوہ گر ہے ہر جا نور رب العالمین

اِنَّا اَرْسَلْنٰکَ شَاهِدًا اور پھر سب پر شہید
پڑھ کے بھالو حاضر و ناظر ہے وہ نور مبین

پہنچے صدہا میل تک بے تار برقی کے ندا
یارسول اللہ پہنچیگا نہیں تجھ کو یقین

قدرت قادر کو سمجھا بے خرد محدود ونز
تجھکو لپٹے کیا ہو علم قوتِ شبیر غزیں

وَجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰؤُلَاءِ شَهِيْدًا

یارسول اللہ" جو ہم نے عقیدت سے کہا | جا ہی پہنچا بارگاہِ نورِ حق تک بالیقین
دسترس تیری سی ہے کوہ ہمالہ بھی بلند | رفعت احمدؐ کے آگے پست ہے عرش بریں

یارسول اللہ کہو یا یا حبیب اللہ کہو
عین ایمان ہے کہو بیشک کہوائے مومنین

مدینہ منورہ کی آب و ہوا

مدینۃ النبی کی آب و ہوا پاکستان کے بہت کچھ مطابق ہے گرمیوں میں چنداں گرمی نہیں پڑتی۔ صبح و شام سرد ہوا چلتی ہے ہاں سردیوں میں خوب کڑکڑاتا جاڑا پڑتا ہے جس جگہ محبوب کا مقام ہو۔ وہاں کی تکلیف بھی راحت معلوم ہوتی ہے۔ مدینہ محبوب الٰہی کا اور خواجہ کون ومکاں کا شہر ہے یہاں کی آب و ہوا میں گر کسی قسم کی حدت وشدت ہو تو بھی عاشقانِ جمال مصطفوی کیلئے عین فرحت و راحت ہے مگر قدرتاً مدینہ کی ہوا معتدل صحت افزا اور روح پرور و ممد حیات ہے۔ متعدی بیماری کا نام نہیں اور نہ ہی پیچش اسہال و ہیضہ وطاعون کا زور ہے میٹھے پانی کی نہر حضرت معاویہؓ کے عہد سے شہر کے اندر جاری ہے۔ شہر سے باہر اکثر شیریں کنوئیں ہیں۔ جہاں سے پانی چرسوں کے ذریعے نکالتے ہیں۔ بیل یہاں کمیاب ہیں اونٹ اور گدھے جوتے جاتے ہیں اب تو ٹیوب ویل کی برکت سے پانی کی کثرت ہے۔

نزول باران رحمت مدینہ حضور رحمۃ للعالمین کا شہر ہے اس میں باران رحمت نہ ہو تو اور کہاں ہو پھر یہاں بارش بھی باقاعدہ ہوتی ہے یعنے جاڑے کے موسم میں ہمیشہ رات کو موسم بہار میں ہمیشہ صبح کو اور موسم گرما میں ہمیشہ شام کے قریب مینہ برستا ہے اور یہ باقاعدگی غالبًا مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے لئے خاص ہے جسکا انگریز سیّاح کو بھی اقرار ہے۔

مدینہ منورہ کی پیداوار

میوے مدینہ منورہ ایک سر سبز شہر ہے بارش یہاں باقاعدہ ہوتی ہے۔ نہریں اور چاہات موجود ہیں اسلیئے یہاں سب کچھ پیدا ہو سکتا ہے اور ہوتا ہے۔ اگر لوگ کھاد کے فوائد اور استعمال سے واقف ہوں تو پیداوار میں بہت کچھ ترقی ہو سکتی ہے مگر یہ گڑھوں میں غرق ہو جاتی ہے اور زرعی زمین میں اسکو نہیں ڈالا جاتا۔ بہر حال مدینہ میں یہ میوے ملتے ہیں۔ انگور۔ انار۔ انجیر۔ آڑو۔ شفتالو۔ تربوز۔ خربزہ۔ انار دانہ دار۔ اور بیدانہ۔ نارنگی۔ لیموں۔ سنگترہ۔ کھجوریں ۱۲ قسم ککڑی۔ بادام۔ پستہ۔ کشمش۔ منقہ۔ چلغوزہ۔ زرد آلو وغیرہ۔ علاوہ ازیں لبنان و فلسطین کے پھل بھی آتے ہیں۔

ترکاریاں شلجم۔ چقندر۔ ٹماٹر یعنی سرخ بیگن۔ کریلہ۔ بھنڈی

بند گوبھی۔ گوبھی کے پھول۔ کھیرے۔ کدو لوکی۔ سیم۔ لوبیا۔ گاجر۔ سویا۔ میتھی۔ کشنیز۔ پیاز۔ لہسن۔ چولائی وغیرہ۔

غلہ | گندم۔ جو (کم تعداد میں) جوار۔ باجرہ۔ چاول (یہاں پیدا نہیں ہوتے) سرخ مرچوں کے ساتھ ہندوستان سے آتے ہیں۔ (گندم و شکر زیادہ تعداد میں مصر سے اور زیتون اور گھی شام سے آکر یہاں بکتا ہے۔

دیگر اشیاء | پنیر اور مکھن عمدہ ہوتا ہے بدوی لوگ کوہستان سے عمدہ شہد۔ بلوری نمک اور روغن ملبان لاکر فروخت کرتے ہیں۔ ممیرا بھی خالص ملتا ہے۔ اس کی گرہ چینی ممیرے سے بڑی ہوتی ہے اور ملتا بھی ارزاں ہے یعنے ۸ ر فی تولہ اور آتا طائف سے ہے اب جدید زمانہ کی تمام ضروریات فراہم ہوتی ہیں۔ ہالینڈ کا ٹین بند دودھ اور دوسری اشیاء ملتی ہیں۔

مدنیوں کی شکل وشباہت اور اوضاع واطوار و لباس وغیرہ

مدینہ کے اصلی لوگ حیرت انگیز طور سے سفید رنگ ہیں بعض کے چہرے سرخ بال سیاہ اور بھورے ہوتے ہیں۔ آنکھیں چھوٹی لمبی کم گول چمکیلی سیاہی کی نسبت بھوری زیادہ ہوتی ہیں۔ سر چھوٹا کانوں

کی قطع بہت اچھی چہرہ لمبا اور بیضوی. پیشانی بلند اور چوڑی ہوتی ہے
مدنی اپنی ڈارھیوں میں خضاب لگاتے اور نہایت خوش مزاج ہوتے
ہیں بدوؤں کیطرح غصّہ ور اور کڑ دے نہیں ہوتے۔ لباس بہت
نفیس پہنتے ہیں۔ معزز اور متمول آدمی ایک بالش یا جبّہ زرد۔ نارنجی
سبز یا گلابی رنگ کا پہنتے ہیں۔ ایک ہی قسم کا سبز یا گلابی رنگ
پہننے سے آدمی حقیر سمجھا جاتا ہے۔ طربوش (ترکی ٹوپی) کو قبولیت
حاصل رہی ہے اور مصر کا قدیم لباس کوفیہ اور عقل اب شریف اور
بدوی لوگوں میں جاری رہ گیا ہے۔

مدنی عورتیں

عورتوں کا لباس خوشنما ہوتا ہے۔ گھروں میں وہ
چھینٹ یا کسی دوسرے کپڑے کی ایک صدری
اس کے اوپر ثوب (یعنی سفید رنگ کی بڑی آستینوں والا قمیض)
گلے سے ٹخنے تک پہنے رہتی ہیں۔ ان کے سراویل (یعنے پاجامے)
ذرا تنگ اور چست ہوتے ہیں جب وہ باہر نکلتی ہیں تو اپنے سر
پر ایک ریشمی یا سوتی کپڑا سفید یا نیلا چارخانہ جس کو ملایہ کہتی
ہیں۔ ڈال لیتی ہیں۔ حجاز میں تمام عورتیں برقع سیاہ اوڑھتی ہیں
ہاتھ اور پیروں میں مہندی اور شندر لگاتی ہیں۔ جو ایک قسم کا
عرق ہوتا ہے۔ جو آملہ پھٹکری اور چونہ کے پانی سے بنایا جاتا ہے۔
بالوں میں مانگ نکالتی ہیں اور بالوں کی بیس۲۰ یا پچیس۲۵ چھوٹی چھوٹی
چوٹیاں گوندتی ہیں جن کو جدیلہ کہتی ہیں۔ عورتیں طرح طرح کے

زیور زیب بدن کرتی ہیں اور قسم قسم کی خوشبوئیں اور عطریات لگاتی ہیں۔

مردوں میں یہاں کسی قسم کا ماتمی لباس مروّج نہیں اور نہ ہی عورتوں میں تھا۔ مگر اب ماتم کے اظہار میں عورتیں زیور اتار دیتی اور سفید کپڑے پہن لیتی ہیں۔

پردہ

مدنی عورتیں پردہ کی سخت پابند ہیں۔ کپتان رچرڈ سیاح (انگریز) کا بیان ہے کہ میں نے سوائے حبشی لونڈیوں کے ایک بار بھی مدینہ میں کسی عورت کا منہ نہیں دیکھا اگر عورتیں اپنے رشتہ داروں سے مصافحہ کرتی بھی ہیں تو اپنے ہاتھ کے گرد رومال لپیٹ کر یا برقع کے کنارے سے انگلیاں ڈھک کر کرتی ہیں اور کسی حالت میں اور کسی بہانہ سے اپنا جسم برقع سے باہر نہیں کرتیں اور ذرہ بھر بھی اپنا چہرہ نہیں دکھاتیں۔

عربی بچوں کی بے باکی تاریخ کی روشنی میں

یہی انگریز سیاح بیان کرتا ہے کہ عربوں کے بچے بڑے دلیر اور بے باک ہوتے ہیں۔ وہ جب باہم لڑتے ہیں تو پتھروں اور لکڑیوں سے کام لیتے ہیں سب سے پہلے ان کی نظر ہتھیاروں پر پڑتی ہے۔ ہمارے کمرے میں پانچ پانچ برس کے لڑکے گھس آئے ایک نے میرے پستولوں میں سے بھرا ہوا پستول اٹھا لیا۔ اور دوسرے لڑکے کے سر پر دے مارا، خوش قسمتی سے

وہ میسر نہوا اور نہ مہلک حادثہ ہو جاتا یہ بچے ہتھیاروں کو ایسی تندی سے
دیکھتے ہیں کہ جیسا کہ اٹھارہ اٹھارہ برس کے نوجوان دیکھیں۔ ایک سات سالہ
بچہ میرے زخمی پاؤں پر پاؤں رکھ کر کھڑا ہو گیا۔ جب میں نے اسے کہا
کہ ہٹ جاؤ تو وہ بولا کہ میں اپنے باپ کی تلوار لا کر تمہارا گلا ایک کان
سے دوسرے کان تک کاٹ ڈالوں گا۔ ایک چھ برس کا لڑکا آکر
میرا حقہ پینے لگ گیا اور دھوئیں کے بڑے بڑے کش نکالنے لگا۔
میں نے مذاقاً حقے کی نے سے اسے ناپنا شروع کیا اور کہا دیکھوں تو
تمہارا قد اس نے کے برابر ہے بھی کہ نہیں۔ میری یہ حرکت دیکھ کر
وہ غصے سے نیلا پیلا ہو گیا۔ نے میرے ہاتھ سے پکڑ کر زمین پر دے
ماری۔ میری طرف سے بڑی خشمناک تیز نظر سے دیکھنے لگا۔ اور
ایسا غضبناک ہوا کہ غصہ سے اس کی آنکھوں سے سرخ شعلے
نکلتے تھے۔ لڑکوں کی یہ بے باکی اس وجہ سے ہے کہ والدین ان
کو شوخی پر مارتے اور جھڑکتے نہیں۔ یہی سبب ہے کہ وہ بڑے
بے باک ہوتے ہیں۔ آج کل حجازی لڑکے سائیکلوں پر پورٹیبل ریڈیو
لگائے پھرتے ہیں۔

مدینہ میں ہندی و سندھی

"کتاب سفر دار المصطفےٰ" میں لکھا ہے کہ مدینہ میں ہر قوم اور ملک

کے مسلمان آباد ہیں کیونکہ ان کا اعتقاد ہے کہ اس شہر مقدس میں مرنے سے وہ داخل جنت ہو جائیں گے۔ یہاں سندھی لوگوں کے سو خاندان بستے ہیں۔ جو اپنی بزدلی۔ کم ہمتی اور مردانہ صفات کی کمی کی وجہ سے بہت ہی حقیر و ذلیل ہو رہے ہیں۔ بلوچ اور افغان لوگوں کی یہاں عزت کیجاتی ہے۔

مدینہ میں پاکستانی و ہندوستانی آباد کاروں کی اتنی تعداد نہیں ہے جتنی کہ مکہ معظمہ میں ہے۔ تاہم مدینہ کے بازاروں میں زبان اردو سنی جاتی ہے۔ پاکستانیوں نے اپنی خاص پوشاک یہاں بھی قائم رکھی ہے ہندوستانی عورتیں یہاں کھلے منہ پھرتی اور نہایت تنگ اور چست پاجامے پہنتی ہیں اس سبب سے اور دیگر وجوہات سے عرب اُن سے بھی حقارت سے پیش آتے ہیں مدینہ میں اُن کی چھوٹی چھوٹی دکانیں عطاری بزازی اور دوا فروشی کی زیادہ ہیں۔ جدہ اور مکہ میں ہندوستانی مفلس لوگ جس قدر مصیبت برداشت اور فاقہ کشی کرتے ہیں۔ وہ بات مدینہ میں بالکل نہیں۔ مدینہ کے پاکستانی و ہندوستانی فارغ البال ہیں۔

اب تک پاکستانیوں نے اس ملک میں رہ کر اپنے خصائل و اطوار میں بہت کچھ اصلاح کر لی ہے اور اب وہ عربوں کی نگاہ میں عزت سے دیکھے جاتے ہیں۔ کپتان رچرڈ نے جو ہندوستانی عورتوں کی نسبت چبھتی سی کہی ہے وہ تمام ہندوستانیوں پر عائد نہیں ہو سکتی ہندوستان

ہیں بھی عورتیں کھلے منہ بازاروں میں نکلتی ہیں مگر وہ غریب اور ادنیٰ درجہ کی ہوتی ہیں کپتان مذکور کو اسی طبقہ کی چند عورتیں مدینہ کے کسی بازار میں چلتی پھرتی نظر پڑی ہوں گی اس سے اس نے قیاس کر لیا ہوگا کہ تمام ہندوستانی عورتیں ایسی ہی ہوتی ہیں اور اسکا یہ قیاس کرنا اسی امریکن کے اندازہ کی مانند ہے جس نے محرم میں وارد لکھنو ہو کر شیعوں کو روتے پیٹتے اور سر میں خاک ڈالتے دیکھ کر یہ رائے قائم کر لی تھی کہ ہندوستانی مسلمان تمام دیوانے ہیں اور جوش جنون میں اپنے آپ کو پیٹتے رہتے ہیں۔ حالانکہ مسلمانوں کو ایسے افعال سے کچھ سروکار نہیں۔

مکانات مکاناتِ مدینہ مختلف منزلوں اور حیثیتوں کے ہیں۔ ان میں پتھر زیادہ اور لکڑی کم استعمال کی جاتی ہے افسروں اور تاجروں کے مکانات نہایت عمدہ اور رفیع الشان ہیں۔ مکانات کے صحن بہت بڑے ہوتے ہیں ان میں کنواں اور مختصر باغ بھی ہوتا ہے۔ بالاخانوں میں کھڑکیاں اور جالیاں لٹکا کر انہیں خوب ہوادار بنا دیتے ہیں۔ پاخانہ مکہ کی طرح عرقیوں میں رہتا ہے۔ نہ بھنگی ہیں نہ ان کا کام۔

دو ایک کوچوں کے سوا باقی سب گلیاں تنگ ہیں اور انمیں گرد و غبار نہیں آسکتا کوئی گلی دوکانات سے خالی نہیں کوچہ و بازار دوکانوں سے معمور ہیں۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ مدینہ تجارتی شہر ہے۔

حمام کپتان برٹن کو ایک حمام بہت خوبصورت دکھائی دیا جو اس کی

نگاہ میں قسطنطنیہ کے حمام کا نمونہ نہ تھا۔ مگر مدراسی مسلم سیاح کو ایک حمام بھی خالی از نقص نظر نہ آیا۔ لہٰذا اپنی اپنی خیال اپنا اپنا۔

مسافر خانے

مدینہ منورہ ہیں تین سو اسی رباط (مسافر خانے) ہیں۔ گورنمنٹ کی باسٹھ رباطیں ہیں ہر ایک میں دس سے لے کر پچاس آدمی ملازم ہیں ان کے اوپر ایک نگران مقرر ہے جس کی تنخواہ بیس اشرفی ماہوار مقرر ہے اور مکان سرکاری علیحدہ ملا ہوا ہے کچھ رباطیں حیدر آباد دکن اور دیگر مسلم والیاں ریاست کی بھی ہیں۔ جن میں ان کی ریاست کے باشندے رہ سکتے ہیں یا وہ جن کے پاس اجازت نامہ ہو جنکو اپنے ملک سے روانہ ہونے سے پیشتر حاصل کر لینا چاہیے نگران رباطوں کی نسبت کرایہ کے مکانوں میں زیادہ آرام ملتا ہے۔

مدرسے

دولت علیہ عثمانیہ کیطرف سے کئی ابتدائی مدارس اور مدارس رشیدیہ جاری تھے۔ جہاں عربی ترکی اور فرنچ میں تعلیم دیجاتی تھی ان میں فارغ التحصیل طلباء کو سرکاری ملازمت گیارہ اشرفی ماہوار کی مل جاتی تھی۔ مسجد نبوی میں کئی مدرسے جاری ہیں اور ایک قومی مدرسہ بنام مدرسۃ المقاصد الحمیدیہ لیسنۃ العلوم الاسلامیہ ایک مصری مخیر تاجر نے جاری کر رکھا تھا ان مدرسوں میں دینی تعلیم ہوتی ہے۔ عقائد و فقہ اور علم مباحثہ و ریاضی بھی سکھایا جاتا ہے۔ قرآن مجید قواعد تجوید کے ساتھ پڑھاتے ہیں اور علم نحو کی

بھی تعلیم کرتے ہیں۔ ۱۳۳۱ھ میں سرکار ترکی نے مدینہ یونیورسٹی کے قیام کا اعلان کیا تھا جو وعدہ اب پچاس برس بعد شاہ سعود کے ہاتھوں پورا ہونے والا ہے۔

کتب خانے

مدینہ منورہ میں دو بڑے کتب خانے ہیں (۱) مدرسہ محمودیہ جو باب الرحمتہ و باب السّلام کے درمیان ایک عالیشان عمارت ہے (۲) کتب خانہ شیخ الحرم جو خارج باب جبرائیل پر ایک مشہور عمارت عالیشان گنبد کے نیچے ہے۔

اول الذکر کتب خانہ بعد نماز ظہر کھلتا ہے ہر دو میں کتابیں آئینہ دار الماریوں میں قرینے سے رکھی ہیں۔ فہرست کتب بھی موجود ہے کون سی کتاب چاہو مکلف فرش پر بیٹھ کر پڑھنے اور نقل کرنے کو مل جاتی ہے۔

حرم نبوی میں بھی ہر دو مذکورہ دروازوں کی دیوار سے لگی ہوئی بہت سی صندوق نما الماریاں ہیں۔ جن میں حرم شریف کی وقف شدہ کتب و قرآن مجید رکھے ہوئے ہیں۔ بازاروں میں بھی استمبول مصر بیروت کی طبع شدہ کتب عربی بقیمت مناسب دستیاب ہو جاتی ہیں۔

مزوّرین

مکہ معظمہ میں جو کام معلّمین و مطوّفین کرتے ہیں وہی یہاں مزوّرین سرانجام دیتے ہیں یعنی زائرین کو زیارت کرانا اور صلوٰۃ وسلام پڑھانا مزور ہر قوم اور ہر ملک کے لئے

الگ الگ ہیں ان کے فرائض حسب ذیل ہیں۔

(۱) پنجوقتی نماز کے بعد صلوٰۃ وسلام پڑھانا (۲) شہر کی اندرونی و بیرونی زیارات پر لے جانا۔ (۳) مکانات کرایہ پر لے دینا۔ (۴) چلتی دفعہ بس کرایہ پر کر دینا (۵) الوداعی سلام پڑھانا۔

یہ مزورین مکی مطوفین سے زیادہ خوش خلق ہوتے ہیں مسافروں کو وہ جسقدر آرام پہنچاتے ہیں اس کے عوض ان کو جتنا دیا جائے کم ہے۔

شفاخانہ

اوقاف عثمانیہ سے ایک شفاخانہ باب السلام کے سامنے تھا جہاں غربا و مساکین کا علاج مفت کیا جاتا ہے۔ ایک لاکھ سالانہ خرچ تھا۔ انگریزی طریقہ پر علاج نہایت احتیاط سے کیا جاتا تھا۔ اسپتال کی صفائی بہت اچھی تھی۔ مکان دو منزلہ اور ہوادار تھا۔ اگر مریض قضاء الٰہی سے فوت ہو جائے تو اس کی تجہیز و تکفین سرکاری طور پر ہوتی تھی۔ مگر انگریزی علاج کو ابھی قبولیت عام حاصل نہیں ہوئی لوگ دیسی ادویہ کو پسند کرتے ہیں۔ اب سعودی دواخانے بھی جاری ہیں۔

انگریزی دواخانے

یہاں دو انگریزی دواخانے بھی تھے۔ ادویہ کے نام فرانسیسی زبان میں تھے۔ مہتمم مدرسہ طبیہ قسطنطنیہ کے سند یافتہ تھے۔

ڈاک خانہ اور تار گھر

صرف ایک ہی ڈاک خانہ اور تار گھر

ایک ہی منزل میں نیچے اوپر ہے. فروخت کنندہ خود ہی خطوں پر ٹکٹ لگا کر رکھ لیتا ہے ۔لیٹر بکس کا رواج نہیں ۔تار وصول کرنے کیلئے دو شخص مامور ہیں ایک عربی تاروں کے لئے اور دوسرا فرنچ یا انگریزی کے لئے ۔تار کے لئے کسی فارم کی ضرورت نہیں صرف ایک کاغذ پر لکھ دینا کافی ہے ۔اہلکار آزادانہ کام کرتے ہیں کوئی دباؤ ڈال کر اُن سے فوراً کام نہیں لے سکتا ۔مدینہ جیسے شہر میں جہاں زائروں کا ہجوم رہتا ہو ۔ایک ڈاک خانہ اور تار گھر بہت ناکافی ہے ۔

سواری کی گاڑیاں

گاڑیاں سواری کے لئے دو قسم کی ہیں ۔ (۱) فٹن یعنی وکٹوریہ (چار پہیہ) جن میں چار آدمی بخوبی بیٹھ سکتے ہیں (۲) خچر کی گاڑیاں (دو پہیہ) جن میں اندر چھ آدمیوں کی اور باہر دو کی گنجائش ہوتی ہے ۔ایک تو سڑکوں کی حالت اچھی نہیں اور دوسرا ان پر عرب بے تحاشا خچروں کو دوڑاتے ہیں اس لئے ٹمٹم کی سواری شغدف سے بھی زیادہ خطرناک ہو جاتی ہے ۔البتہ فٹن کی سواری میں ایسا خطرہ نہیں ۔

سواری کے جانور

تھوڑے سفر کے لئے گدھے اور خچر عام سواری کے جانور ہیں ۔اور ان کی سواری گاڑیوں کی نسبت آرام دہ ہے گھوڑے بھی کسے کسائے مل جاتے ہیں زین دار اور پالان پوش ۔چونکہ دونوں کے کرایہ میں تھوڑا فرق ہوتا ہے ۔اسلئے کم مشق آدمی کو وہاں رکابدار زین ہی کی سواری کرنی چاہیے ۔

جو آرام دہ اور بے خطر ہے۔

عربی گھوڑے جو دنیا میں مشہور ہیں وہ بوجہ بڑے قیمتی ہونے کے امرائے عرب ہی کی قسمت ہیں۔ عربی گھوڑے دوسروں سے کم سرکش اور زیادہ جفاکش ہوتے ہیں۔ یہ پورے چوبیس ۲۴ گھنٹے چل سکتے ہیں اور ساٹھ میل تک سوار کو ایکدن میں لے جاتے اور مہینوں ایسی منزلیں طے کر سکتے ہیں یہ رہوار نہ صرف سیرت میں بلکہ صورت میں بھی یورپ کی بہترین نسلوں پر فوقیت رکھتے ہیں۔ عراق۔ یمن اور نجد ان کی منڈی ہے۔

اُونٹ ریگستان کا جہاز مشہور ہے یہ عرب میں بڑے کام کی چیز ہے۔ صحرائے بے آب و گیاہ میں چلنا اور کئی کئی روز بغیر خوراک کے سینکڑوں من بوجھ اُٹھائے سفر کئے جانا اسی جانور کا خاصہ ہے۔ اور لق ودق بیابان میں طے منازل میں اور کوئی چارپایا اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ لاریوں کے استعمال سے پہلے حجّاج و زائرین حرمین شریفین اس طاقتور اور جفاکش جانور کے بہت ہی مرہون منت رہے ہیں۔ کیونکہ یہ اسی کی طفیل وُہ جدہ سے مکّہ اور مکّہ سے مدینہ کی طویل منزلیں بآسانی طے کر لیتے تھے اور جب اُن کی پشتوں پر خیمے بناتے ہیں تو جنگل میں منگل دکھائی دیتا ہے۔ سنئے مولانا جامیؔ مدینہ کے شوق سفر اور بحر ریگ رواں میں اس مفید صحرائی جہاز کا کیسے دلکش پیرایہ میں ذکر کرتے ہیں ؎

بانگِ رحیل از قافلہ برخاست خیز اے ساربان — رخت بنہ بر راحلہ آہنگ رحلت کن رواں

بندش ز زانو برکشا بہر حدی برکش نوا — ساز از نوائے جانفزا بر وے سبک بار گراں

ناقہ ز الحانِ عرب آسودہ از رنج و تعب — طے میکند با صد طرب یکروزہ رہ در یکزماں

تیہے بغایت پرخطر خالی ز راہ و راہبر — نے دزد و از جنے اثر نے دد و از انسے نشاں

ہست از سراب نو بنو بحرِ شگرف و سو بسو — صد کشتی از ناقہ درو جاری شدہ بے بادباں

بستہ بہر یک محملے بنشستہ در وے مقبلے — در پے حدی کن بیدلے خوش لہجہ شیریں زباں

من ہم بفقر و فاقہ خوش در خیل اشیاں ناقہ کش — ناقہ کش اما ناقہ وش باشد بدست داعیاں

نے ہیچ جا منزل مرا نے دل بکس مائل مرا — من ناقہ را دل سر بسوئے حریمِ دلکشاں

یارب مدینہ است ایں حرم کز خاکش آید بوئے جاں

یا ساحت باغ ارم یا عرصہ روض الجناں

تبرکات مدینہ

مدینہ منورہ سے مندرجہ ذیل تبرکات زائرین ہمراہ لاتے ہیں۔ (۱) خاک شفائے صحرائے مدینہ کی ایک خاص مٹی جس کی ٹکیاں دو آنہ کے حساب سے ملتی ہیں۔ ایک سیاح نے اس خاک شفا کو ہیضہ اور دردزہ میں آزما کر اکسیر پایا ہے۔ (۲) حجرۂ مبارک کی خاک پاک جو بمشکل دستیاب ہوتی ہے۔ (۳) صندل (۴) مہندی (۵) سات کنوؤں کا پانی (۶) حضور کے معجزہ سے جلی ہوئی گٹھلی سے پیدا شدہ درخت کی کھجور (۷) بیدانہ (۸) وہ روغن زیتون جو روضہ مقدسہ میں جلتا ہے۔ (۹) ان موم بتیوں کے ٹکڑے جو بیرونی حجرۂ شریف میں جلتی ہیں۔ (۱۰) غلاف روضہ مطہرہ کا ٹکڑہ اگر ہاتھ آجائے

(۱۱) مسواک مدینہ منورہ۔

مہریں مدینہ منورہ کے مہر کند بڑے جا بکدست ہیں۔ پانچ منٹ میں نام اور نقش و نگار کندہ کر کے مہر حوالہ کر دیتے ہیں اور صرف ایک روپیہ چارج کرتے ہیں جو معمولی اجرت ہے اور مزہ یہ ہے کہ مہر پر پہلے لکھتے بھی نہیں ایکدم الٹا کھودنا شروع کر دیتے ہیں۔

شغدف اور شبری لمبا سفر آرام طے کرنے کے لئے اونٹ کے پالان پر دو کھٹولے پانچ پانچ فٹ لمبے کس کر اس کی دونوں پسلیوں کے برابر لٹکا دیتے جاتے ہیں پھر اون کھٹولوں کی بیرونی طرف درختوں کی ٹہنیاں لگا کر اور ان کو باہم گول ملا کر اور چٹائی۔ قالین یا کوئی اور کپڑا منڈ دیا جاتا ہے اس طرح اونٹ پر ایک بنگلہ سا بن جاتا ہے جسے شغدف کہتے ہیں اسی کو شاہانہ طور پر مزین آراستہ کر لیں تو محمل بن جائے شغدف کا دروازہ آمدورفت اونٹ کی گردن کی طرف ہوتا ہے اور ہوا کے لئے دم کی جانب۔ شغدف بڑی آرام دہ چیز ہے۔ اس میں سو سکتے ہیں دونوں طرف وزن برابر رکھنا چاہیئے۔ لیکن آجکل اس کا رواج بالکل بند ہے۔ موٹروں لاریوں کا زور ہے۔

شبری جھولے یا گھوارے کا نام ہے اونٹ کی ہر دو جانب دو من اسباب کس کر اسکو اوپر باندھ دیتے ہیں دو آدمی بستر لگا کر بخوبی بیٹھ سکتے ہیں لیکن سو نہیں سکتے۔ شغدف سے کم آرام دہ چیز شبری ہے۔

ترکی عہد کے مدینہ منورّہ میں پُر رونق مہینے

ماہِ ربیع الاوّل | ربیع الاوّل وہ مبارک مہینہ ہے جس میں حضور علیہ السّلام دنیا میں تشریف لائے۔ اسی تقریب پر بارہویں کو مدینہ منورّہ میں عید میلاد بڑی دھوم دھام سے منائی جاتی تھی۔ صحن مسجد نبوی میں ایک چوبی منبر رکھا جاتا۔ اس کے سامنے اعیانِ شہر و حکام قرینے سے بیٹھتے۔ چاروں طرف افسرانِ فوج کھڑے رہتے تھے۔ کل مکانِ شہر اور مضافات کے رہنے والے بڑے خلوص سے شامل ہوتے تھے۔ درمیان منبر و حاضرین بہت سے مرصّع بخوردان رکھے جاتے تھے جن میں بخور عنبرین جلایا جاتا تھا۔ اغواتِ حرم بھی دست بستہ ایستادہ ہوتے تھے۔ متعدد خطیب یکے بعد دیگرے ذکر ولادت سرورِ کائنات سے حاضرین کو محظوظ کرتے آخر میں سلام پڑھنے کے لئے ویسے ہی قیام کرتے تھے۔ جیسا کہ ہمارے ہاں بھی حنفیوں میں رواج ہے۔ عجب دل کش اور اسلام کی شان بڑھانے والا منظر ہوتا تھا۔ اس کے بعد حاضرین کی مفرّح شربت اور نقل بادام سے تواضع کی جاتی تھی جو خاص طور پر قسطنطنیہ سے بن کر آتا تھا۔ خطیب کو پانچ پارچہ کا خلعت دیا جاتا۔ اور بڑی شان و شوکت سے یہ مجلس مبارک ختم ہوتی۔

رجب المرجب | یہ مہینہ ہے جس کی تاریخ ۲۷ کو حضور ؐ

کو معراج جسدی ہوئی۔ جسکا ذکر دو جگہ قرآن شریف میں ہے اس روز بھی مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں اسی طرح مجلس منعقد کیجاتی تھی جسطرح کہ عید میلاد النبی کے دن۔

رمضان المبارک

رمضان شریف کا تمام مہینہ اہل مدینہ منیب روزہ دار ہوتے ہیں نماز تراویح سے فارغ ہوئے تو مسجد نبوی کے میناروں پر چڑھ کر ذکر و تسبیح میں مشغول ہو گئے۔ اور حسن صوت سے سامعین کو محظوظ کرنے لگے۔ سحری اور افطار کے وقت ترکی قلعہ سے توپیں چلتی ہیں۔ تمام دن بازار بند رہتے ہیں اور رات کو کھلتے ہیں۔ مسجد نبوی میں کل تین ختم قرآن ہوتے ہیں۔ ۲۵ کو مالکیؒ کے مصلے پر ۲۷ کو شافعیؒ اور ۲۹ کو حنفیؒ مصلے پر ختم ہوتا ختم میں شیخ الحرم بنفس نفیس شریک ہوتے تھے۔ اور سب ملکر حضور علیہ السلام پر درود و سلام پڑھتے۔

شوال المکرم

یہ عید الفطر کا مہینہ ہے روزہ داروں اور تراویح پڑھنے والوں کے لئے عید ہے۔ مسجد نبویؐ میں جب خطیب صاحب۔ خطبہ ختم کر کے منبر سے نیچے اترتے ہیں تو ترکی قلعہ سے ۲۱ توپوں کی سلامی ہوتی۔ اس ماہ سعید میں عجیب منظر اور شان اسلامی کا ظہور ہوتا تھا۔ یہاں مسلمان تین روز عید مناتے اور ایک دوسرے کے گھر عید ملنے جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تمہیں ہر سال عید مبارک ملے ہر روز کے واسطے ملاقات کے جدا جدا محلے مقرر ہیں۔ جس کے

ہاں عید مبارک کہنے جاتے ہیں وہ شیرینی سے تواضع کرتا ہے۔

مدینہ منورہ میں غالب مذہب حنفی ہے

کپتان رچرڈ اپنے سفرنامہ میں لکھتا ہے "جس طرح تمام دنیائے اسلام میں حنفیوں کی کثرت ہے اسی طرح مدینہ میں بھی سب سے زیادہ احناف ہی آباد ہیں ان سے دوسرے درجے پر شافعی مذہب کے لوگ ہیں جو کچھ تو مدنی ہیں اور باقی تمام بدوی باہر قصبوں میں رافضی اور خارجی بھی آباد ہیں۔ پھر رافضیوں کے متعلق لکھتا ہے کہ جب سے ایک ایرانی نے بظاہر چڑھاوے اور نذرانے کے طور پر خوبصورت دوشالہ پھینک کر (حضرت) ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی قبور کو ناپاک کرنے کی کوشش کی تھی۔[1] جبھی سے عرب ایرانیوں کو نہایت نفرت اور حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں اور مکوں وغیرہ سے ان کی تواضع کرتے رہتے ہیں اور عمرؓ کی قبر کے پاس کھڑا کر کے کہتے ہیں کہ "اے خنزیر عمرؓ کے نام پر فاتحہ پڑھ کر ان کی جدوجہد اسلامی پر مرحبا کہہ"

[1] متعصب شیعہ اس جرات کی بڑی تعریف کرتے ہیں شیراز میں جو شخص فخریہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابوبکرؓ عمر و عثمان میں سے کسی ایک کی بے ادبی کی ہے تو عوام اس کو بڑا بہادر اور شیر سمجھتے ہیں۔ بعض وقت شیعہ بیت اللہ میں بھی ایسے سفیہانہ کام کر کے مرتکب ہو جاتے ہیں ایسے موقعوں پر عرب تلوار سے مسلح ہو کر ایرانیوں کو قتل کر دیتے ہیں۔

یہ رافضی لوگ شیطان کی طرح جبین بجبیں ہو کر اپنے محسود ابوبکرؓ و عمرؓ کی قبر پر فاتحہ پڑھتے ہیں یا وہاں سے گذر جاتے ہیں اس موقع پر ان کا منہ تو دعاؤں سے بھرا ہوتا ہے اور ان کے دل اندر سے لعن وطعن کرتے ہیں۔"

الغرض مدینہ میں مذہب اہل سنت والجماعت کا زور ہے اور ان میں حنفی مسلمان بکثرت ہیں ان کا مصلّے خاص محراب نبوی ہے۔ مسجد نبوی میں تین جمعے[1] حنفی خطیب خطبہ پڑھتے ہیں اور ایک جمعہ شافعیؒ۔ مالکی خطیب کو جمعہ میں حصہ نہیں اور حنبلی خطیب ہی ندارد ہے۔ حنفیوں کو جو حرمین شریفین اور دیگر بلاد اسلامیہ میں وجاہت حاصل ہے اور کسی کو نہیں اکثر سلاطین اسلام ملت حنفیہ ہی کے حلقہ بگوش رہے ہیں۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاءُ واللہ ذو الفضل العظیم ۞ آجکل صرف سعودی خطیب جو حنبلی ہوتے ہیں خطبہ و وعظ کہتے ہیں۔

مدینہ منورہ میں سات اور متبرک کنوئیں

اختصار کو مد نظر رکھتے ہوئے ہم ذیل میں ان سات متبرک چاہات مدینہ کا نقشہ درج کرتے ہیں جو شفاء الامراض کے لئے مشہور ہیں۔ اور

[1] اب ابن سعود ظالم نے ان مصلوں کو اٹھوا کر اپنے عقیدے کا امام وہاں مقرر کیا ہے۔

زائرین ان ساتوں کا پانی تبرکاً ہمراہ لے آتے ہیں۔

نمبر شمار	نام چاہ	محل وقوع	کیفیت
۱	بیر عریس یا بیر خاتم اسے بیر الغلات بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ حضورؐ کا ذہن مبارک اسمیں ملنے سے اس کا پانی شیریں ہو گیا تھا۔	مسجد قبا کے پاس ایک باغ میں جو مغرب کو ہے	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت میں صحابہ کرام اس کی منڈیر پر کنوئیں میں پاؤں لٹکا کر بیٹھا کرتے تھے حضرت عثمانؓ اپنے عہد خلافت میں اسی طرح بیٹھے تھے کہ وہ انگوٹھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کو بحیثیت خلیفہ پہنچی تھی اس میں گر گئی اور بڑی تلاش سے بھی نہ ملی اس واقعہ سے اس کا نام بیر خاتم مشہور ہو گیا۔ آجکل غیر آباد ہے۔
۲	بیر الغرس	مسجد قبا سے شمال مشرق کو بقدر نصف میل	یہ بھی بہت بڑا کنواں ہے حضورؐ نے اسکے کنارے بیٹھ کر وضو کیا ہے آپکو غسل بھی حسب وصیت اسی چاہ سے دیا گیا تھا۔
۳	بیر رومہ تم بیر عثمانؓ (پہلے اسے قلیب مزنی بھی کہتے تھے۔	وادی عقیق میں مسجد قبلتین سے شمال کی طرف ۵ میل از مدینہ۔	جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو صرف اس چاہ کا پانی میٹھا تھا یہودی اس کا مالک پانی قیمت لیکر دیتا تھا مسلمانوں کو بڑی تکلیف تھی آخر عثمان غنیؓ نے اسے بیس۲۰ ہزار درہم پر خرید کر اسے مسلمانوں کیلئے وقف کر دیا اور حسب ارشاد نبوی آب کوثر کے مالک

نمبر شمار	نام چاہ	محل وقوع	کیفیت
			بن گئے۔ آہ باغیوں نے اس مسلمانوں کے سیراب کرنیوالے خلیفہ کو پیاسا شہید کر دیا۔
۴	بیر بضاعہ نخیل (کھجوروں کے باغ) میں ہے۔	مدینہ کے شمال مغربی دروازہ کے باہر جبل اُحد کے راستہ کے دائیں طرف	اس کنوئیں کے پانی کی تاثیر مشہور ہے کہ تین روز کے غسل سے بیمار کو شفا ہو جاتی ہے۔
۵	بیر بُصّہ	قریب جنت البقیع جانب چپ براہ مسجد قبا۔	مسجد مائدہ کی زیارت کو جاتے ہوئے یہ کنواں راستہ میں پڑتا ہے ایک باغ میں واقعہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس سے نہایا کرتے تھے اور اس کے پانی کو آپ نے جسم کیلئے صحت بخش فرمایا ہے۔
۶	بیر حاء	باب مجیدی کے باہر در باغ ستیانا حضرت طلحہ رض	اس کنواں کے سامنے امیر بخارا کا تکیہ ہے حضور علیہ السلام اس کے درختوں کے سایہ میں بڑے شوق سے آرام فرمایا کرتے تھے۔
۷	بیر عہن	مسجد قبا کے مشرق میں مسجد الشمس کی راہ میں درمیاں باغ	

قبۃ الرؤس وہابیہ اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اسجگہ ابن عبدالوہاب الملقب بہ شیخ نجدی کے وہابی گروہ کی کھوپڑیوں کا مدفن ہے۔ یہ قبہ باب عنبریہ کے باہر اور رقبہ حضر کے درمیان واقعہ تھا۔ دوبارہ آل سعود کے اقتدار حاصل کرنے کے بعد اس کو مسمار کر دیا گیا۔

جھگڑا مٹانے کا طریق

مسلمانوں کو حکم ہے کہ جب قرآن شریف پڑھا جائے تو چپ ہو جائیں اور اسے سنیں پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے کی ان الفاظ میں اللہ تعالیٰ کیطرف سے تاکید ہے اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا یعنی بالتحقیق اللہ اور اس کے فرشتے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) پر درود بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو تم بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام بھیجو جیسا کہ بھیجنے کا حق ہے پس حکم الٰہی سن کر ہر مسلمان پر فرض ہو جاتا ہے کہ جب اسے نبی کریم علیہ السلام والتکریم پر درود بھیجنے کا حکم ہو تو سب کام چھوڑ کر مشغولِ درود ہو جائے۔ مدینہ منورہ حضور علیہ السلام کا شہر ہے۔ اس حکم کی تعمیل وہاں نہ ہو تو اور کہاں ہو۔ اسلئے وہاں یہ طریقہ جاری ہے کہ جب دو شخص آپس میں لڑتے

جھگڑتے ہوں اور ان کے جھگڑے کا کسی طرح خاتمہ ہی نہ ہو تو ایک شخص اُٹھ کر کہہ دیتا ہے کہ صلّ علی النبیّ یعنے نبی کریمؐ پر درود پڑھو پھر مجال نہیں کسی مسلمان کی کہ اس ارشاد کی تعمیل کے لئے ہمہ تن مصروف نہ ہو جائے۔ پس بہ واجب الاذعان حکم سن کر متخاصمین اپنے دست و زبان کو روک لیتے اور مشغول درود و سلام ہو جاتے ہیں اور گلے مل کر اپنے عارضی پیدا شدہ عناد و مخاصمت کو محو خاطر کر دیتے ہیں ؎

پڑھو مومنو مصطفٰے پر درود　　محمدؐ حبیب خدا پر درود

صلی اللہ تعالیٰ علےٰ خیر خلقہٖ محمدٍ والہٖ واصحابہٖ واہل بیتہٖ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین

غمی شادی کی رسمیں

مدینہ میں شریعت اسلامیہ نافذ ہے۔ اسلئے اسکے خلاف کون کر سکتا ہے۔ لڑکے والا جا کر لڑکی والے سے رشتہ کر آتا ہے۔ مہر حسب حیثیت باندھا جاتا ہے حسب بیان کپتان برٹن معززین و شرفا شہر کی لڑکیوں کا مہر تین سو پونڈ بندھتا ہے اور چونکہ اس کا نصف فوراً ادا کر دینا ہوتا ہے۔ اس لئے مدنی اکثر بڑی عمر میں شادی کرتے ہیں۔ قاضی لڑکی کے وکیل کے ذریعے جو اسکا قریبی رشتہ دار ہوتا ہے عقد نکاح باندھنے سے پہلے لڑکی کی رضامندی حاصل کر لیتا ہے نکاح کے بعد عریس اپنی عروسہ (دولہن) کے گھر جاتا ہے۔ پھر زفّہ (یعنی رونق

جلو میں) کے ساتھ حرم نبوی میں زیارت کر کے دُلہن دُلہا کے گھر آ کر آباد ہو جاتی ہے۔ دعوت ولیمہ عریس (دولہا) کا باپ اپنے مکان پر رشتہ داروں اور دوست و احباب کو دیتا ہے۔

میت

کی رسم بہت ہی سادہ ہوتی ہے۔ نہ ندّابہ (کرایہ پر رونے والی عورت) نہ کوئی رشتہ دار عورت دفن کے وقت موجود ہوتی ہے۔ مرد تو ایک طرف لڑکوں کو چلا کر رونا بھی معیوب خیال کیا جاتا ہے۔ عرب ایام شیر خواری ہی سے مرد ہوتا ہے۔ ہر اہل سنّت والجماعت کا جنازہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روئے مبارک کے سامنے لا کر رکھ دیتے اور محراب عثمانی میں نماز جنازہ پڑھ کر جنت البقیع میں دفن کر دیتے ہیں۔

مدینہ میں مروجہ زبان

مدینہ میں کیا کل حجاز و سرزمین عرب کی زبان عربی ہے۔ اور یہ اسی زبان کو قبول عام حاصل ہے کہ جہاں جہاں عرب آباد ہوئے وہاں کے باشندوں نے اپنی زبان چھوڑ کر عربی کو اپنی مادری زبان بنا لیا۔ جیسا کہ اہل مراکش و مصر نے کیا ہاں اس اختلاط کا یہ اثر ضرور رہا کہ عربی میں زبان کی قدیمی فصاحت اور لہجہ قائم نہ رہا۔ چنانچہ جہاں عربوں سے عجمیوں کا زیادہ میل ملاپ ہے۔ وہاں تلفظ بدل گئے ہیں قاف کی جگہ گاف استعمال ہونے لگا جقی (میرا حق) کی بجائے ہگی مروّج ہو گیا ہے وغیرہ پھر بھی

مدینوں کی عربی (گو وہ بدویوں جیسی فصیح نہیں) قاہرہ اور مسقط کی عربی سے جو بہت بگڑ گئی ہے بہت اچھی ہے۔ مدینہ کے بازاروں میں ترکی فارسی اور اردو بھی کچھ نہ کچھ بولی اور سمجھی جاتی ہے مگر سیاح کو ضرور اسماء الاشیاء سے واقف ہونا چاہیئے۔ تاکہ اسے دقت نہ پیش آئے ؂

مدینہ میں سزائے جرائم[1]

مدینہ میں احکام شرعی کے مطابق مجرموں کو سزا دی جاتی ہے۔ زانی اور زانیہ کے لئے اگر بیاہے ہوں تو سنگسار کرنے کی ورنہ سو دُرّہ لگانے کی سزا مقرر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مکّہ اور جدّہ کیطرح یہاں بھی فاحشہ عورتیں نہیں چھوٹے چھوٹے جرموں پر بھی دُرے لگائے جاتے ہیں اگر وہی جرم دوبارہ کیا جائے تو مجرم کو شہر سے جلاوطن کر دیتے ہیں مدینہ کی عورتیں بہت عصمت مآب عفت انتساب ہیں وہ صرف بیاہ شادی دعوت ختنہ زیارتوں کے لئے باہر نکلتی ہیں۔ گھروں میں خانگی کام انجام دیتی رہتی ہیں۔ اس بارہ میں ان کا اخلاق انگریزی عورتوں سے اچھا ہے۔ مدینہ میں شراب نہیں بکتی نہ کوئی مدنی شراب پیتا ہے "میں (کپتان برٹن) جب تک مدینہ میں رہا صرف ایک بوتل پر قناعت کی۔ میں نے بوتل کو رنگ کر اس میں خوشبو ڈال کر اسطرح بنا لیا تھا کہ بالکل دوائی کی بوتل معلوم ہوتی تھی"۔

[1] الفضل بما شہدت بہ الاعداء یہ مضمون تمام کپتان برٹن کے سفرنامہ سے ماخوذ ہے۔

حضرت شیخ سعدی کا یہ مقولہ کیسا صادق ہے ؎

چوں بود اصل گوہرے قابل | تربیت را درو اثر باشد
ہیچ صیقل نکو نداند کرد | آہنے راکہ بدگہر باشد
خر عیسے اگر بمکہ رود | چوں بیائد ہنوز خر باشد

آہ کپتان برٹن! ہم تجھے واقعی بدقسمت کہیں گے کہ اسلام کی پاک تعلیم کے نمونے تو نے بچشم خود دیکھے. اس کی خوبی کا قائل ہوا. مگر افسوس تو مسلمان نہ ہوا۔

مدینہ میں غلاموں سے سلوک

اسلام سے پہلے دنیا میں غلام بدترین حالت میں تھے ان سے جانوروں کا سا سلوک کیا جاتا تھا اور ان کا کوئی حق مسلم نہ تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ سے ارشاد فرمایا کہ غلام تمہارے بھائی ہیں. خدا نے ان کو تمہارا زیردست بنایا ہے پس ان کو وہی کھلاؤ جو خود کھاؤ۔ وہی پہناؤ جو خود پہنو اور مشکل کام دے کر انہیں تکلیف نہ دو بلکہ خود ان کا ہاتھ بٹاؤ۔ ایک مسلمان اپنے غلام کو مار رہا تھا. حضورؐ نے دیکھ کر اسے آواز دی "کہ جان لے حق تعالٰے اس سے زیادہ قدرت رکھتا ہے جتنی کہ تجھے اس غلام پر حاصل ہے" یہ سن کر اس نے توبہ کی اور غلام کو آزاد کر دیا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اگر تو اسے آزاد نہ کرتا تو آگ تجھ پر لازم ہو جاتی "

جب حضور علیہ السلام نے تبلیغ رسالت کی تو بہت سے اشخاص غلامی

کی حالت میں کفار کے پاس گرفتار بلا تھے حضرت ابوبکر صدیق رضؓ و دیگر متمول صحابہ رضؓ نے ان کو خرید کر آزاد کرا دیا۔ چنانچہ انہی میں سے ایک بلال رضؓ تھے جن کو حضرت عمر رضؓ سیدی کہہ کر پکارا کرتے تھے۔ شرع میں کئی گناہوں کا کفارہ غلام کی آزادی مقرر کیا ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اسلام مساوات پیدا کرنے آیا ہے نہ کہ لوگوں کو غلام بنانے کے لئے یہ اسلام ہی کی پاک تعلیم کا اثر ہے کہ ہندوستان میں خاندان غلاماں حکمران رہا ہے بردہ فروشی مملکت عثمانیہ میں قانوناً منع تھی۔ مگر مکہ و مدینہ میں لوگ حاجیوں کے لباس میں افریقہ وغیرہ سے غلام لا کر بیچ دیتے ہیں۔ جن کو متمول آدمی خرید کر کھیتی باڑی کا کام کراتے ہیں اور بعض دفعہ نیک چلن اور خوش اطوار غلام کا اپنے خاندان کی کسی لڑکی سے بیاہ بھی کر دیتے ہیں۔ اور اسی طرح خود عورتوں کو آزاد کر کے نکاح میں لے لیتے ہیں۔ برخلاف اس کے اب تک جو مہذب کہلانے والے ملک امریکہ میں غلاموں سے برا سلوک کیا جاتا ہے وہ ناگفتہ بہ ہے بڑی بے رحمی سے انکو مارتے اور اہانت کرتے ہیں۔ ننگا بھوکا چارپایوں کی طرح قید رکھتے ہیں۔ اور طاقت سے زیادہ ان سے مشقت لیتے ہیں اور خاص کر جب کہ وہ سیاہ رنگ کے ہوں تو ان کا آزاد کرنا کار گناہ سمجھا جاتا ہے۔ الحمدللہ کہ اسلام ایسے وحشیانہ سلوک سے بیزار ہے اور ممالک اسلامیہ میں غلام بہت اچھی حالت میں ہیں اور رفتہ رفتہ آزاد ہو رہے ہیں۔

اہالی مدینہ کے ساتھ ترکوں کی مراعات

اہالی مدینہ سے بڑے حسنِ سلوک کیساتھ پیش آتے رہے ہیں اور جس قدر انہوں نے مدینہ والوں کو رعائتیں دے رکھیں ہیں کوئی اور نہیں دے سکتا۔ کپتان رچرڈ جس نے عربی فارسی میں مہارت کامل حاصل کر کے افغانوں کے بھیس میں ۱۸۵۳ء میں سفر حجاز کیا اپنے سفرنامہ میں لکھتا ہے کہ اہل مدینہ پر کوئی ٹیکس یا محصول نہیں ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمسایہ ہونے کی وجہ سے گورنمنٹ ان سے زمین کا لگان بھی وصول نہیں کرتی۔ وہابیوں نے اپنی چند روز حکومت میں مدینوں پر بصورت اجناس وزر نقد ٹیکس لگا دیا تھا۔ اس لئے اہل مدینہ وہابیوں کا نام سنتے ہی ان پر لعن و نفرین کرنے لگتے ہیں۔

علاوہ اس رعائت کے مدینوں کو جو قسطنطنیہ جائیں علیٰ قدر مراتبہم ایک بڑی رقم جسے رقم اکرام کہتے ہیں ملتی ہے اور اس کے چار درجے ہیں۔ (۱) ۹ سو روپیہ کی رقم مدینہ کے سیّد اور اماموں کو عطا کی جاتی ہے (۲) چھ سو روپیہ ہر اس شخص کو دیا جاتا ہے جو مدینہ میں غیر ملکی غریب مسافروں کو اپنے گھر میں اتار کر ان کی مہانداری اور خاطر و تواضع کرے۔ (۳) ساڑھے چار سو روپیہ کا کیسہ زر ہر اس شخص کو دیا جاتا ہے جو مدینہ میں پیدا ہوا اور مدینہ ہی میں بمعہ اہل و عیال سکونت پذیر

ہو۔ (۴) تین سو روپیہ کی تھیلی اس شخص کو عطا ہوتی ہے جو مصر و ہندوستان سے نقل مکان کر کے مدینہ میں جا آباد ہوا ہے۔

آہ! بدنصیب حجازیو تمہاری غداریوں نے تم سے یہ تمام رعایات چھین لیں کاش کہ تم ترکوں جیسے غریب پرور اور محسن قوم سے غداری نہ کرتے اور تم کو یہ روز بد دیکھنا نصیب نہ ہوتا شریف غدار نے ترکوں سے غداری کر کے نہ صرف اپنے آپ کو مصیبت میں ڈالدیا۔ بلکہ حجازیوں کو بھی عرصۂ نامعلوم تک بے شمار تکالیف میں مبتلا کر دیا۔ انا للہ۔

مندرجہ بالا رقمیں قسطنطنیہ میں مدیر الحرم کی تصدیق پر وکیل الحرمین کی معرفت ان لوگوں کو عطا ہوتی تھیں جو قسطنطنیہ جائیں اور جن لوگوں کی باری سفر کرنے کی نہیں ہوتی تھی وہ مدینہ میں رقم اوقاف و صدقات کے آنے کے منتظر رہتے تھے جو ہر سال دمشقی قافلہ کیساتھ مدینہ روانہ کی جاتی تھی۔ یہ رقم درجہ وار جن لوگوں میں تقسیم کی جاتی تھی وہ یہ ہیں:۔ (۱) علماء و مدرسین جو حرم میں وعظ کہتے اور علم دین کی تعلیم دیتے ہیں۔ (۲) امام و خطیب (۳) آل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (۴) فقہا غریب طلباء، ملا اور حفاظ جو لڑکوں کو قرآن مجید پڑھاتے ہیں (۵) عام مساکین مدینہ۔ اہالی شہر اور مہاجرین۔

خزانہ سلطانی سے خدام حرم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو جو تنخواہیں دی جاتی تھیں۔ ان کو میزان پانچ لاکھ روپیہ سالانہ ہے شیخ حرم کو ساڑھے ستر ہزار ماہوار ملتا تھا۔ جو ہمارے ہندوستان کے والسرائے کی تنخواہ سے

کسی طرح کم نہیں اسیطرح درجہ بدرجہ دیگر تمام خادمانِ حرم کے روزینے مقرر تھے جو محل شاہی کے ذریعے سلطانی خزانہ سے سالانہ آتے تھے اور حجاج وزائرین پر کوئی ٹیکس نہیں لگایا جاتا تھا اسی طرح جو ہدایا و تحائف سلطان المعظم کیطرف سے مدینہ میں بھیجے جاتے تھے۔ وُہ بھی تین لاکھ روپیہ کی مالیت کے ہوتے تھے۔

گذشتہ عالمگیر جنگ میں ترکوں کے خلاف بہت سی زبردست دولِ یورپ اُٹھ کھڑی ہوئیں اور انہوں نے عربوں کو ورغلا کر ترکوں کے خلاف کر دیا۔ جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ عرب عراق اور فلسطین کے صوبے ان کی حکومت سے نکل گئے۔ مدینہ منوّرہ کی حرمت کو قائم رکھنے کے لئے ترکوں نے اسے بے لڑے خالی کر دیا اور اس طرح اہل مدینہ ان کثیر التعداد فوائد سے محروم ہو گئے جو ترکوں کی بدولت انہیں حاصل تھے۔

آج کا مدینہ منوّرہ

مدینہ منوّرہ کے شہر میں وہی جاذبیت اور دلکشی موجود ہے جو کہ ہمیشہ سے اس کا خاصہ رہا ہے۔ دنیا کے کسی بھی دوسرے شہر کیلئے اتنے دل نہیں تڑپتے۔ اتنی آہیں نہیں کھینچی جاتیں۔ ہجر و فراق کے قصیدے نہیں کہے جاتے۔ عشاق کی نظروں میں تو محبوب کی ہر شے پیاری ہوتی

ہے لیکن راقم الحروف کا تجربہ ہے کہ جو لوگ خوش اعتقادی میں یقین نہیں رکھتے۔ وہ بھی یہاں پہنچ کر اس شہر کے گرویدہ اور منوالے ہو جاتے ہیں۔ ان کو بھی یہ کہے بغیر نہیں بنتی ہے

خرم آں شہرے کہ آنجا دلبرست!

تمنا ہے درختوں پر تیرے روضہ کے جا بیٹھوں　　قفس جس وقت ٹوٹے طائر روح مقید کا

زندگی کیا ہے مدینے کے کسی کوچے میں موت　　موت پاک و ہند کے ظلمتکدے کی زندگی

یہ ہے مدینہ منورہ ایک نہایت پیارا اور مسکراتا ہوا شہر۔ اس کی فضا نور سے معمور ہے۔ اس کے گلی کوچوں میں پھرنے سے دل کو ٹھنڈک محسوس ہوتی ہے۔ معلوم ہوتا جیسے اپنے اصلی وطن میں چل پھر رہے ہیں حضور علیہ الصلوۃ والسّلام کی حضوری اور قرب کا ہر وقت احساس رہتا ہے اس شہر کو جو فضیلت اور شرف حاصل ہے۔ حضورؐ کی ذات سے ہی ہے آپ نے بھی اس شہر کے لئے بہت دعائیں کی ہیں اور یقین ہے کہ مولا کریم نے اپنے محبوب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش پوری کی ہے اور مدینہ منورہ کو مکہّ معظمہ سے دوگنی برکت عطا کی ہے۔ ساری دنیا میں سّو رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔ اور ان میں سے نوّے مدینہ منورہ پر نازل ہوتی ہیں اور باقی دس تمام دوسرے شہروں میں غور کیجئے کون سا دوسرا شہر ہے جو اس کا مقابلہ کر سکتا ہے۔

شہر مدینہ مکہّ کی طرح پھیلا ہوا نہیں ہے۔ نئی عمارات کی وہ بہتات نہیں ہے جو کہ مکہّ معظمہ میں دیکھی جا سکتی ہے یہ شہر میدانی خطہ

میں واقع ہے اور جبل اُحد کے دامن میں آباد ہے۔ حضور علیہ السلام کی آرام گاہ شہر کے وسط میں ہے۔ توتعمیر مسجد نبوی میں دو صحن بنائے گئے ہیں۔ صحن میں کھڑے ہو کر محراب نما دروازوں کے اوپر دیکھا جائے تو اصحاب کبار اور عشرہ مبشرہ کے نام دائروں میں لکھے ہوئے ہیں۔ صحن کے میدان میں کنکریوں کا فرش ہے اور مسقف حصّہ میں سنگ مرمر اور سنگ سیاہ کا۔ دیواروں میں ملگجا رنگ کا پتھر بھی استعمال ہوا ہے۔ بہ حیثیت مجموعی مسجد نبوی کی تعمیر پر کافی محنت کی گئی ہے اور وافر سرمایہ استعمال کیا گیا ہے۔ اس کتاب میں نو تعمیر مسجد نبوی کا جو نقشہ دیا گیا ہے اس کو غور سے دیکھنے پر ساری تفصیل واضح ہو جاتی ہے۔ چار دروازوں کا اضافہ کیا گیا ہے۔ پہلے باب السّلام۔ باب رحمت۔ باب جبریل۔ باب النسا اور باب مجیدی موجود تھے۔ اب باب عمر فاروق رض۔ باب عثمان غنی رض باب سعود اور باب عبدالعزیز بھی بنائے گئے ہیں۔ سرِشام ہی مسجد نبوی کے برقی قمقمے اور فلورسنٹ ٹیوبیں روشن کر دی جاتی ہیں اور صبح طلوع آفتاب تک روشن رہتی ہیں۔ روشنی اتنی زیادہ ہوتی ہے کہ دن کا گمان ہوتا ہے۔ مسجد کی چھت پر اور دیواروں میں ٹیوبیں نہایت کاریگری سے نصب کی گئی ہیں۔ مسجد کی روشنی کے لئے اور اس کے برقی پنکھوں کے لئے علیٰحدہ برقی مشینوں (جنریٹر) کا پاور ہاؤس موجود ہے۔ وضو کے لئے جانب غروب ایک بلڈنگ وقف موجود ہے جس میں ٹونٹیاں اور غسل خانے

موجود ہیں۔ اس کی دکانات اور اس کے ہوٹلوں کی آمدنی تمام تر مسجد نبوی کی دیکھ بھال پر خرچ کی جاتی ہے۔ باب السلام کے سامنے ایک کھلا میدان موجود ہے۔ جو شارع عینیہ تک جاتا ہے۔ جب رات کو مسجد کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں تو زائرین اور مسافر اس میدان میں آکر پڑ رہتے ہیں۔ اور نصف رات گئے تہجد کے لئے پھر مسجد نبوی میں داخل ہونے کے لئے منتظر رہتے ہیں۔ مسجد نبوی کا اصلی پرانا حصہ جو ترکوں کے سلاطین کا تعمیر کردہ ہے اور جس میں تمام متبرک مقامات حضور کی آرام گاہ (حجرہ عائشہ صدیقہ رضی) اور گنبد خضراء۔ ریاض الجنۃ۔ محراب نبوی، محراب عثمانی، اور مقام اصحاب صفہ شامل ہیں۔ اسیطرح رہنے دیا گیا ہے۔ سمت کعبہ کی دیوار پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ننانوے نام اور درود شریف نہایت عمدہ خط میں لکھے ہوئے ہیں۔ قرآنی آیات اور احادیث مشہورہ بڑے اہتمام سے لکھی ہوئی ہیں۔ اس حصہ میں سب سے زیادہ جاذب توجہ حضور سرور کائنات کی آرام گاہ ہے۔ زائرین حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام پیش کرنے کے لئے پیٹھ قبلہ کی طرف کرتے ہیں اور جالیوں کے اس جھرو کے سامنے کھڑے ہوتے ہیں جو بائیں طرف واقع ہے اور دوسرے دونوں سے فراخ ہے۔ یہ مقام آپؐ کے چہرہ مبارک کے بالکل سامنے ہے۔ حضورؐ اپنے امتیوں کو معروضات پیش کرتے ہوئے بخوبی دیکھتے ہیں۔ یہ ادب واحترام کا مقام ہے۔ یہاں پر آواز اونچی کرنے سے اعمال کیے اکارت

جلنے کا خدشہ ہے۔ مناسب آداب کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دین و دنیا کی نعمتیں مانگی جاتی ہیں اور دامن مراد کو بھرا جاتا ہے۔ آپ پر سلام پیش کرنے کے بعد ذرا سا دائیں جانب ہٹ کر دوسرے جھروکے پر خلیفہ اوّل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر سلام پیش کیا جاتا ہے اور پھر اس سے کچھ سرک کر خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر سلام پڑھا جاتا ہے۔ یہ دونوں اصحاب کبار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آرامگاہ میں بھی رفیق ہیں اور قیامت میں بھی حضورؐ کے ساتھ ہی اٹھینگے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جالیوں کے اوپر جو ترکوں کے زمانہ کے پردے سبز ساٹن کے لگے ہوئے ہیں۔ زائر حرم کو ضرور کھٹکتے ہیں۔ اگر موجودہ منتظمین کے نزدیک ان کا بدل دینا روا نہیں ہے تو کم ازکم ان کو اتار ہی دیا جائے۔ ان پردوں کا کپڑا گل کر تار تار ہو چکا ہے۔ اور رنگ سیاہی مائل ہو چکا ہے۔ حضورؐ کے فضائل و حسنات کے متعلق بعض اقوال اور احادیث جو مسجد نبوی میں ابھرے ہوئے لفظوں میں لکھی ہوئی تھیں۔ سیاہ روغن سے مٹا دی گئی ہیں۔ بعض کو چونا بھر کر دیوار کے برابر کر دیا گیا ہے۔ اسی طرح روضہ پاک کی جالی میں پیتل کے ڈھلے ہوئے الفاظ میں سے لفظ "یا" کے ٹکڑے کاٹ ڈالے گئے ہیں۔ اس ندائیہ حرف سے حضورؐ کو یہاں بھی نہ پکارا جائیگا۔ تو اور کہاں پکارا جائیگا۔ بہرحال اتنا بھی بسا غنیمت ہے کہ ہر مکتبۂ فکر کے افراد یہاں آ کر بلند آواز سے الصّلوٰۃ والسّلام علیک یا رسول اللہ کہتے ہیں اور ان کو

روکنے کی کسی میں جرأت نہیں۔

مسجد نبوی کی تعمیر نو میں پانچ کی بجائے چار مینار رکھے گئے ہیں۔ دو مینار جو اصل مسجد کے کونوں پر جانب جنوب ہیں۔ وہی ترکوں کے زمانہ والے ہیں اور دو مینار جو جانب شمال اب بنائے گئے ہیں۔ زیادہ بلند اور پر شکوہ ہیں حج کے ایام میں ان پر سرشام ہی بجلی کے قمقمے روشن کر دیئے جاتے ہیں جو صبح تک روشنی کا سیلاب پھیلاتے رہتے ہیں۔

صحن مسجد سے باغ فاطمہ اور کنواں بیر الٰہی کو دور کر دیا گیا ہے اور جگہ ہموار کر کے نماز کے لیئے صحن میں شامل کر دی گئی ہے۔ کنوئیں کی جگہ ایک چھوٹا سا چبوترہ بنا ہوا ہے جس پر دھوپ گھڑی بنی ہوئی ہے اور اس کی مدد سے سورج کی شعاعوں سے وقت معلوم کیا جاتا ہے حرم نبوی کی پرانی تصاویر میں جو کھجور کے درخت صحن کے اندر دکھائے گئے ہیں وہ اب قصۂ پارینہ ہو گئے ہیں۔

مسجد نبوی کی شرقی جانب گلیوں میں سے ہوتے ہوئے تین منٹ میں ہم جنت البقیع میں جا پہنچتے ہیں۔ اب کسی قبر پر قبہ یا کتبہ نہیں ہے۔ البتہ صدر دروازہ کے اندر ایک دیوار سے ٹیک لگا کر اکثر سنگ مرمر کے کتبے اکھٹے رکھے ہوئے ملتے ہیں۔ ان پر اصحابہ کبار کے نام اور آیات کندہ ہیں۔ جو ترکوں نے بڑی محنت سے لکھوائی تھیں۔ حالات سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے کہ مستقبل میں ان کو بھی یہاں سے اٹھوا کر کہیں غائب کر دیا جائیگا۔ بہرحال اتنا بھی لبا غنیمت ہے کہ جنت البقیع کو

ایک چار دیواری سے گھیرا ڈال دیا گیا ہے اور مشہور شخصیات کی قبور پر نشانی کے طور پر چند پتھروں کا ڈھیر لگا دیا گیا ہے۔

مدینہ منورہ کی دیگر زیارات میں سے مکان حضرت ابوایوب انصاریؓ تو موجود ہے جہاں حضور علیہ الصلوٰۃ السلام نے بوقت ہجرت ورود فرمایا تھا شہید سیدنا عثمانؓ، دار عشرہ مبشرہ اور دار خالدؓ وغیرہ مسمار ہو چکے ہیں۔ دار خالدؓ کی جگہ پر مرحوم سلطان ابن سعود نے ایک چھوٹا سا محل تعمیر کروایا تھا جو پاکستان کے سابق گورنر جنرل ملک غلام محمد کو تحفہ میں دے دیا۔ لیکن ملک غلام محمد کے فوت ہونے کے بعد ان کی اولاد اس کو فروخت کرنا چاہا۔ ان کے اس فعل کی سب طرف سے مذمت کی گئی۔ چنانچہ سعودی حکومت نے ان کو اس کام سے حکماً باز رکھا۔ مدینہ میں مکان ہونا ایک بڑی سعادت ہے اور آخرت کی بخشش اور شفاعتِ رسول کا باعث ہے۔ لیکن خدا کی شان ہے جن کو یہ میسّر ہے وہ اس کی قدر دانی نہیں جانتے۔ اور جن کے دل میں اس کی تمنا ہے ان کو یہ موقع میسّر نہیں۔

عام تاثر یہ ہوتا ہے کہ عرب کے ملک میں اونٹ کے بغیر گذر نہیں ہو سکتی۔ لیکن آجکل موٹر لاریوں اور ٹیکسیوں کی بہتات ہے اور سڑکوں پر اونٹ کا چلنا ممنوع ہے۔ عرب بہت اچھے ڈرائیور ہیں۔ بڑی چابکدستی سے گاڑیوں کو چلاتے ہیں۔ سعودی عربین ایرلائنز کے جہاز بھی ہوائی سفر میں کافی آسانیاں بہم پہنچا رہے ہیں۔

گھروں میں گندگی کے لئے غرقی سے کام لیا جاتا ہے۔ جو چھ ماہ یا سال کے بعد کبھی صاف کرائی جاتی ہے۔ اس میں گھرنے والی شے کا دوبارہ حاصل ہونا قریب قریب ناممکن ہے اس شہر میں خاکروب طبقہ کا وجود نہیں ہے گندگی پھیلانے والے جانور اور پرندے موجود نہیں ہیں۔ کوّا یہاں نہیں ہوتا۔ حرم شریف کے صحن میں کبوتر کثرت سے ہوتے ہیں۔ اور یہ پاس ادب وہ گنبد خضرا کے اوپر سے نہیں گذرتے بلکہ ان کی ڈار گنبد کے پاس پہنچنے پر دو حصّوں میں بٹ جاتی ہے اور اِدھر اُدھر سے گذر جاتے ہیں۔

زائرین صحن میں دانہ بغرض ثواب ڈالتے رہتے ہیں۔ کبوتر بڑے شوق سے کھاتے ہیں۔ لیکن ہم نے دیکھا ہے۔ اتنی تعداد میں کبوتر اُڑتے پھرتے ہیں۔ لیکن ان کی بیٹ دیکھنے میں نہیں آتی۔ اس شہر کے جانور بھی مؤدب ہیں۔ کیوں کہ باادب بامراد بے ادب بے مراد۔ اہل مدینہ کے اخلاق اور خندہ روئی کا تو زمانہ قائل ہے۔ نہایت حلیمی اور محبّت سے گفتگو کرتے ہیں۔ شارع عینیہ میں ایک عرب دکاندار کے پاس میرا ایک واقف پاکستانی باشندہ کام کرتا تھا میں فرصت کا وقت نکال کر روزانہ کچھ دیر کے لئے اس کے پاس چلا جایا کرتا تھا۔ وہ عرب میرے لئے روزانہ کوکا کولا منگوا کر پیش کر دیا کرتا۔ میرے اصرار کے باوجود اس نے اپنی اس عادت کو نہ چھوڑا۔ نہ ہی اس نے مجھے اس بات کی اجازت دی کہ میں وہاں جانا کم کر دوں۔ اسی طرح عربوں کی مہمانداری کا بہترین نمونہ مدینہ منورہ میں دیکھا جاتا ہے۔

آبادی کا بہت سا حصہ غربت کا شکار ہے۔ بعض لوگوں کو نان شبینہ بھی نہیں ملتا یہی وجہ ہے کہ گداگری بہت عام ہے چھوٹے چھوٹے بچے معمر آدمی اور برقعہ پوش غریب عورتیں عام بھیک مانگتی ہیں۔ بحالات موجودہ اس غربت کا کوئی جواز نہیں۔ حجاز کی سرزمین سونا اگل رہی ہے۔ اور اتنی دولت پیدا ہو رہی ہے جو ساری آبادی کو دنیوی احتیاج سے بے نیاز کر دینے کے لئے کافی ہے۔ بظاہر ان کا گزر زائرین کی خیرات پر ہے۔ مدینہ منورہ میں زائرین حصول ثواب کی غرض سے کسی سائل کو نظر انداز نہیں کرنا چاہتے لیکن یہ صرف حج کے موسم کی بات ہے۔ معلوم نہیں سارا سال ان غریبوں پر کیا گزرتی ہو گی۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑوسی ہیں۔ اب تصویر کا دوسرا رُخ دیکھئے۔ آبادی کا جو حصہ متمول ہے وہ بہت ہی فضول خرچ اور خود غرض ہے۔ ان کے دم سے مارکیٹ میں کروڑوں ریال کا مال بھرا پڑا ہے۔ بلند بالا عمارات تعمیر ہو رہی ہیں۔ جدید ترین موٹریں سڑکوں پر دوڑتی پھرتی ہیں۔ شادیوں کی بھرمار ہے۔ اس دولت کی ریل پیل میں غریب عوام کا کوئی حصہ نہیں۔ انہیں زائرین کا دست نگر بنا دیا گیا ہے۔ اس غربت کا اصل علاج حکمران خاندان کے ہاتھ میں ہے۔ باقاعدہ تنظیم اور تعلیم سے اس قومی بیماری کو دور کرنا چاہیئے عرب قوم کی خودداری اور وقار کو قائم کرنا نہایت ضروری ہے۔ اسی سے عالم اسلام کی عزت میں اضافہ ہو سکتا ہے۔ زائرین کو بھی چاہیئے کہ سید کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہنے والوں کو گدائی کا سبق نہ پڑھائیں۔ جو کچھ دیا جائے صرف

مستحقین کے ہاتھوں میں دیا جائے۔

مدینہ منورہ میں بھی مکہ معظمہ کی طرح ہر طرح کی شے دستیاب ہو جاتی ہے۔ اگرچہ یورپی مصنوعات وہاں سے قدرے مہنگی ملتی ہیں لیکن ہمارے ملکوں کے مقابلے میں پھر بھی یقیناً سستی ہیں۔ وہاں کھانے کی اشیاء بھی باافراط اور سستی مل جاتی ہیں۔ روٹی گھروں میں پکانے کا رواج نہیں۔ ہر باشندہ روٹی، ڈبل روٹی اور نان بازار سے خرید تا ہے۔ چینی عمدہ قسم کی بارہ آنے یا زیادہ سے زیادہ ایک روپیہ کی سیر مل جاتی ہے۔ عمدہ سے عمدہ کپڑا ایک روپیہ فی گز ہے۔ بوسکی چار روپیہ گز ہے۔ گوشت کچھ گراں ہی ملتا ہے۔ یعنی عام حالات میں چار روپے فی سیر اور حج کے دنوں میں چھ روپے سیر تک۔ لٹھا بڑے عرض کا یا بڑے تولیے احرام کیلئے معقول قیمت پر دستیاب ہو جاتے ہیں۔ اس لئے حجاج کرام کو اب اس بات کی ضرورت نہیں کہ لمبی چوڑی اشیاء ساتھ لے کر سفر کریں۔ وہاں ہر چیز سستی مل جاتی ہے۔ اور وہیں سے خریدنی چاہیئے۔ اس طرح مقامی باشندوں کی اعانت کا ثواب بھی مل جاتا ہے۔ گھڑیاں آپ کو ہر دکان پر سستی مل جاتی ہیں۔ بلکہ ہر دکاندار گھڑیاں ضرور بیچتا ہوا نظر آئے گا۔ سٹیشنری بیچنے والا۔ تسبیحیں فروخت کرنے والا۔ کتابوں کا بیوپاری غرضیکہ ہر تجارت کیساتھ گھڑیاں بیچی جاتی ہیں۔ اسی لئے وہاں کے ہر معمولی مزدور اور ہر چھوٹے بڑے کی کلائی پر آپ رسٹ واچ ضرور دیکھیں گے۔ طالب علم بغلوں میں ٹرانزسسٹر ریڈیو دبائے پھرتے ہیں۔ غرضیکہ سامان کی افراط ہے۔ درد

درد مند دل کو صرف یہ بات کھٹکتی ہے کہ اس فراوانی میں مدینہ شریف کے غریب عوام کا کوئی حصہ نہیں اور ان کو بخشیش مانگنے کا دھندا کرنا پڑتا ہے اگر حکومت اپنی اصلاحات میں گداگری ختم کرنے کا پروگرام بھی شامل کرے تو یہ ایک خدمت ہوگی۔ مستحقین کے لئے محتاج خانے قائم کرنے چاہئیں اس کے لئے سرمایہ کی فراہمی کا سوال ہی نہیں۔ لیکن اصلاح احوال کا ارادہ ہونا ضروری ہے۔ حکومت کے علاوہ شیوخ اور دیگر متمول حضرات کو بھی ناداروں کی اصلاح کا بیڑا اٹھانا چاہیے۔ امیر لوگوں کو چاہئے کہ اپنی دولت کو اسلامی اقدار پر حاوی نہ ہونے دیں۔ اگر ایسا ہو گیا تو یہ ایک بڑا المیہ ہوگا۔ سعودی عرب کے اخبار "القاسم" کی رپورٹ مظہر ہے کہ سعودی عرب میں بھی عورتوں نے مغربی طرز کے تنگ اور چست لباس کا استعمال شروع کر دیا ہے اس اخبار نے اس رجحان کی سخت مذمت کی ہے اور حکومت سعودیہ سے مطالبہ کیا ہے کہ اس طرح کی بے پردہ عورتوں کے خلاف خواہ وہ مقامی ہوں یا غیر ملکی ہوں۔ سخت کاروائی کی جائے "القاسم" نے اس وبا کا ذمہ دار خاتون ڈاکٹروں اور نرسوں کو قرار دیا ہے اور لکھا ہے کہ عورتیں اب شیطان کے کارخانے میں تیار شدہ تنگ اور چست لباس پہن کر جن سے ان کے جسم کی نمائش ہوتی ہے بازاروں میں دندانہ گھومتی پھرتی ہیں جس سے حقیقی متقی اور پرہیزگار لوگوں تک کا ایمان خطرہ میں پڑ گیا ہے۔ مناسب ہے کہ ایسی عورتوں پر بھاری جرمانہ کیا جائے (کوہستان مورخہ ۹ ۲/۱۲) لیکن مدینہ شریف اس فیشن کی وبا سے بہت کم متاثر ہو رہا ہے۔ بالکل اسی طرح جیسے یہاں مکہ معظمہ

کی طرح عالیشان اور بلند و بالا عمارات کی بہتات نہیں ہے۔ دنیا کی آخری پناہ
گاہ مدینہ منورہ ہی ہے کیوں نہ ہو آخر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دامن
شفقت ہے۔ آپ کا یہ فرمان برحق ہے کہ مدینہ منورہ برے لوگوں کو اپنے
میں سے اسطرح نکال دیتا ہے۔ جیسے بھٹی لوہے کے زنگ کو دور کر دیتی
ہے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی مروی ہے کہ اس وقت تک
قیامت قائم نہ ہو گی جب تک کہ مدینہ برے لوگوں کو اپنے میں سے اس
طرح نہ نکال پھینکے جس طرح لوہے کی میل کو دور کر دیتی ہے۔ آپ کی
یہ حدیث شریف حرم مدینہ کی مسجد نبوی میں جلی حروف سے آپ کو لکھی
ہوئی نظر آئے گی۔ ان الایمان لیأرز الی المدینہ کما تارز الحیۃ الی
جحرھا (متفق علیہ) تحقیق ایمان مدینہ کی طرف اسطرح رجوع کرے گا۔ جیسے سانپ
اپنے سوراخ میں واپس آتا ہے ان فرامین نبوی سے یہ بات واضح ہو جاتی
ہے۔ کہ مدینہ منورہ میں ہمیشہ ایمان کو عروج حاصل رہیگا۔ سارے کرۂ ارض
پر مسلمانوں کے لئے بہترین پناہ گاہ مدینہ منورہ ہی ہے۔ اس کے حق میں
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے برکت کی دعائیں کی ہیں۔ اس لئے یہ شہر مومنین
صالحین کیلئے خاص ہے۔ خدا تعالیٰ ہر ایک مسلم کو مدینہ منورہ کی زیارت
نصیب کرے اور اس کی برکتوں سے ہم سب کو فیضیاب کرے۔ راقم بھی
اپنے حق میں اس دعا کیلئے قارئین سے درخواست کرتا ہے۔ فہو المراد۔

۔ تمام شد ۔

ملنے کا پتہ: ملک سراج الدین اینڈ سنز، لاہور (۸)

کتاب	کیفیت	قیمت	کتاب	کیفیت
صحیح البخاری	کاغذ گلیز فوٹو آفسٹ طباعت	60/-	قدوری	کاغذ گلیز فوٹو آفسٹ طباعت
صحیح مسلم	" " "	50/-	کنز الدقائق	" مع حاشیہ اعزاز علی
جامع ترمذی	" " "	25/-	کنز الدقائق مجتبائی	" فوٹو آفسٹ طباعت
نسائی شریف	" عمدہ طباعت	40/-	شرح جامی	" مع حواشی ملا عصام آفسٹ طباعت
موطا امام مالک	" مع حواشی "	10/-	شرح وقایہ اولین	"
موطا امام محمد	" عمدہ طباعت	6/-	شرح وقایہ آخرین	"
ابن ماجہ شریف	" " "	20/-	دیوانِ حماسہ	" مع حواشی مولانا اعزاز علی مرحوم
ابوداود شریف	" " "	25/-	مقاماتِ حریری	" مع اردو شرح و ترجمہ مولانا محمد میاں صدیقی
طحاوی شریف	" " "	30/-	دیوانِ متنبی	"
مشکوٰۃ شریف	" فوٹو آفسٹ طباعت	20/-	سلم العلوم	"
ہدایہ اولین	" " "	25/-	مطول [illegible]	"
ہدایہ آخرین	" "	30/-	[illegible]	"
بیضاوی (درسی)	" فوٹو آفسٹ طباعت	7/50	ملا حسن	"
حسامی مع شرح حامی	" فوٹو آفسٹ طباعت (گلیز	7/50	شرح عقائد	"
	" " مکینکل)	5/-	سراجی	"
جلالین شریف	" " "	20/-	شرح تہذیب کلاں	
نور الانوار	" " "	6/-	اصول الشاشی	"
مختصر المعانی	" مع حاشیہ دسوقی آفسٹ طباعت	10/-	(مفصل فہرست کتب کے لئے ایک پوسٹ کارڈ بھجوائیے)	

(درسِ نظامی کی اِن کتب کے علاوہ ہر قسم کی دینی، عربی، اردو، تاریخی، ادبی کتب اور قرآن مجید ہم سے طلب فرمائیں)

ناشر: ملک سراج الدین اینڈ سنز پبلشرز، کشمیری بازار، لاہور (8)

تاجران کتب کے لئے خاص رعایت